عمران سیریز

جلد نمبر 21

منحوس کیکڑا

73 نادیدہ ہمدرد

74 ادھورا آدمی

ابن صفی

پیشرس

اس بار ایک نئے تجربے کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں۔!

کہانی اس انداز میں لکھی ہے کہ آپ خود ہی نتائج اخذ کرتے چلیں۔ عمران کو اس طرح کیس کا تجزیہ نہ کرنا پڑے جیسے عموماً کرتا رہتا ہے۔ مجرم کا طریق کار ایسا ہے کہ آپ خود ہی مختلف مدارج پر سب کچھ سمجھتے چلے جائیں گے۔

اب میں اپنی کتابیں پڑھوا کر سننے والے ایک موٹر ڈرائیور دوست سے مخاطب ہوں۔ جنہوں نے ویسی ہی زبان میں مجھے خط لکھوایا ہے جیسی وہ بولتے ہیں.... پیارے دوست! نہ میں تم سے بڑا ہوں اور نہ تم مجھ سے بڑے ہو۔ البتہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے بے حد ضروری ہیں۔ تم میرے لئے محنت کرتے ہو اور میں تمہارا دل بہلاتا ہوں۔ یہاں کوئی کسی سے بڑا نہیں ہے۔ سب اپنے اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ اگر کوئی بڑائی کے خبط میں مبتلا نظر آئے تو اسے ایک "سنجیدہ احمق" سمجھ کر نظر انداز کر دو۔"

والسلام

ابن صفی

۶/ اپریل ۱۹۷۴ء



کیپٹن فیاض دیر سے اس کا منتظر تھا لیکن اس کی واپسی ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔ سلیمان کافی کی ٹرے میز پر رکھ کر پھر کچن میں جا گھسا تھا۔

"آخر گیا کہاں....؟" فیاض نے جوزف کو مخاطب کیا۔

"کیا کہا جاسکتا ہے مسٹر....!" جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "کوئی بہت ضروری بات ہے کیا....؟"

"بہت ضروری....!"

"اب مسٹر.... یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ باس ایک گھنٹے کے بعد واپس آجائیں گے یا ایک ماہ بعد....!"

"کیوں بکواس کر رہے ہو....!" فیاض بھنا کر بولا۔

"میں کافی بناؤں آپ کے لئے....!" دروازے کی طرف سے سلیمان کی آواز آئی۔

"میں خود بنالوں گا۔!" فیاض نے خشک لہجے میں کہا اور جوزف نے سلیمان کو چلے جانے کا اشارہ کیا۔

فیاض کافی پاٹ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ جوزف اسے پُر تشویش نظروں سے دیکھتا رہا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جوزف میز کی طرف بڑھا ہی تھا کہ فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"ٹھہرو....!"

جوزف جہاں تھا وہیں رک گیا۔ فیاض نے اٹھ کر ریسیور اٹھایا۔ "ہیلو....!"

"کون بول رہا ہے....؟" دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔

"آپ کس سے ملنا چاہتی ہیں....؟"

"تم سے ڈارلنگ....!" دوسری طرف سے کہا گیا۔

فیاض کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار نظر آئے لیکن اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "تو پھر ہیلو!"

"ڈاڑھی دار تو نہیں ہو۔!" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "ویسے بہتر یہ ہوگا کہ تم ریسیور جوزف کو دے دو۔!"

"تم آخر ہو کون....؟"

"تم کون ہو۔!" دوسری طرف سے بھی سوال کیا گیا۔ "نہ جوزف ہو سکتے ہو اور نہ سلیمان۔!"

"یہاں صرف یہی دونوں تو نہیں رہتے۔!"

"خوب.... تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ عمران ہو۔!"

فیاض نے بھنا کر ریسیور جوزف کی طرف بڑھا دیا۔

جوزف نے ریسیور کان سے لگا کر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور بولا۔ "کون بولتا؟"

پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ فیاض اسے غور سے دیکھے جا رہا تھا۔ وہ چند لمحے کچھ سنتا رہا تھا پھر بولا۔ "یہاں کیپٹن فیاض موجود ہیں۔ انتظار کر رہے ہیں۔ اچھا.... اچھا.... ٹھیک ہے.... میں کہہ دوں گا۔!" آخری جملے اس نے انگریزی میں ادا کیے تھے اور ریسیور کریڈل پر رکھ کر فیاض کی طرف مڑا تھا۔

"کون تھی....؟" فیاض نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"کون تھی....!" جوزف نے حیرت سے اس کا سوال دہرایا۔

"ہاں ہاں.... کون تھی....!"

"مسٹر کافی اتنی نشہ آور تو نہیں ہوتی۔!"

"کیا بکواس ہے....؟"

"میرا باس....!" تھی 'کب سے ہو گیا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"میں نے ابھی فون پر باس سے گفتگو کی تھی۔!"

"اوہ....!" فیاض نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گیا۔

"میں نے انہیں مطلع کر دیا ہے کہ آپ ان کے منتظر ہیں۔!"

فیاض اسے خوں خوار نظروں سے گھورتا رہا پھر بولا۔ "اس نے کیا کہا ہے....؟"

"بیس منٹ کے اندر اندر پہنچ رہے ہیں۔!"

"وہ عورت کون تھی....؟"

"میں نے صرف باس کی آواز سنی تھی۔!"

"پہلے کوئی عورت تھی....!"

"ہو گی۔!" جوزف نے لاپروائی سے کہا۔ "نہ جانے کتنی باس کو گھیرے رہتی ہیں۔!"

"ہوں....!" فیاض نے غراہٹ کے ساتھ کافی کی پیالی میں شکر ڈالی اور چمچہ چلانے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر بولا۔ "تم دونوں تین ماہ تک کہاں غائب رہے تھے۔؟"

"میں شکار کھیلنے گیا تھا اور باس یوگا کی مشقیں کر رہے تھے۔!"

"کہاں....؟"

"بحر الکاہل کی مچھلیاں بے حد لذیذ ہوتی ہیں مسٹر....!"

فیاض اسے تیکھی نظروں سے دیکھ کر رہ گیا۔ پھر وہ خاموشی سے کافی پیتا رہا تھا۔

جوزف نشست کے کمرے ہی میں جما رہا۔ اس نے فیاض کو وہاں تنہا نہیں چھوڑا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمران پہنچ گیا۔ فیاض کو دیکھ کر ہمیشہ کی طرح خوشی کا اظہار کرتا ہوا بولا۔ "تم روز بروز چھوٹے ہوتے جا رہے ہو۔!"

"فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے میرے پاس۔ رحمان صاحب کا حکم ہے کہ تمہیں زندہ یا مردہ حاضر کیا جائے۔!"

"زندہ کو حاضر اور مردہ کو غیر حاضر کہتے ہیں سوپر فیاض....!"

"بکواس مت کرو.... تمہیں ان سے جلد ملنا ہے۔!"

"انہوں نے براہ راست مجھ سے بات کیوں نہیں کی۔!" عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"میں نہیں جانتا....!"

"انہیں مطلع کر دو کہ میں گھر پر موجود ہوں۔!" عمران نے فون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"وہ اس وقت جہاں ہیں وہاں سے فون پر گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔!"

"کہاں ہیں....؟"

"تم بحث کیوں کر رہے ہو میرے ساتھ چلو....!"

"ضروری نہیں کہ تم سچ ہی بول رہے ہو۔!"

"اچھا تو پھر میں تمہیں کہاں لے جانا چاہتا ہوں۔!"

"ہو سکتا ہے قاضی اور چھواروں کا انتظام تم نے پہلے ہی سے کر رکھا ہو لیکن یہ شادی ہرگز نہیں ہو سکتی۔!"

"کیا مطلب....؟" فیاض چونک کر اسے گھورنے لگا۔

"میں نے کہہ دیا ہے کہ میں ابھی شادی کے قابل نہیں ہوں۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"رحمان صاحب نے کہا ہے اگر سیدھی طرح نہ آئے تو باندھ کر لاؤ۔!"

"لانا بے رسی....!" عمران نے جوزف کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کک....کیا مطلب....باس....؟"

"رسی کا مطلب بھی نہیں سمجھتا۔ یہ مجھے باندھ کر لے جائیں گے۔ میرا باپ میری شادی کرنا چاہتا ہے۔!"

"زبردستی....!" جوزف ہکا بکا رہ گیا۔

"ادھر یہی چلتا ہے۔!"

"یہ تو ظلم ہے....سراسر زیادتی۔!"

"جاؤ....!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

جوزف بوکھلائے ہوئے انداز میں کمرے سے چلا گیا اور عمران فیاض کو آنکھ مار کر مسکراتا ہوا بولا۔ "وہ بھی یہی سمجھتا ہے کہ ابھی میں شادی کے قابل نہیں ہوں۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ تمہیں کیونکر علم ہوا۔!" فیاض اسے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا مطلب....؟" نہ جانے کیوں عمران چونکا تھا۔

"میرے اور رحمان صاحب کے علاوہ اور کسی کو بھی اس کا علم نہیں۔!"

"ہائیں تو کیا واقعی۔!" عمران بوکھلا کر کئی قدم پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

"اوہ....تو کیا تم نے یونہی....!" فیاض جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

عمران پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔

"وہ اسے برداشت نہیں کر سکتے کہ تم تین تین ماہ شہر سے غائب رہو۔!" فیاض کھنکار کر بولا۔

"کیا بیوی کو لے کر غائب نہیں ہو سکتا۔!"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ تمہیں میرے ساتھ چلنا پڑے گا۔ رحمان صاحب اس وقت مضافات ے ایک ایسے مکان میں موجود ہیں جہاں فون نہیں ہے۔!"

"اور وہیں میرا نکاح ہوگا۔ کوئی لاوارث لڑکی ہے کیا....؟"

"لاوارث تو نہیں....لیکن شائد نابینا ہے۔!"

"تب تو ٹھیک ہے۔!"

"کیا ٹھیک ہے....؟"

"وہ مجھے نہ دیکھ سکے گی۔!"

"میں کہتا ہوں وقت ضائع نہ کرو۔!"

"اچھا....!" عمران طویل سانس لے کر چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "جوڑا تو لڑکی والے ہی یا کریں گے....یا پھر....!"

"عمران....پلیز....جلدی کرو۔!"

"چلو....!" عمران پیر پٹخ کر دہاڑا۔ پھر سلیمان کو آواز دے کر بولا۔ "ابے آج مسور کی دال ں چلے گی۔ شادی کرنے جا رہا ہوں۔!"

"رسی باس....!" جوزف کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

وہ دروازے میں کھڑا انہیں گھورے جا رہا تھا۔

"اب ضرورت نہیں ہے۔!" عمران نے کہا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا باس....!"

"کیا خیال ہے۔!" عمران نے فیاض کی طرف دیکھ کر کہا۔

"سنجیدگی اختیار کرو....!"

"ارے تو کیا تنہا....؟"

"رحمان صاحب نے یہی کہا تھا۔!"

"بہت اچھا....!" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور جوزف سے بولا۔"صبر کرو.... مجبوری ہے۔ آج ہی تو معلوم ہوا ہے کہ وہ میرے باپ ہیں۔!"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں اپنے باپ کے لئے کیا کروں۔!"

"تو بھی شادی کرلے۔!" عمران نے کہا اور فیاض اس کا بازو پکڑ کر دروازے کی طرف کھینچنے لگا۔ شہر سے نکل کر انہیں مزید دس میل آگے جانا پڑا۔ فیاض اُسے اپنی ہی گاڑی میں لے آیا تھا۔ دور تک پھیلے ہوئے کھیتوں کے درمیان ایک چھوٹی سی عمارت نظر آئی۔

"شادی کے لئے بے حد مناسب جگہ ہے۔!" عمران بڑبڑایا۔

"چلو اترو....!" فیاض بولا۔

"کیا قبلہ والد صاحب سچ مچ یہیں تشریف رکھتے ہیں۔!"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"انہوں نے مجھے فون پر ہدایت دی تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو تمہیں اس عمارت تک لے آؤں۔!"

"اور وہ شادی والی بات....!" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

"شادی کی بات تم نے چھیڑی تھی۔ میں نے سوچا کیا حرج ہے تمہارے مصرعوں پر گرہ لگا تا ہوں۔!"

"فراڈ....!"

"اگر ہاں میں ہاں ملانا فراڈ ہے تو چلو یہی سہی۔!"

"اور وہ نابینا لڑکی....؟"

"تم نے لاوارث کہا تھا میں نے نابینا کہہ کر اس کی بیچارگی میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔"

"تو شادی والی بات غلط تھی۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر مغموم لہجے میں کہا۔

"جلدی کرو.... مجھے واپس بھی جانا ہے۔!" وہ اسے دوسری طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

عمران نے ہینڈل پر زور دے کر دروازہ کھولا اور نیچے اتر گیا۔ عمارت خالی پڑی تھی۔ فیاض طویل سانس لے کر بولا۔"شائد انتظار کرنا پڑے گا۔!"

"میرا خیال ہے کہ تمہارا دماغ چل گیا ہے۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"مسٹر رحمان میرے باپ ہیں۔ جتنا میں انہیں جانتا ہوں تم نہیں جان سکتے۔ لہٰذا اچھی بات سن و عن بیان کر جاؤ ورنہ میں نہیں کہہ سکتا کہ تم کس قسم کے حالات کا شکار ہو جاؤ گے۔!"

"میں غلط نہیں کہہ رہا۔!" فیاض نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔"انہوں نے فون پر مجھ سے گفتگو کی تھی اور ابھی میں نے اس کے بارے میں جو کچھ تمہیں بتایا ہے حرف بحرف صحیح ہے۔!"

"تمہیں یقین ہے کہ فون پر وہی تھے۔!"

"تم گھاس تو نہیں کھا گئے۔ کیا میں ان کی آواز نہیں پہچانتا....!"

"فیاض صاحب اگر انہیں میری ضرورت تھی تو وہ تمہیں ہر گز تکلیف نہ دیتے بلکہ براہِ راست۔!"

عمران کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ فیاض نے اسکی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار دیکھے تھے۔

"لل.... لیکن.... وہ رحمان صاحب ہی تھے۔!" فیاض کچھ دیر بعد بڑبڑایا۔

"کیا پہلے بھی کبھی یہاں آ چکے ہو....؟" عمران نے دفعتاً سوال کیا۔

"نہیں.... پہلی بار بتائے ہوئے پتے پر آیا ہوں۔!"

"ضروری نہیں کہ یہ وہی عمارت ہو جس کا پتہ تمہیں بتایا گیا تھا۔!"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں کچھ دیر انتظار کرنا چاہئے۔ اس عمارت کے علاوہ دور دور تک اور کوئی عمارت نہیں دکھائی دیتی۔!"

عمران نے سر کو خفیف سی جنبش دی تھی اور کمرے کا جائزہ لینے لگا تھا۔ ایک بار پھر انہوں نے پوری عمارت کا چکر لگایا اور صدر دروازے کی طرف پلٹ آئے۔ دروازے کے قریب ہی ایک بڑا لفافہ نظر آیا جو پہلے نہیں دکھائی دیا تھا۔ عمران نے جھک کر اُسے اٹھالیا۔ لفافے پر فیاض کا نام درج تھا۔

"کیا تم ڈیڈی کی رائٹنگ پہچانتے ہو....؟" عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

"یہ ان کی رائٹنگ نہیں ہے۔!" فیاض نے لفافہ چاک کرتے ہوئے کہا۔

عمران دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ فیاض لفافے سے برآمد ہونے والے خط کو پڑھتا رہا۔ عمران بظاہر بے تعلقی کا مظاہرہ کر رہا تھا لیکن اس کا ذہن اسی کی طرف تھا۔ فیاض نے خط پڑھ کر طویل سانس لی۔

"ملتوی ہو گئی نا شادی۔!" عمران کی چہکار معمول سے زیادہ بلند آہنگ تھی۔

"کچھ نہیں.... حقیقتاً سب کچھ فراڈ تھا۔!" فیاض بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کس کا خط ہے....؟"

فیاض نے خط عمران کی طرف بڑھادیا اور خود کھلے ہوئے دروازے کی طرف مڑ کر باہر دیکھنے لگا۔ خط کے مضمون سے لکھنے والے کی شخصیت پر روشنی نہ پڑ سکی۔ عمران بہ آواز بلند پڑھتا رہا۔

"غالباً تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ کس قسم کے لوگوں سے سابقہ ہے۔ تم سب ہر وقت ہماری نظروں میں رہتے ہو۔ اس واقعے کو ذہن میں رکھو گے تو فائدے میں رہو گے۔ کیا تم مسٹر رحمان کی آواز پہچان سکے تھے۔ جس نے تم سے مدد طلب کی ہے اسے وہی کرنا پڑے گا جو ہم چاہیں گے۔ ورنہ دوسری صورت میں اس کے خاندان والوں کی خیر نہیں۔ اب یہی دیکھو کہ ہمیں اس کی بھی اطلاع ہو گئی ہے کہ اس نے تم سے مدد طلب کی ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تم اس سلسلے میں کس سے مدد طلب کرو گے۔ لہٰذا اس وقت وہ بھی تمہارے ہی قریب موجود ہے۔ اسے ضرور بتاؤ کہ تم کن دشواریوں میں پڑ گئے ہو لیکن اسے یاد رکھنا کہ ہم ہر وقت جاگتے رہتے ہیں۔ کوئی بھی غلط قدم تمہارے اعزہ کو موت کے منہ میں لے جائے گا۔ خدا حافظ۔!"

"خدا حافظ۔!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا اور فیاض کو اس طرح گھورنے لگا جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔

فیاض آنکھیں بند کئے کھڑا تھا۔

"اُے کیا کھڑے کھڑے مر گئے۔!"

"اوں....!" فیاض نے آنکھیں کھول دیں اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"کیا قصہ ہے....؟"

"میں بہت پریشان ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ لیکن یہ مشکل بھی خود بخود آسان ہو گئی۔!"

"کون لوگ ہیں....؟"

"لیکن.... نہیں میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔ واپس چلو....!"

"کہاں چلوں....؟"

"دیکھو.... مجھے پریشان نہ کرو۔!" فیاض چیخ کر بولا۔ "میں کچھ نہیں جانتا خواہ مخواہ مجھے کوئی پریشان کر رہا ہے۔ وہ تمہارے باپ ہی کی آواز تھی۔ لیکن اس خط کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔!"

"اچھا.... اچھا.... لیکن اب میں کہیں نہ جاؤں گا۔ مجھے اس وقت تک یہاں ٹھہرنا ہے جب تک کہ مالک مکان واپس نہیں آجاتا۔!"

"کیوں پریشان کر رہے ہو مجھے۔!"

"میں تمہیں تو نہیں روک رہا.... تم جا سکتے ہو۔!"

"پھر تمہاری واپسی کیسے ہو گی....؟"

"تم اس کی فکر نہ کرو.... جاؤ....!"

"تم رحمان صاحب سے اس کا تذکرہ نہیں کرو گے۔!"

"یار تم اس طرح کہہ رہے ہو جیسے مجھے بہلا پھسلا کر یہاں لائے تھے۔!"

"وعدہ کرو کہ تم ان سے ذکر نہیں کرو گے۔!"

"وعدہ... اب تم یہاں سے دفع ہو جاؤ... بہت دنوں بعد مجھے ایسی تنہائی نصیب ہوئی ہے۔ واہ صاحب خانہ خوش ذوق آدمی معلوم ہوتا ہے۔ عمارت کے آس پاس کس قدر بینگن اگا رکھے ہیں۔!"

"نہیں تم میرے ساتھ ہی چلو گے۔!"

"صاحب خانہ سے ملے بغیر نہیں جا سکتا۔!"

"ضروری نہیں کہ یہاں کوئی رہتا بھی ہو۔!"

"میں نے ایسی علامات دیکھی ہیں جن کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ عمارت ویران نہیں رہتی۔"

"کیوں کیا تم قفل کھول کر اندر داخل ہوئے تھے۔!"

"نہیں....!"

"تو پھر جو کوئی بھی یہاں رہتا ہے کہیں آس پاس ہی موجود ہوگا۔!"

"میں نے خواہ مخواہ یہ مصیبت اپنے سر لی۔!" فیاض پیر پٹخ کر بولا۔

"سنو.... فی الحال اپنے اعزہ کو بھول جاؤ۔ جن لوگوں نے ہمیں یہاں تک پہنچایا ہے ان کا لق اس عمارت سے ہرگز نہ ہو گا۔!"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو....؟"

"اس وقت ہمیں اس کی مدد کرنی چاہئے جس کو ہماری ضرورت ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"اس مکان کا باسی....!"

"احمق نہ بنو.... ضروری نہیں....!"

"یہ مکان غیر آباد نہیں ہے۔ کوئی یہاں دوپہر کا کھانا بھی کھائے گا۔!" عمران اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "باورچیخانے میں تازہ ترکاریاں موجود ہیں اور آٹا گندم رکھا ہے۔!"

"اوہ....!"

"اگر اس کا تعلق ان لوگوں سے ہو سکتا ہے تو پھر وہ اول درجے کے گدھے ہیں۔ محکمہ سراغ رسانی کا سپرنٹنڈنٹ اتنا بااختیار تو ہو ہی سکتا ہے کہ مالک مکان کو زبان کھولنے پر آمادہ کر سکے۔!"

"تت.... تم.... ٹھیک کہتے ہو۔!"

"تو پھر آؤ اسے تلاش کریں۔!"

"دیکھو عمران مجھے اس معاملے میں نہ ڈالو میرے کچھ اعزہ سخت خطرے میں ہیں۔!"

"اسی شہر میں ہیں....؟"

"نہیں....!"

"چلو.... صرف شہر کا نام ہی بتادو....!"

"نہیں.... ناممکن.... میں کئی دن سے پریشان ہوں۔ اگر اسے مناسب سمجھتا تو تم سے ضرور ذکر کرتا۔!"

"اچھا.... تم اپنے اعزہ کے لئے دعا کرتے رہو۔ میں تو چلا۔!" عمران نے کہا اور عمارت سے باہر آگیا۔ چاروں طرف دور تک کھیت ہی کھیت تھے۔ لیکن ان کی روئیدگی ایسی نہیں تھی جس میں کسی کو چھپایا جاسکتا۔ وہ کھیتوں میں اترتا چلا گیا۔ دس منٹ تک تلاش جاری رہی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ تھک ہار کر پھر عمارت میں واپس آگیا۔

جیسے ہی کمرے میں قدم رکھا فیاض نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "مم.... میں نے اسے تلاش کر لیا ہے۔!"

"کہاں ہے....؟"

"تہہ خانے میں.... بیہوش ہے.... کچن میں تہہ خانے کی سیڑھیاں ہیں۔!"

عمران فیاض کو وہیں چھوڑ کر باورچی خانے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ فیاض نے تہہ خانے کا

راستہ کھلا ہی چھوڑ دیا تھا۔ وہ زینے طے کر کے نیچے پہنچا۔

تھوڑی دیر تک تو کچھ سجھائی ہی نہیں دیا تھا۔ پھر جب آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئیں تو یہ تہہ خانہ غلے کا گودام ثابت ہوا اور اس کی وسعت قریب قریب اتنی ہی تھی جتنی جگہ اوپر عمارت کی بنیادوں نے گھیر رکھی تھی۔

غلے کی بوریوں کے درمیان وہ چاروں خانے چت پڑا ہوا نظر آیا۔ بیہوش تھا اور یہ بیہوشی کسی نشہ آور چیز کی پیدا کردہ معلوم ہوتی تھی۔

عمران یہاں کا تفصیلی جائزہ لینا چاہتا تھا۔ اس لئے ایک بار پھر اُسے اوپر آنا پڑا۔

لالٹین باورچی خانے ہی میں مل گئی۔ اُسے روشن کر کے فیاض کی طرف توجہ دیئے بغیر پھر تہہ خانے میں اتر گیا۔

بیہوش آدمی کے دائیں ہاتھ کی آستین بازو تک چڑھی ہوئی تھی اور قمیض بھی گریبان کے قریب پھٹی نظر آئی۔

اس کا مطلب تھا جبر.... زبردستی اسے بیہوشی کا انجکشن دیا گیا تھا۔ آدمی تندرست اور چالیس کے لگ بھگ معلوم ہوتا تھا۔

اس کے قریب ہی ایک پرس بھی پڑا دکھائی دیا۔ عمران نے اسے اٹھایا اور لالٹین کی روشنی میں اس کا جائزہ لینے لگا۔ دس دس کے گیارہ نوٹ اور کچھ کاغذات اس میں سے برآمد ہوئے۔ عمران نے اُسے اپنی جیب میں ڈالا اور پھر اوپر آکر فیاض سے کہا کہ وہ بیہوش آدمی کو تہہ خانے سے نکالنے میں اس کی مدد کرے۔

عمران محسوس کر رہا تھا کہ فیاض جلد از جلد وہاں سے بھاگ نکلنا چاہتا ہے۔

"کیا یہ بھی کوئی رشتہ دار ہے تمہارا....؟" عمران نے بیہوش آدمی کی طرف اشارہ کیا۔

"فضول باتیں مت کرو....!" فیاض کے لہجے میں اضطراب تھا۔ شائد اُسے عمران پر غصہ بھی آرہا تھا لیکن اسے وہاں چھوڑ کر جا بھی نہیں سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد بیہوش آدمی نے کراہ کر کروٹ لی اور آنکھیں کھول دیں اور ان دونوں پر نظر پڑتے ہی خوفزدہ نظر آنے لگا تھا۔

"ڈرو نہیں....!" عمران نرم لہجے میں بولا۔ "اب تم محفوظ ہو۔!"

"تت.... تم کون ہو....؟" وہ اٹھ بیٹھا۔

"وہ کون تھے جنہوں نے تمہیں اس حال کو پہنچایا۔!"

"میں نہیں جانتا۔!"

"ہم تو مسافر ہیں۔ پانی کی تلاش میں ادھر آ گئے تھے۔ مکان خالی دیکھ کر حیرت ہوئی اور صدر دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔ اسی تشویش میں باورچی خانے تک جا پہنچے اور وہاں سے تہہ خانے میں۔ ذرا دیکھو تمہاری کوئی چیز تو چوری نہیں ہوئی۔!"

وہ حیرت سے انہیں دیکھتا رہا پھر یک بیک باورچی خانے کی طرف چل پڑا۔ عمران اس کے پیچھے تھا۔ فیاض اب بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

تہہ خانے میں پہنچ کر اس آدمی نے غلے کی بوریوں کا جائزہ لیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"یہاں سے تو کچھ بھی نہیں گیا۔!"

"اوپر چل کر دیکھو....!"

"اوپر کیا رکھا ہے۔!"

"رقم.... مطلب یہ کہ تمہارا پرس وغیرہ۔!"

اس نے کمر ٹٹولی اور آہستہ سے بولا۔ "نہیں.... سب ٹھیک ہے۔!"

"سیاہ رنگ کا کوئی پرس بھی ہے تمہارے پاس....؟"

"نہیں.... میں پرس نہیں رکھتا۔!"

وہ اوپر آئے اور عمران نے اس سے اس وقوعے کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کر دی۔ حملہ آور اس کے لئے اجنبی تھے۔ اس نے ان کی تعداد تین بتائی۔ آئے تھے اور اچانک اُسے پکڑ لیا تھا۔ ایک نے منہ بند کر دیا اور دوسرے نے بازو میں کوئی دوا انجکٹ کر دی تھی۔

"ختم کرو.... مجھے جلدی ہے۔!" دفعتاً فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے.... چلو....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

پھر وہ اسے متحیر چھوڑ کر عمارت سے نکل آئے تھے۔

"واپس....!"

"یار تم کسی عیالدار بیوہ کی طرح پریشان نظر آ رہے ہو۔ آخر قصہ کیا ہے۔ کیا تمہارے کسی

سالے پر کوئی بپتا پڑی ہے۔!"

"اوہ.... خاموش رہو....!" فیاض دانت پیس کر بولا۔

اس نے پھر عمران کا بازو بہت مضبوطی سے پکڑ لیا تھا اور گاڑی کی طرف کھینچنے لگا تھا۔

گاڑی شہر کیطرف روانہ ہو گئی۔ عمران اب بالکل خاموش تھا۔ خود فیاض ہی تھوڑی دیر بعد بولا۔

"تم نے کسی سالے کا حوالہ کس بناء پر دیا تھا....؟"

"تم جورو کے بھائی کے علاوہ اور کسی کے لئے اتنے پریشان نہیں ہو سکتے۔!"

"مجھے بتاؤ کہ تمہیں کیونکر علم ہوا....!" فیاض نے سخت لہجے میں کہا۔

"چلو.... ایک بات کی تو تصدیق ہوئی کہ وہ سالا ہی ہے۔!"

"میں نہیں جانتا تھا کہ کبھی مجھے ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔!"

"بہت خوب....! محکمہ سراغ رسانی کا سپرنٹنڈنٹ بھی دھمکیوں سے مرعوب ہونے لگا۔!"

"سنو.... مجھے اپنی پرواہ نہیں ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو۔!"

"اور یہ بھی اچھی طرح جان گیا ہوں کہ دھمکیاں دینے والے بہت زیادہ باخبر لوگ ہیں۔ اس حد تک جانتے ہیں کہ تم کبھی کبھار مجھ سے بھی مدد لیتے ہو۔ اس طرح یہ دھمکی براہِ راست میرے لئے ہے۔!"

"تم خود ہی سمجھدار ہو۔!" فیاض طویل سانس لے کر بولا۔

"اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ دھمکیاں دینے والے مجھے مسخرے لگتے ہیں۔!"

"اس بات کو یہیں ختم کر دو....!"

"بات بہت آگے بڑھ چکی ہے۔ سوپر فیاض....!"

"کیا مطلب....؟"

"یہ اسی سالے کا معاملہ ہے جو سردار گڈھ میں سول سرجن لگا ہوا ہے۔!"

"عمران....!" فیاض کی آواز حلق ہی میں گھٹ کر رہ گئی۔

"اس نے تم سے کسی معاملے میں مدد طلب کی ہے۔ غالباً انہی لوگوں کے خلاف جن کی طرف سے ہمیں یہ دھمکی موصول ہوئی ہے۔!"

"تم سردار گڈھ نہیں جاؤ گے....؟"

"لیکن تم نے تو مجھے کچھ بھی نہیں بتایا۔!"

"تمہیں کب اور کیسے معلوم ہوا....؟"

"کچھ دیر پہلے اسی عمارت میں....!"

"کیا وہ کوئی سراغ چھوڑ گئے تھے وہاں....؟"

"دیدہ دانستہ نہیں.... شائد غلطی سے۔!"

"اوہ....!"

"اور اب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کسی احمق کو خواہ مخواہ چھیڑ بیٹھنے کا انجام کیا ہو سکتا ہے۔!"

"میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس بات کو یہیں ختم کر دو....!"

"شائد میں تمہاری درخواست پر غور کر سکوں۔ لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہو گا کہ تم مجھے پوری بات بتا دو۔ آخر ڈاکٹر سجاد سے کیا قصور سرزد ہو گیا ہے۔!"

"میں کچھ نہیں بتا سکتا۔!"

"دوسری صورت میں خود ڈاکٹر سجاد کو بتانا پڑے گا اور شائد تم اسے بالکل ہی پسند نہ کرو۔!"

فیاض نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اسٹیئرنگ کرتا رہا۔ اس کے بعد عمران نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس نے فیاض کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں لوگ سب کچھ اگل دیتے ہیں۔!



سردار گڈھ کے ہوٹل میزبان کے ریکریئشن ہال میں بین الاقوامی شہرت رکھنے والا ایک شعبدہ گر اپنے کمالات کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ بین الاقوامی شہرت کے بارے میں ان پوسٹروں سے معلوم ہوا تھا جو ہوٹل کے باہر لگے ہوئے تھے۔ براہِ راست یورپ اور امریکہ سے اطلاع نہیں آئی تھی کہ وہ وہاں بھی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ حقیقت کا علم صرف ہوٹل کی انتظامیہ کو رہا ہو گا۔ ویسے صفدر یہی سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے شعبدہ گری کا پیشہ اختیار کرنے سے پہلے وہ بھینسوں کا بیوپاری رہا ہو۔

پھر اس نے اپنے ذہن کو کریدنا شروع کیا۔ آخر بھینسوں کے بیوپاری ہی کا خیال کیوں آیا۔ کسی اور پیشے کیطرف ذہن کیوں نہیں گیا.... اور پھر اس کی وجہ سمجھ میں آ گئی۔ شعبدہ گر کسی بھینسے

کی طرح وحشت زدہ اور بپھری ہوئی قوتوں کا مظہر معلوم ہوتا تھا۔ اس نے کئی ایسے کرتب دکھائے تھے جو شعبدے کی بجائے حقیقتاً بے پناہ جسمانی قوت کا کرشمہ تھے۔

ویسے اُسے شعبدہ گر سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو اس لڑکی میں دلچسپی لے رہا تھا جو شعبدہ گر کے ساتھ اسٹیج پر کام کرتی تھی۔

اس کی آنکھیں بڑی خوبصورت تھیں۔ انہیں غور سے دیکھنے پر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کسی جھیل کے کنارے شام ہو گئی ہو اور شفق کی لالی آہستہ آہستہ گہری ہوتی جا رہی ہو۔ لیکن وہ اس میں اس لئے دلچسپی نہیں لے رہا تھا کہ اس کی آنکھیں بہت خوبصورت تھیں۔ بات دراصل یہ تھی کہ وہ اس وقت بھی ڈیوٹی پر تھا اور اسی لڑکی کی تلاش میں سردار گڈھ آیا تھا البتہ اسے اس کا علم نہیں تھا کہ وہ کسی شعبدہ گر کے لئے کام کر رہی ہے۔

اس کی تصویر اُسے عمران سے ملی تھی اور ایکس ٹو کے حکم کے مطابق اسے سردار گڈھ میں تلاش کرنا تھا۔ آسان کام نہیں تھا کیونکہ نہ تو اسے لڑکی کا نام معلوم تھا اور نہ پتا۔ اگر وہ اس شعبدہ گر کی اسسٹنٹ نہ ہوتی تو شاید ایک ماہ میں بھی اُسے تلاش نہ کر پاتا۔ میزبان ہوٹل کی تفریحات کے اشتہار ہی میں اس کی تصویر بھی نظر سے گذری تھی اور وہ شام گذارنے کے لئے سیدھا یہیں چلا آیا تھا۔

دوسری صبح وہ طویل فاصلے کی ٹیلی فون کال پر عمران کو اطلاع دے رہا تھا۔

"لڑکی کا نام "ریکھا چودھری" ہے۔ پروفیسر ایکس نامی شعبدہ گر کی اسسٹنٹ ہے۔ پروفیسر ایکس دیسی ہی آدمی ہے۔ اصل نام کا ابھی تک علم نہیں ہو سکا۔ میزبان ہوٹل میں مظاہرے کر رہا ہے۔ ریکھا چودھری اسی کے ساتھ ستائیس شہزادروڈ پر مقیم ہے۔!"

"ٹھیک ہے۔!" دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ "تم وہیں مقیم رہ کر دونوں پر نظر رکھو۔!"

"کب تک قیام کرنا پڑے گا۔!"

"اس کا فیصلہ تمہارا باس کرے گا۔!"

"لیکن اس کے حکم کے مطابق رپورٹ تو آپ ہی کو دینی ہے۔!"

"غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرو۔!" کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ صفدر نے طویل سانس لی اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس نے یہ کال ٹیلی فون آفس سے کی تھی۔

ریکھا چودھری پر ہر وقت نظر رکھنا آسان کام نہیں تھا۔ کیونکہ وہ عموماً اسی وقت بنگلے سے برآمد ہوتی تھی جب شو کے لئے میزبان ہوٹل جانا ہوتا تھا۔ لہٰذا شام سے پہلے وہ اسے دوبارہ نہ دیکھ سکا۔

آج کا مخصوص شعبدہ تو ایک حیرت انگیز چیلنج ثابت ہوا۔

شعبدہ گر اعلان کر رہا تھا۔ "خواتین و حضرات.... میں اپنی اسسٹنٹ مس ریکھا چودھری کو مشین بنانے جا رہا ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ کس طرح گوشت پوست سے ایک فولادی پیکر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ کوئی جوان جو اس کے مقابل رقص کر سکے۔!"

اس کے اس چیلنج پر بے شمار ہاتھ اٹھ گئے۔

"ٹھہریئے.... پہلے پوری بات سن لیجئے۔!" شعبدہ گر بولا۔ "وہ تیز قسم کی موسیقی پر رقص کرے گی۔ کم از کم دس نوجوان جنہیں اپنی توانائیوں پر اعتماد ہو خود کو تیار رکھیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ پانچ منٹ سے زیادہ اس کے مقابل ٹھہرنا دشوار ہوگا۔!"

"ہم دیکھیں گے.... ہم دیکھیں گے۔!" کئی غصیلی آوازیں تماشائیوں کی طرف سے آئیں۔

"اچھی بات ہے تو میں اس پر عمل کرنے جا رہا ہوں۔ ایک ایک نوجوان اس کے مقابل آئے گا جیسے ہی ایک تھک کر معطل ہوگا دوسرا فوراً ہی اس کی جگہ لے لے گا۔ لیکن ریکھا اسی رفتار سے رقص کرتی رہے گی۔!"

پھر وہ ریکھا کو ایک کرسی پر بٹھا کر عمل تنویم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بیدار ہو کر اٹھی اور مائیکروفون سے رقص کی موسیقی منتشر ہونے لگی۔ ریکھا نے بالکل مشینی انداز میں رقص شروع کر دیا تھا۔ تماشائیوں میں سے ایک نوجوان اٹھا اور اسٹیج پر آ کر ریکھا کے مقابل رقص کرنے لگا۔

موسیقی تیز ہوتی رہی۔ دونوں طوفانی انداز میں رقص کرتے رہے پھر اچانک ریکھا کا ہم رقص لڑکھڑا کر گر پڑا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ اس کی جگہ لینے کے لئے دوسرا آ پہنچا۔

ریکھا بدستور رقص کرتی رہی۔ سچ مچ ایسا ہی لگتا تھا جیسے کوئی مشین چل پڑی ہو۔ جذبات و احساسات سے عاری چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر وہ چھ نوجوانوں کو شکست دے چکی تھی۔

پھر ایک بلند و بالا نوجوان اپنی جگہ سے اٹھا اور ریکھا کے مقابل آ گیا۔ غیر معمولی طور پر توانا اور

پھرتیلا معلوم ہوتا تھا۔ لوگوں نے تالیاں بجائیں کیونکہ دس منٹ گذر جانے کے باوجود بھی ریکھا ہی کی سی رفتار سے رقص کئے جا رہا تھا جب کہ دوسرے پانچ یا چھ منٹ سے زیادہ نہیں سہار سکے تھے۔ پندرھویں منٹ پر وہ اچانک لڑکھڑایا اور اسٹیج پر ڈھیر ہو گیا۔

پھر اس کے بعد کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ اٹھا۔

ریکھا پہلے ہی کے انداز سے رقص کئے جا رہی تھی۔ ساتواں جوان جہاں گرا تھا وہیں پڑا رہا۔ اس سے پہلے جو گرے تھے وہ خود ہی اٹھ کر ہانپتے ہوئے اور شرمندگی کے آثار چہروں پر لئے اپنی جگہوں پر واپس چلے گئے تھے۔ لیکن یہ ساتواں جوان کچھ اس طرح گرا تھا کہ پھر اٹھ ہی نہ سکا۔

شعبدہ گر نے مجمعے پر نظر ڈالی اور پھر گرے ہوئے نوجوان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچا تھا اور جھک کر دیکھنے لگا تھا۔

پھر صفدر نے محسوس کیا جیسے وہ سراسیمگی میں مبتلا ہو گیا ہو۔ کبھی گرنے والے کی نبض ٹٹولتا اور کبھی سینے سے کان لگا کر دل کی دھڑکن سننے کی کوشش کرنے لگتا۔

ریکھا دیوانہ وار رقص کئے جا رہی تھی اور تیز موسیقی کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھی۔ اچانک اسٹیج کا پردہ کھینچ دیا گیا۔

"کوئی گڑبڑ....!" صفدر کرسی سے اٹھتا ہوا بڑبڑایا اور ٹھیک اسی وقت موسیقی بھی تھم گئی۔

پھر شائد اس نوجوان کے ساتھی اسٹیج کی طرف جھپٹے لیکن انہیں پردے کے پیچھے جانے سے روک دیا گیا تھا۔ صفدر بھی ان میں سے ایک کے قریب جا کھڑا ہوا۔

"کیا قصہ ہے جناب....؟" اس نے اس سے سوال کیا۔

"وہ کہتے ہیں ڈاکٹر کو طلب کیا گیا ہے....!" جواب ملا۔

تھوڑی دیر بعد ایک آدمی پردہ ہٹا کر سامنے آیا اس کے ہاتھ میں مائیک تھا۔

"خواتین و حضرات!" اس کی آواز ہال میں گونجی۔ "ہمیں بے حد افسوس ہے کہ کھیل جاری نہیں رہ سکتا۔ ساتویں مقابلہ کرنے والے کی حالت بہتر نہیں ہے۔ ڈاکٹر کو طلب کیا گیا ہے۔!"

مجمعے پر سناٹا چھا گیا۔

پھر دس منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ ڈاکٹر نے پردے کے باہر آ کر نوجوان کی موت کا اعلان کر دیا۔ وجہ ہارٹ فیلیور بتائی تھی۔ لوگ اونچی آوازوں میں شعبدہ گر کو گالیاں دینے لگے۔



ڈاکٹر سجاد لاش کے پوسٹ مارٹم کے لئے تیاری کر رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ ڈاکٹر سجاد کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ آنکھوں سے خوفزدگی کا اظہار ہونے لگا۔ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے میز کی طرف بڑھا اور کانپتے ہوئے ہاتھ سے ریسیور اٹھایا۔ "ہیلو۔!"

"کون بول رہا ہے۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ڈاکٹر سجاد....!"

"غالباً ہوٹل میزبان والی لاش کا پوسٹ مارٹم کرنے جا رہے ہو۔ کیا خیال ہے....؟"

"مم.... میں نہیں سمجھا....!"

"ڈاکٹر سجاد.... میرا خیال ہے کہ دماغ کی شریان پھٹ جانے کی وجہ سے موت واقع ہوئی ہے۔!" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"مجھ پر رحم کرو....!" ڈاکٹر سجاد گڑگڑایا۔

"تمہارا کیا بگڑتا ہے.... دوسری صورت میں تم جانتے ہی ہو کہ کیا ہوگا۔!"

"میں.... نے ابھی تک وہی کیا ہے.... جو تم کہتے رہے ہو۔ لل.... لیکن کب تک۔!"

"بس کچھ دنوں کی اور بات ہے.... اور تمہارا بگڑتا کیا ہے۔!"

"کک.... کچھ نہیں....!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ڈاکٹر سجاد نے ریسیور کریڈل میں رکھ دیا اور اپنی پیشانی پر پھوٹ آنے والی ننھی ننھی بوندوں کو رومال میں جذب کرنے لگا۔

"مم.... مگر سوال تو یہ ہے۔!" وہ آہستہ سے بڑبڑا کر رہ گیا۔

لاش سردار گڈھ کے ایک متمول آدمی کے بیٹے کی تھی اور اسکا تعلق برسر اقتدار پارٹی سے تھا۔ اس وقت وہ بھی سول ہسپتال ہی میں موجود تھا۔ ڈاکٹر سجاد ایک بار پھر پسینے میں نہا گیا۔ جوں توں کر کے اس نے لاش کا پوسٹ مارٹم کیا تھا اور پھر رپورٹ لکھتے وقت اس کے ہاتھ پر بُری طرح کپکپاہٹ طاری ہو گئی تھی۔

رپورٹ مکمل کر کے اس نے ٹائپسٹ کے حوالے کی اور اس سے متعلق ہدایات دیتا ہوا باہر نکلا چلا گیا۔ اسے ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے عنقریب نروس بریک ڈاؤن کا شکار ہو جائے گا۔

اگر گاڑی میں ڈرائیور موجود نہ ہوتا تو شائد اس وقت اسے ٹیکسی کرنی پڑتی خود ڈرائیو کرنے کی سکت اس میں نہیں رہی تھی۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح گھر پہنچا.... لیکن ابھی لباس بھی تبدیل نہیں کر پایا تھا کہ کسی کی آمد کی اطلاع ملی۔

"کون ہے....؟" اس نے ملازم کو گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نے اسے بتایا نہیں کہ میں پہلے سے وقت کا تعین کئے بغیر نہیں ملتا۔!"

"انگریز عورت ہے جناب.... آپ کا نام لے رہی ہے۔!" ملازم نے جواب دیا۔

"اوہ.... ساجد سے کہو وہ اس سے کہہ دے کہ پانچ بجے سے قبل نہیں مل سکوں گا۔!"

"بہت بہتر جناب....!" ملازم نے کہا۔

اسکے جانے کے بعد وہ بستر پر گیا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد کسی نے خواب گاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔!

"کون ہے....؟" وہ مردہ سی آواز میں بولا۔ "آجاؤ....!"

اس کا بڑا لڑکا ساجد کمرے میں داخل ہوا۔!

"کیا بات ہے....؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"وہ کسی طرح نہیں مانتی.... فوری طور پر ملنا چاہتی ہے۔ کوئی بہت ہی اہم معاملہ ہے۔!"

"کیا اس نے اپنا وزیٹنگ کارڈ نہیں دیا....؟"

"نہیں.... اپنے بارے میں بھی وہ صرف آپ کو ہی بتائے گی۔!"

"بہت اچھا....!" ڈاکٹر طویل سانس لے کر بولا۔ "اسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔!"

لڑکا چلا گیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کسی نے اس سے اس طرح ملنے کی کوشش کی تھی۔ اس سلسلے میں وہ کسی قدر خائف بھی نظر آنے لگا تھا۔

جلدی جلدی اس نے شب خوابی کا لباس اتار کر دوسرے کپڑے پہنے اور ڈرائنگ روم کی طرف چل پڑا۔

کوئی سفید فام غیر ملکی عورت اس کے لئے نئی چیز نہیں تھی۔ لیکن اُسے یاد نہ آسکا کہ اس عورت کو پہلے بھی کہیں دیکھا ہو۔ عمر پچیس چھبیس سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ چہرہ دلکش اور جسم دعوت نظر دینے والا تھا۔

"کیا ہماری گفتگو کوئی تیسرا بھی سن سکے گا۔!" عورت آہستہ سے بولی۔ اس نے یہ سوال

انگریزی میں کیا تھا لیکن ڈاکٹر کے اپنے تجربے کے مطابق انگریز نہیں معلوم ہوتی تھی۔

"نن.... نہیں....!" اس نے متحیرانہ انداز میں جواب دیا۔

"میں کیپٹن فیاض کی طرف سے آئی ہوں۔!"

"اوہ....!" ڈاکٹر سجاد نے طویل سانس لی۔

"وہ معاملے کی نوعیت معلوم کرنا چاہتا ہے۔!" عورت بولی۔

کسی غیر ملکی عورت کے توسط سے؟ ڈاکٹر نے سوچا اور اس کا ذہن شبہات اور بے یقینی کی دلدل میں پھنسنے لگا۔

عورت اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً مسکرا کر بولی۔ "تم سے ملنے والے ہر دیسی آدمی کا تعاقب کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ تدبیر کی گئی ہے اور ہاں انہیں اس کا علم ہو گیا ہے کہ تم نے اپنے برادر نسبتی سے مدد طلب کی ہے۔!"

"نہیں....!" ڈاکٹر سجاد خوفزدہ انداز میں اچھل پڑا۔

"اس لئے کیپٹن فیاض براہِ راست تم سے رابطہ نہیں رکھے گا اور تم بھی اس سلسلے میں احتیاط برتو گے۔!"

"بب.... بہت اچھا....!"

"اب جلدی سے اصل معاملے کی طرف آجاؤ....!"

"مم.... میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔!"

"میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ تم نے کیپٹن فیاض کو تفصیل سے آگاہ نہیں کیا۔!"

"کچھ اشارے کئے تھے شاید وہ سمجھ نہیں سکے۔!" ڈاکٹر سجاد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ٹھیک ہے.... اب وہ میرے توسط سے تفصیل جاننا چاہتا ہے۔!"

ڈاکٹر تھوڑی دیر تک گہری گہری سانسیں لیتا رہا پھر بولا۔ "کوئی ایک ماہ پہلے کی بات ہے کہ ایک لاش پوسٹ مارٹم کے لئے لائی گئی۔ مجھے اس کا پوسٹ مارٹم کرنا تھا۔ ٹھیک اسی وقت فون پر کسی نامعلوم آدمی نے مجھ سے کہا کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں ہارٹ فیلیور کے علاوہ اور کوئی وجہ ظاہر نہ کی جائے۔ خلاف ورزی کی صورت میں خود مجھے یا میرے کسی بچے کو شارع عام پر گولی

ردی جائے گی۔ یقین نہ ہو تو مجھے کھڑکی سے باہر دیکھنا چاہئے۔!"

ڈاکٹر سجاد خاموش ہو گیا۔

عورت نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ "تم نے کھڑکی سے کیا دیکھا تھا۔!"

"ایک جیپ نیچے کھڑی ہوئی تھی جس میں تین آدمی بیٹھے تھے۔ خوفناک شکلوں والے اور ھے اس طرح گھور رہے تھے جیسے قتل کر دینے کے ارادے سے آئے ہوں۔ فون کی گھنٹی پھر بجی۔ ں بار بھی وہی آواز تھی۔ اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے پولیس کو مطلع کیا تو انجام ہتر نہ ہوگا۔ گھر کی عورتیں تک اٹھوالی جائیں گی۔!"

وہ پھر خاموش ہو گیا۔ اس کے چہرے پر کرب کے آثار تھے۔ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی واز میں بولا۔ "آج بھی میں ایسی نویں لاش کا پوسٹ مارٹم کر کے آرہا ہوں جس سے متعلق مجھے ط رپورٹ مرتب کرنی پڑی ہے۔!"

"نویں لاش....؟"

"ہاں.... ایک ماہ کے اندر اندر نویں لاش....!"

"حقیقتاً موت کی وجوہ کیا تھیں....؟"

"زہر.... ایسا زہر جس کے اثرات دل کے علاوہ اور کہیں نہیں پائے جاتے۔!"

"ساری لاشیں ایسی ہی تھیں....؟"

"ہاں.... وہ سب ایک ہی قسم کے زہر کے شکار ہوئے تھے۔!"

"لیکن آج والی لاش تو....!"

"ہاں....!" ڈاکٹر سجاد جلدی سے بولا۔ "وہ ناچتے ناچتے گر کر مرا تھا۔ لیکن یقین کرو کہ وہ بھی ما زہر کا شکار ہوا تھا.... اور مجھے فون پر ہدایت ملی تھی کہ رپورٹ میں دماغ کی شریان پھٹ نے کی کہانی بیان کی جائے۔!"

"اب کچھ اس آواز کے بارے میں بتاؤ جو فون پر تم سے مخاطب ہوتی ہے۔!"

"بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی مینڈک آدمی کی طرح بولنے لگا ہو۔!"

"بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔! ڈاکٹر سجاد! کیا اس نے تمہیں بتایا کہ تم نے کیپٹن ض سے مدد طلب کی تھی۔!"

"نہیں....ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔!"

"حالانکہ وہ کیپٹن فیاض کو دھمکا چکا ہے کہ اگر اس نے اس معاملے میں مداخلت کی تو تم اپنے پورے کنبے سمیت ختم کر دیئے جاؤ گے۔!"

ڈاکٹر سجاد کے پورے چہرے پر پسینہ آ گیا۔

"فکر نہ کرو ڈاکٹر....!" عورت کچھ دیر بعد بولی۔ "بہت احتیاط سے کام لیا جا رہا ہے۔ بالآخر ہم انہیں قابو میں کر لیں گے ویسے کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کی آواز ریکارڈ کی جا سکے۔!"

"ممکن ہے.... لیکن دوسروں کو علم ہو جائے گا۔ مطلب یہ کہ اس کی کال میرے آفس ہی میں آتی ہے۔ آج تک گھر پر کوئی کال نہیں آئی۔!"

"خیر ہم دیکھیں گے کہ اس کے لئے کیا کر سکتے ہیں....!"



صفدر عمران کو رپورٹ دینا چاہتا تھا کہ شعبدہ گر کے مظاہروں پر فی الحال پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ وہ کہیں بھی اپنا کوئی شو نہیں کر سکتا۔

حسب معمول وہ ٹیلی فون آفس پہنچا اور کال بک کرانے کے بعد اپنی باری کا انتظار کرنے لگا۔

بیس منٹ بعد ریسیور اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ عبدالمنان کو کال کر رہا تھا۔ بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ دفعتاً سلسلہ منقطع ہو گیا۔

"آپریٹر....!" صفدر دہاڑا۔ "سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔!"

"یہاں سے تو نہیں ہوا جناب....!" آپریٹر کی آواز آئی۔ "میں دیکھتا ہوں۔"

اس کے بعد ایک تیسری آواز آئی۔ "وہ نہیں دیکھ سکے گا مسٹر۔ اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو سرخ رنگ کی اس گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ جو باہر کھڑی ہے۔!"

"کیوں.... تم کون ہو....؟" صفدر غرایا۔

"میں کوئی بھی ہوں۔ لیکن تمہارے بھلے کو کہہ رہا ہوں۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"اگر تم نے میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کیا تو باہر نکلتے ہی تمہارا جسم چھلنی ہو جائے گا۔!"

پھر آپریٹر کی آواز آئی۔ "سلسلہ دوبارہ مل گیا ہے جناب آپ گفتگو کیجئے۔!"

دوسری طرف سے عمران "ہیلو.... ہیلو....!" کئے جا رہا تھا۔

"میں خطرے میں ہوں۔!" صفدر نے کہا۔

"وضاحت کرو....!" دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔

"ابھی سلسلہ منقطع ہو گیا تھا اور دوسری آواز مجھے مشورہ دینے لگی تھی کہ باہر نکل کر سرخ رنگ کی کار میں بیٹھ جاؤں۔ ورنہ میرا جسم چھلنی کر دیا جائے گا۔!"

"نہایت معقول مشورہ تھا.... تم برا کیوں مان گئے۔!"

"میں خطرے میں ہوں.... یہ مذاق نہیں ہے۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکلا۔ آس پاس کئی گاڑیاں موجود تھیں۔ لیکن سرخ کار سیڑھیوں کے قریب ہی موجود تھی۔

ایک آدمی ڈرائیونگ سیٹ پر تھا اور دوسرا پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولے کھڑا صفدر کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ اس کا بایاں ہاتھ پتلون کی جیب میں تھا اور جیب کسی قدر بھری ہوئی تھی۔

صفدر اس کا مطلب اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس جیب سے بے آواز فائر بھی ہو سکتا تھا۔

"وہ انہیں تیکھی نظروں سے دیکھتا ہوا سرخ کار کے قریب پہنچ گیا۔!"

"لفٹ دینے کا بہت بہت شکریہ....!" وہ مسکرا کر بولا۔ "یہاں سے مجھے ٹیکسی ملنے میں دشواری پیش آتی۔!"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر دوسری طرف اس انداز سے کھسک گیا جیسے اس آدمی کیلئے جگہ بنا رہا ہو۔!"

وہ اچھل کر اس کے برابر بیٹھا ہی تھا کہ گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

کوئی سخت سی چیز صفدر کے داہنے پہلو سے چبھ رہی تھی۔ وہ چپ چاپ بیٹھا اپنے چہرے پر لاپروائی کا تاثر پیدا کرتا رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا تھا۔ "کیا میں سگریٹ پی سکتا ہوں؟"

"چپ چاپ بیٹھے رہو۔!" وہ آدمی سرد لہجے میں بولا۔

صفدر نے شانوں کو جنبش دی اور منہ پھیر کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ گاڑی شہر سے ویرانے کی طرف جا رہی تھی۔ سڑک کے دونوں اطراف پہاڑوں کے سلسلے پھیلتے چلے گئے تھے۔ صفدر کو اصل معاملے کا علم نہیں تھا وہ تو صرف ریکھا چودھری کی تلاش میں آیا تھا اور عمران ہی کے

مشورے پر ٹیلی فون آفس سے اسے اس کے بارے میں رپورٹ دیتا رہا تھا۔ اگر وہ معاملہ اتنا ہی اہم تھا تو فون پر رپورٹ کیوں طلب کی گئی تھی اور جناب نے کتنے مزے سے فرمایا تھا چڑھ جا بیٹا سولی پر۔ پتا نہیں یہ لوگ کون ہیں اور اب اسے کن حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

غالباً آٹھویں میل پر گاڑی دفعتاً رک گئی تھی اور اس آدمی نے ایک لفافہ اسے تھماتے ہوئے کہا تھا۔ "گاڑی سے اُتر جاؤ۔!"

"یہاں....؟" صفدر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"اترو....!" دائیں پہلو سے چبھنے والی سخت سی چیز کا دباؤ بڑھ گیا۔

صفدر نے دوسری طرف کا دروازہ کھولا اور گاڑی سے اُتر گیا۔ انجن بند نہیں کیا گیا تھا۔ اس کے اترتے ہی گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

اب وہ ہونقوں کی طرح منہ کھولے کھڑا تھا۔ پھر ایک جیپ تیزی سے اس کے قریب ہی سے گذری اور وہ چونک کر اس لفافے کو گھورنے لگا جو اسے دیا گیا تھا۔

وہیں کھڑے کھڑے اس نے لفافہ چاک کیا۔ انگریزی حروف میں ٹائپ کیا ہوا خط تھا۔

"فوراً واپس جاؤ.... اور عمران سے کہہ دو کہ اس چکر میں نہ پڑے۔ ورنہ اس کی لاش کا بھی پتہ نہ چلے گا۔ ہمارا سربراہِ سردار گڈھ کے معاملات میں غیر متعلق لوگوں کی مداخلت برداشت نہیں کرسکتا۔ تم نے دیکھ ہی لیا ہوگا کہ ہمارا سربراہ کتنا طاقت ور ہے۔ کچھ ٹیلی فون آفس ہی کی بات نہیں۔ تم جہاں سے بھی رپورٹ بھیجنا چاہو گے ہمارے سربراہ کے علم میں پہلے آجائے گی۔ آج ہی واپس جاؤ.... اگر زندگی عزیز ہو۔

ایک ہمدرد!"

صفدر نے طویل سانس لی اور آہستہ آہستہ سے منہ چلانے لگا۔ اب سوال یہ تھا کہ شہر کس طرح جائے۔ اتنی دیر میں صرف وہی دو گاڑیاں اس سڑک پر نظر آئی تھیں۔

پھر وہ پیدل ہی شہر کی جانب چل پڑا۔ شائد آدھے گھنٹے بعد ایک ٹرک دکھائی دیا تھا اور یہ شہر ہی کی طرف جا رہا تھا۔

ٹرک ڈرائیور کو یہ باور کرانے میں بھی کچھ وقت صرف ہوا کہ وہ سچ مچ قابل رحم ہے۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح شہر پہنچا تھا اور پھر اس فکر میں پڑ گیا تھا کہ آج ہی کی فلائٹ سے اپنے شہر

پہنچ جائے۔ خدا خدا کر کے دوسری صبح تین بجے ایئرپورٹ پر اس کا جہاز اترا تھا اور صفدر سوچنے لگا تھا کہ کیوں نہ اسی وقت عمران کے فلیٹ پر پہنچ کر اُسے بور کیا جائے۔ اس سلسلے میں وہ جھنجھلاہٹ بھی بروئے کار آئی جو اصل معاملات سے لاعلمی کی بناء پر پیدا ہوئی تھی۔

ٹیکسی ساڑھے تین بجے عمران کی قیام گاہ کے قریب پہنچی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس وقت وہ یقینی طور پر عمران کو جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دے گا۔

تین منٹ تک کال بیل کا بٹن دباتے رہنے کے بعد دروازہ کھلا تھا۔ سلیمان دروازے میں کھڑا سے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے دیکھے جا رہا تھا۔

"پیچھے ہٹو....!" صفدر اُسے دھکا دیتا ہوا بولا۔

"جج.... جی ہاں.... تشریف لائیے.... صاحب سو رہے ہیں۔!"

"جگادو....!"

"یہ میں نہیں کرسکوں گا جناب۔ آپ ہی اٹھائیے۔ دروازہ بولٹ کئے بغیر سوتے ہیں۔!"

پھر جیسے ہی وہ خواب گاہ کی طرف بڑھا تھا عمران کی آواز آئی تھی۔ "آخاہ آپ ہیں۔!"

دروازے کو دھکا دے کر وہ خواب گاہ میں داخل ہوا۔ عمران پالتھی مارے مسہری پر براجمان نظر آیا۔

"کہئے.... کیا وہ سرخ گاڑی آپ کو یہاں تک پہنچا گئی ہے....؟"

"اس لفافے سمیت..!" صفدر نے جیب سے لفافہ نکال کر عمران کے آگے پھینکتے ہوئے کہا۔

"تشریف رکھئے.... یا کہئے تو بستر کا انتظام کردیا جائے۔!"

"کہیں میں پاگلوں کی طرح چیخنے نہ لگوں....!"

"تب تو پھر زنجیروں کا انتظام کرنا پڑے گا۔!" عمران نے لفافے سے برآمد ہونے والے خط کی طرف توجہ دیتے ہوئے کہا۔

صفدر خاموشی سے اُسے گھورے جا رہا تھا اور وہ کسی تحیر زدہ بچے کے سے انداز میں خط پڑھ رہا تھا۔

"بیحد شریف لوگ معلوم ہوتے ہیں۔!" وہ صفدر کی طرف دیکھ کر بولا۔ "کیا خیال ہے تمہارا ؟"

"اس بار آپ نے سچ مچ گردن ہی کٹوادی ہوتی۔!"

"وہم ہے تمہارا۔ ویسے میں پوری کہانی سننا پسند کروں گا۔ بیٹھ جاؤ....!"

"اچھی بات ہے۔ یہ میں بعد میں پوچھوں گا کہ وہم کیوں ہے میرا۔ پہلے آپ کہانی سن لیجئے۔" صفدر نے کہا اور سرخ گاڑی والا واقعہ دہرانے لگا۔

"کیا خیال ہے تمہارا کہ میں نے تمہیں ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔!" عمران اس کے خاموش ہو جانے پر بولا تھا۔

"کون تھا.... جو مجھے اس الجھاوے سے نکال لیتا۔!"

"اگر وہ اس مسخرے پن پر نہ اتر آتے تب بھی تم محفوظ ہی رہتے۔ میں نے تمہیں بھیجا ہی اس لئے تھا کہ ان کی نظروں میں آجاؤ.... اب میں اتنا عقل مند بھی نہیں ہوں کہ تم سے فون پر رپورٹ مانگتا۔ دراصل یہی اندازہ کرنا تھا کہ وہ کتنے باخبر ہیں اور ان کا پھیلاؤ کس نوعیت کا ہے۔!"

"تو گویا.... میں پہلے ہی پہچانا گیا تھا۔!"

"یقیناً.... کیونکہ تم میرے ساتھ بہت زیادہ دیکھے جاتے ہو۔ ویسے مجھے علم ہو چکا ہے کہ سرخ کار تمہیں سنسان سڑک پر چھوڑ کر کہاں گئی تھی۔ عقلمند آدمی یہ کام میں کسی ایسے آدمی سے بھی لے سکتا تھا جو کبھی میرے قریب نہ آیا ہو۔!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ مجھے قربانی کا بکرا بنا کر آپ نے صحیح معلومات حاصل کی ہیں۔!"

"آٹھ آدمی ہر وقت تمہاری نگرانی کرتے تھے اور یہاں میری نگرانی ہو رہی ہے۔ لیکن میں فی الحال انہیں نہیں چھیڑنا چاہتا جو میری نگرانی کر رہے ہیں۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ اصل معاملہ کیا ہے....؟"

"دلچسپ کہانی ہے۔!" عمران نے کہا اور تکیئے کے نیچے چیونگم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔

"کہانی جناب.... چیونگم سے مدارات نہ کیجئے۔!"

"کیا تم نے ان بزرگ کا قصہ نہیں سنا جو حقہ پلائے بغیر نہیں مانتے تھے۔!"

"میں بہت تھکا ہوا ہوں۔!"

"چیونگم تھکن بھی دور کر دیتی ہے۔!" وہ صفدر کی طرف ایک پیس بڑھاتا ہوا بولا۔

کچھ دیر دونوں احمقوں کے سے انداز میں چیونگم کچلتے رہے۔ پھر عمران نے کہا۔ "اس کہانی کا تعلق کیپٹن فیاض سے ہے۔!"

کہانی دہرا چکا تو ہنس کر بولا۔ "اب عالم یہ ہے کہ فیاض کے آدمی بھی میری نگرانی کر رہے ہیں کہ میں کہیں سردار گڈھ نہ چلا جاؤں۔!"

"یعنی وہ اس حد تک خائف ہے۔!" صفدر ہنس پڑا۔

"کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے وہ اپنے لئے خائف نہیں ہے۔!"

"تو اس کا وہ عزیز سردار گڈھ ہی میں رہتا ہے۔!"

"ہاں....!"

"ریکھا چودھری کا کیا قصہ ہے۔ کیا فیاض کا عزیز اس سے کوئی تعلق رکھتا ہے....؟"

"پتا نہیں۔ اس کی تصویر تو اسی پرس سے برآمد ہوئی تھی جو مجھے بیہوش آدمی کے قریب غلے کے گودام میں ملا تھا۔!"

"فیاض کے اس عزیز کو آپ جانتے ہیں۔!"

"کیوں نہیں.... آج ہی اس کی کہانی بھی مجھ تک پہنچی ہے۔ اس کے بارے میں جولیا نے معلومات فراہم کی ہیں لیکن وہ میک اپ میں تھی۔!"

"وہ میک اپ میں تھی اور میں یوں ہی دار پر چڑھا دیا گیا۔!" صفدر نے بُرا مان کر کہا۔

"اگر وہ میک اپ میں نہ ہوتی تو کوئی سرخ گاڑی اسے افق کے پار ہی لے جاتی۔ تمہاری طرح قافہ نہ لاتی میرے لئے۔!"

"خیر.... خیر.... فیاض کے عزیز کی کہانی کیا ہے....؟"

"سردار گڈھ کا سول سرجن ہے ڈاکٹر سجاد....!"

"اوہو.... نام تو سنا ہوا سا لگتا ہے۔!"

پھر عمران اسے بالتفصیل بتانے لگا تھا کہ ڈاکٹر سجاد کیوں خائف ہے اتنے میں کسی نے خواب اہ کے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے....؟" عمران چونک کر بولا۔

دروازہ کھلا تھا اور سلیمان کافی کی ٹرے اٹھائے ہوئے اندر آیا تھا۔

"کمال ہے بھئی۔!" عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔ "تم اس گھر میں بہت مقبول معلوم وتے ہو۔ مجھے کبھی چار بجے صبح کافی نہیں ملی۔!"

صفدر مسکرا دیا۔ لیکن سلیمان کا منہ پھولا ہوا تھا۔ وہ کچھ نہ بولا۔

"ابے تو خود کیوں پاؤر روٹی بنا ہوا ہے۔!" عمران نے سلیمان کو گھورتے ہوئے کہا۔

"روٹیاں لگ گئی ہیں۔!" سلیمان نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"بھائی میں نے کافی کی فرمائش تو نہیں کی تھی۔ تم خواہ مخواہ خفا ہو رہے ہو۔!"

"اس کی بات نہیں ہے صاحب.....!" سلیمان بدستور منہ چڑھائے ہوئے بولا۔ "جب آپ نے گھنٹی بجائی۔ اس وقت خواب دیکھ رہا تھا کہ میں صاحب کے ساتھ بازار گیا ہوں اور صاحب میرے لئے سوٹ کا کپڑا خریدنے والے تھے۔ جیب سے پرس نکالا ہی تھا کہ آنکھ کھل گئی۔!"

"کھل گئی نا... ابے تو خواب میں بھی اب مجھ سے کچھ نہیں وصول کر سکتا۔" عمران نے قہقہہ لگایا۔

"کیوں.... اب کیا مصیبت آ گئی ہے۔!"

"ایک ہفتے سے مسلسل.... دال ترکاری کھلائے چلا جا رہا ہے۔!"

"میں کیا کروں.... گوشت والوں نے ہڑتال کر رکھی ہے۔!"

"بیسن کی پھلکیوں میں شوربہ لگا دیا کر اور ہر پھلکی کے اندر پتھر کا ایک ٹکڑا بھی رکھ دیا کر تا کہ ہڈی کا بھی مزا آ جائے۔!"

سلیمان نے کافی کی پیالی صفدر کی طرف بڑھاتے ہوئے۔!" بس آج کل صبح سے شام تک بیٹھے گوشت کی نقل تیار کرتے رہتے ہیں۔ میں تو نہیں پکا سکتا اڑد کی دال کے کوفتے۔!"

"مچھلی اور مرغ میں کیا قباحت ہے۔!" صفدر بولا۔

"مچھلی کی شکل دیکھ کر پتہ نہیں کون یاد آنے لگتی ہیں اور مرغ بدتمیز ہوتا ہے۔!" سلیمان نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"نہیں ہوتا....؟" عمران نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"ہوتا ہوگا صاحب.... لیکن آپ انڈا بھی تو نہیں کھاتے۔!"

"یہ نام مجھے پسند نہیں ہے.... واہ.... انڈا بھی کوئی نام ہوا۔!"

"بینگن بھی اسی لئے نہیں کھاتے۔!" سلیمان نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا اور عمران کی طرف کافی کی پیالی بڑھائی۔

"اچھا اب تم دفع ہو جاؤ۔!"

سلیمان چلا گیا اور ڈاکٹر سجاد کی بات پھر چھڑ گئی۔

"اس کیس میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ وہ لوگ بڑے جیالے ہیں۔ اس حد تک بیباک کہ قانون کے محافظوں کو بھی چیلنج کر سکتے ہیں۔ لیکن ان اموات کی اصل وجہ چھپانا چاہتے ہیں۔!"

"واقعی یہ حیرت انگیز ہے۔!" صفدر سر ہلا کر بولا۔

"جب انہیں یقین ہے کہ پولیس ان تک نہیں پہنچ سکے گی تو اموات کی وجہ ظاہر ہو جانے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔!"

صفدر مستفسرانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

"اب آؤ زہر کی طرف.... کوئی نامعلوم قسم کا زہر ہے۔ ڈاکٹر سجاد اسے کوئی نام نہیں دے سکا۔ پھر اس کے اثرات دل ہی تک محدود رہتے ہیں۔ معدے یا شریانوں میں اس کا سراغ نہیں ملتا اور ڈاکٹر سجاد یہ بتانے سے بھی قاصر رہا تھا کہ زہر جسموں کے اندر کس طرح داخل ہوا تھا اب تم مجھے کچھ بتاؤ کیونکہ آخری آدمی تمہارے سامنے ہی مرا تھا۔!"

"میرے سامنے مرا نہیں تھا۔ صرف گرا تھا.... پہلے بھی کئی گر چکے تھے۔ اسٹیج کا پردہ کھینچ دیا گیا تھا اور قریباً پندرہ منٹ بعد موت کا اعلان کیا گیا تھا۔!"

"رقص کے دوران میں ان کا درمیانی فاصلہ کتنا رہا ہوگا....؟"

"یہی کوئی تین چار فٹ....!"

"ذہن پر زور دے کر بتاؤ کہ گرنے سے قبل کیا وہ فاصلہ کسی قدر کم بھی ہوا تھا۔!"

"یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ ظاہر ہے کہ اس کی طرف توجہ نہیں تھی۔!"

عمران تھوڑی دیر تک خاموشی سے کافی کی چسکیاں لیتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "یہ لڑکی ریکھا چودھری خدوخال کے اعتبار سے یہاں کی باشندہ نہیں معلوم ہوتی۔!"

"آپ تصویر کی بناء پر کہہ رہے ہیں۔ صد فیصد یہیں کی پیداوار ہے۔!"

"چلو.... خیر....!"

"لیکن جس کے پرس سے وہ تصویر برآمد ہوئی تھی اس کے لئے آپ نے کیا کیا۔!"

"کچھ بھی نہیں.... اس کی شخصیت پر تو لڑکی ہی روشنی ڈال سکے گی۔!"

"تو آپ یہیں بیٹھے بیٹھے کام چلائیں گے۔!"

"اب تم خود ہی دیکھو دو اطراف سے گھرا ہوا ہوں۔!"

"کہیں یہ حرکت اسی لئے تو نہیں کی گئی کہ آپ صرف اسی شہر تک محدود ہو کر رہ جائیں۔ ظاہر ہے کہ فیاض ہرگز نہ چاہے گا کہ آپ شہر چھوڑدیں۔!"

"پتا نہیں.... بھلا ابھی کیا کہا جاسکتا ہے۔!"

"ٹھیک اسی وقت پھر کسی نے باہر سے کال بل کا بٹن دبایا تھا۔!"

"اب کون ہے....؟" عمران بڑبڑایا۔

تھوڑی دیر بعد سلیمان پھر کمرے میں داخل ہوا اور کاغذ کا ایک پُرزہ عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "صدیقی صاحب دے گئے ہیں۔!"

"کون صدیقی صاحب....؟"

"تیسری منزل پر رہتے ہیں۔ ان کے یہاں کسی نے فون کر کے یہ نمبر دیا ہے کہ آپ فوراً اس نمبر پر رنگ کر لیں۔!"

عمران نے پُرزے کو غور سے دیکھا اس پر چھ ہندسوں کا ایک نمبر تحریر تھا۔

"انہوں نے کال کرنے والے کا نام نہیں بتایا۔!"

"نہیں.... بیچارے گھبرائے ہوئے سے تھے ان کی نیند بھی خراب ہوئی۔!"

"آچھا....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "دیکھتا ہوں کہ اس نمبر پر کون نالائق ہے جس نے براہِ راست بور کرنے کی بجائے میرے ایک شریف پڑوسی کو بھی بور کیا۔!"

سٹنگ روم میں آکر اس نے فون پر وہ نمبر ڈائیل کیا۔ دوسری طرف سے ریسیور اٹھانے کی آواز کے بعد "ہیلو" سنائی دی اور یہ "ہیلو" کیپٹن فیاض کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

"یہ کیا حرکت تھی....؟" عمران غرایا۔

"مجبوری.... میں بہت پریشان ہوں....!"

"اسی پریشانی میں تمہارے آدمیوں نے میری نگرانی شروع کر دی ہے۔ شائد اس وقت بھی تین آدمی آس پاس موجود ہیں۔!"

"اب کوئی بھی نہیں ہے.... سب ہٹا لئے گئے۔ میں تم سے مدد کا طالب ہوں لیکن ایک تجویز کے ساتھ۔!"

"میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ تجویز بھی پیش کرو۔!"

"بے حد احتیاط کی ضرورت ہے۔!"

"یقیناً ہے! لیکن تم بول کہاں سے رہے ہو اور یہ کس احمق کا نمبر ہے جس نے اس وقت تمہارے ہاتھوں بور ہونا پسند کیا ہے۔!"

"میں گھر سے فون نہیں کرنا چاہتا تھا۔!"

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ تمہارا فون ٹیپ کیا جاسکتا ہے۔!"

"ہاں.... یہ ممکن ہے۔!"

"تو پھر میرا فون بھی ٹیپ کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ وارننگ تمہارے لئے نہیں بلکہ میرے لئے تھی۔!"

"اُوہ.... مجھے اس کا دھیان ہی نہیں رہا۔!"

"احمق نہ بنو.... کل مجھ سے مل لو.... یہیں آجاؤ.... کوئی کمسن حسینہ بھی نہیں ہو کہ تمہارے والدین بُرا مان جائیں گے۔ اس خدائی خوار کو جھک مارنے دو جس نے تمہیں اس حال کو پہنچا دیا ہے۔!"

"اچھا.... اچھا.... میں خود ہی آؤں گا۔!"

"دوسری بات یہ کہ میں کیپٹن فیاض نہیں ہوں....!" عمران نے کہا۔

"کک.... کیا مطلب....؟"

"تم میرے باپ کی آواز بنا کر کیپٹن فیاض کو دھوکا دے سکتے ہو۔ لیکن کیپٹن فیاض بن کر مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔!"

"یہ کیا بکواس ہے....؟"

"جو کوئی بھی تمہارا باس ہو اسے مطلع کر دو کہ عمران کو چھیڑنے کا انجام بُرا ہو گا۔!"

دوسری طرف سے قہقہے کی آواز آئی۔ لیکن یہ کسی عورت کا قہقہہ تھا۔

"ہائیں.... ہائیں.... کیا ہسٹریا کی مریضہ بھی ہو۔!"

"عمران ڈارلنگ.... تم واقعی کمال کے آدمی ہو۔!" دوسری طرف سے کہا گیا۔ اس بار بھی نسوانی ہی آواز تھی۔

"آجاؤ.... اسی بات پر.... گرما گرم کافی پلاؤں گا۔!"

"آجاؤں....؟"

"یقیناً.... آوازوں کی نقالی میں جو کچا پن ہے میری مدد سے دور کرلو....!"

"اب اپنی آواز کی نقل سنو....!"

اس بار اس نے سچ مچ عمران کی آواز کی نقل اُتار کر رکھ دی تھی۔

عمران نے اُلوؤں کی طرح دیدے نچائے اور پھر چہکار کر بولا۔ "بس اب آ ہی جاؤ.... ویسے مجھے یقین ہے کہ تم اپنے باس کی شخصیت سے آگاہ نہ ہو گی۔!"

"یہ حقیقت ہے مسٹر علی عمران اگر تم مجھے گرفتار بھی کرادو تو بات صرف میری ہی حد تک رہ جائے گی۔ اُس پر کوئی ہاتھ بھی نہ ڈال سکے گا۔!"

"ظاہر ہے کہ میں تمہیں گرفتار کرانے کی کوشش نہ کروں گا۔ جبکہ اُن چار آدمیوں کو کئی دن سے برداشت کر رہا ہوں جو دن رات میرے پیچھے لگے رہتے ہیں۔!"

"سچ مچ بہت باخبر آدمی ہو۔ اچھا صبح سات بجے فلاڈلفیا میں میرے ساتھ ناشتہ کرو۔!"

"منظور.... لیکن تمہیں پہچانوں گا کس طرح....؟"

"میں تو تمہیں پہچانتی ہوں۔ خود مل لوں گی۔ اس کی فکر نہ کرو۔ لیکن ایک بار پھر آگاہ کردوں کہ میری گرفتاری سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے گا۔!"

"لعنت بھیجو فائدے پر.... میں عموماً گھاٹے کے سودے کیا کرتا ہوں۔!"

"اچھا بس....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "صبح سات بجے فلاڈلفیا میں ملاقات ہو گی دوسری منزل کے لاؤنج میں....!"

"بائی.... بائی....!" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔



ٹھیک سات بجے وہ فلاڈلفیا کی دوسری منزل کے لاؤنج میں پہنچ گیا تھا لیکن یہاں اسے کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ کچھ دیر انتظار کر لینے میں کیا حرج ہے۔ اس نے سوچا۔

شائد دو منٹ بعد بائیں جانب والے کمرے سے ایک خوبصورت لڑکی برآمد ہوئی تھی۔ دیسی ہی تھی لیکن بلاؤز اور اسکرٹ میں ملبوس تھی۔

عمران کو دیکھ کر مسکرائی اور سر کو خفیف سی جنبش دے کر اس کی طرف بڑھتی چلی آئی۔

"یہ ایک یادگار ملاقات ثابت ہو گی مسٹر علی عمران....!"

"یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔!"

"ناشتہ کمرے میں کریں گے۔ روم سروس کو فون کر چکی ہوں۔!"

"ضرور.... ضرور....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

وہ اس کا بازو پکڑے ہوئے کمرے میں لائی اور دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا۔

"دروازہ کھلا رکھو.... شاید مجھے بھاگنا پڑے۔!" عمران احمقانہ انداز میں بولا۔

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"خیر خیر.... تھوڑی دیر بعد تم خود ہی نکال باہر کرو گی۔ ویسے میں صرف وہ تجویز معلوم کرنے آیا ہوں جو تم بحیثیت کیپٹن فیاض پیش کرنے والی تھیں۔!"

"اوہ.... وہ.... اچھا ہی ہوا کہ تم بروقت ہوشیار ہو گئے تھے۔!"

"میں نے پوچھا تھا تجویز کیا تھی....؟"

"ناشتے کے بعد..... فی الحال تم خاموش بیٹھے رہو اور میں تمہیں دیکھتی رہوں۔!"

"کیا رکھا ہے مجھ میں....!"

"کم از کم دو من گوشت تو ضرور نکلے گا۔!"

"اوہ تو کیا تم قصابوں کے کاز سے غداری کرنے کا ارادہ رکھتی ہو....؟"

اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔

لڑکی نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور ایک ویٹر ناشتے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

ناشتے کے دوران خاموشی رہی۔ کبھی کبھی عمران اُسے بڑے مغموم انداز میں دیکھ کر ٹھنڈی سانس لیتا۔ ویٹر کے رخصت ہونے کے بعد گفتگو کا آغاز کیا تھا۔

"یہ بڑی عجیب بات ہے۔!" دفعتاً عمران بولا۔ "میرا نام علی عمران ہے اور تمہارا عالیہ عمرانہ۔!"

"ارے.... ارے.... تم نے میرا نام بھی بدل دیا۔!"

"دائیں طرف سے عالیہ اور بائیں جانب سے عمرانہ لگتی ہو۔!"

"میں تمہیں اپنا نام ہرگز نہیں بتاؤں گی۔!"

"مت بتاؤ.... میرے لئے یہی کافی ہے کہ کبھی میری والد صاحب بن جاتی ہو اور کبھی کیپٹن فیاض.... مگر سوال تو یہ ہے کہ تمہیں نقل اتارنے کے مواقع کب اور کیسے ملے....؟"

"بے شمار اہم شخصیتوں کی آوازوں کے ٹیپ میرے پاس موجود ہیں۔ میں انہیں ریکارڈ پر چڑھا کر مشق کیا کرتی ہوں۔!"

"ٹیپ تمہارے باس نے مہیا کئے ہوں گے۔!"

"ظاہر ہے....!"

"اچھا تو پچھلی رات کیا تجویز تھی میرے لئے۔!"

"یہی کہ میں بحیثیت کیپٹن فیاض تمہیں مشورہ دیتی کہ میک اپ کر کے گھر سے باہر نکل آؤ۔ کسی جگہ ایک خالی گاڑی تمہاری منتظر ہوگی۔ اسی وقت سردار گڈھ روانہ ہو جاؤ۔!"

"مقصد....؟"

"اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتی۔ لیکن یہ ضرور بتاؤں گی کہ اس وقت کیوں مل بیٹھی ہوں۔!"

"ارے تم تو بتانے کی مشین معلوم ہوتی ہو.... ضرور بتاؤ....!"

"باس کی طرف سے یہ بھی ہدایت ملی تھی کہ اگر تم اس فون کال سے دھوکہ نہ کھاؤ تو میں تم سے کھل مل جاؤں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں کہ تم کس حد تک جانتے ہو۔!"

"اچھا....!" عمران نے احمقانہ انداز میں حیرت ظاہر کی۔

"ہاں....!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"تم نے مجھ پر اتنی مہربانی کی ہے تو میں بھی تم سے کچھ نہ چھپاؤں گا تاکہ ہماری دوستی دن دونی رات چوگنی ترقی کرے مجھے تمہاری ناک کی نوک بہت اچھی لگتی ہے۔!"

"شکریہ....! ہاں تو یہ بتاؤ کہ تم نے اپنے ایک دوست کو سردار گڈھ کیوں بھیجا تھا....؟"

"میں اتنا احمق نہیں ہوں۔ لیکن تمہاری ناک کی نوک کی وجہ سے سب کچھ بتا دوں گا۔ کیا تم مجھے اپنی ناک پر انگلی رکھنے کی اجازت دے سکتی ہو....؟"

"بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ میں خود ہی بتائے دیتی ہوں کہ میری ناک مصنوعی ہے اور میں اس وقت میک اپ میں ہوں۔ اصلی شکل کچھ اور ہے۔!"

"مجھے تو یہی اچھی لگتی ہے۔ لہٰذا میں اصلی شکل کے چکر میں نہیں پڑوں گا۔ خیر تو سنو میری کہانی۔!"

وہ اسے اس پرس کے بارے میں بتانے لگا جو اسے غلے کے گودام میں ملا تھا۔

"پرس سے دو رسیدیں نکلی تھیں جو سردار گڈھ کے دو تجارتی اداروں سے تعلق رکھتی

تھیں۔ غالباً ان سے شرابیں اور ادویات خریدی گئی تھیں اور ریکھا چودھری کی تصویر بھی برآمد ہوئی تھی۔ سردار گڈھ سے اندازہ لگایا کہ وہ کیپٹن فیاض کا سالا ڈاکٹر سجاد ہی ہو سکتا ہے۔ جو کسی قسم کی مشکلات میں پڑا ہوا ہے۔!"

"پھر ڈاکٹر سجاد نے کیا بتایا....!"

"کچھ بھی نہیں.... میں نے فون پر بڑی صفائی سے کہہ دیا کہ اُسے کوئی پریشانی نہیں۔ کسی نے بے پر کی اڑائی ہوگی۔ اگر تم اس سلسلے میں کچھ بتا سکو تو مشکور ہوں گا۔!"

"سنو.... پیارے دوست میں کچھ بھی نہیں جانتی.... میرے لئے ڈاکٹر سجاد بھی نیا نام ہے۔ مجھے تم سے صرف یہ پوچھنے کو کہا گیا تھا کہ تمہارا کوئی دوست سردار گڈھ کیسے جا پہنچا تھا۔!"

"اُوہ.... تب تو میں بالکل اُلو ہوں۔ میں نے تمہیں یہ سب کچھ کیوں بتا دیا۔!"

"میری ناک کی نوک پسند ہے نا تمہیں۔!"

"اچھا اب تم یہ بتاؤ کہ ریکھا چودھری اور پروفیسر ایکس کے بارے میں کیا جانتی ہو۔!"

"یہ نام بھی میرے لئے نئے ہیں۔!"

"وہ ایک شعبدہ گر ہے اور ریکھا چودھری اس کی اسسٹنٹ ہے۔!"

"تو تم مجھ سے زیادہ ہی جانتے ہو۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم خود ہی سردار گڈھ کیوں نہیں گئے تھے۔!"

"چار آدمی ہر وقت میری نگرانی کرتے ہیں۔ یہ تو ہیں کیپٹن فیاض کے آدمی اور تمہارے باس کے بھی کچھ لوگ ہیں۔ دونوں یہی چاہتے ہیں کہ میں سردار گڈھ نہ جاؤں۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔!"

"مجھے خواہ مخواہ چھیڑا گیا ہے۔ نہ کسی کے لینے میں نہ کسی کے دینے میں۔!"

"اسی لئے میں چاہتی ہوں کہ تم صرف مجھ سے لین دین رکھو....!"

"کیا بیچتی ہو....؟"

"دردِ سر اور الجھنیں....!"

"چلو.... یہ بھی ٹھیک ہے۔ جب ضرورت ہوگی تم سے ضرور رجوع لاؤں گا۔!" دفعتاً وہ اٹھی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے کے قریب پہنچی اور ایک دم دروازہ کھول دیا پھر باہر نکل کر لاؤنج میں ادھر اُدھر نظر دوڑائی۔ اس کے بعد وہ کمرے میں پلٹ آئی تھی۔ دروازہ بند کر کے

عمران کی طرف مڑی اور اس طرح ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی جیسے دیر تک اسے خاموش رکھنا چاہتی ہو۔

عمران ہونقوں کی طرح اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ پھر وہ تیزی سے میز کی طرف آئی تھی اور اپنے وینٹی بیگ سے ڈائری اور قلم نکال کر کچھ لکھنے لگی تھی۔ عمران خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ لکھنا بند کر کے اس نے ڈائری سے ورق پھاڑا تھا اور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"خدا کے لئے مجھے اور میرے باپ کو بچا لو۔ ہم اس مردود کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔ وہ میرے باپ کی کسی ایسی کمزوری سے واقف ہو گیا ہے۔ جس کی بناء پر میرا باپ بلیک میل ہونے پر مجبور ہے۔ جب تم اُن سے ملو گے تو تمہیں اندازہ ہو گا کہ وہ کتنے معزز آدمی ہیں۔ میں تم سے کسی نہ کسی طرح رابطہ قائم رکھوں گی اور موقع ملتے ہی تمہیں اپنے باپ کے پاس لے چلوں گی۔ بلیک میلنگ کی کہانی اس وقت سے شروع ہوئی تھی جب میں صرف ایک چھوٹی سی بچی تھی۔ میری ماں مر چکی تھیں۔ باپ نے میری پرورش اسی انداز میں کی جس انداز میں.... اس بلیک میلر نے چاہا۔ میں اس کے خون کی پیاسی ہوں۔ کیا تم میری مدد کرو گے؟ اگر اس سے خوف زدہ ہو گئے ہو تو ابھی بتا دو تاکہ میں اس خوش فہمی میں مبتلا نہ رہوں کہ تم میرے کسی کام آ سکتے ہو۔!"

عمران نے تحریر کے اختتام پر ٹٹولنے والی نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہی تھی۔

عمران نے اس کے ہاتھ سے قلم لے کر پرچے کی پشت پر لکھا۔

"میں تو صرف اپنے دوست کیپٹن فیاض سے عاجز ہوں کہ تعلقات کی بناء پر دھونس جماتا رہتا ہے۔ جہاں تک تمہارے باس کا تعلق ہے اس جیسے نہ جانے کتنوں کو ٹھکانے لگا چکا ہوں۔ تمہاری مدد ضرور کروں گا.... وعدہ....!"

لڑکی نے اسے پڑھ کر بے اختیارانہ انداز میں عمران کا ہاتھ چوم لیا۔ اس کی آنکھوں میں دو موٹے موٹے قطرے جھلکنے لگے تھے۔ سگریٹ لائٹر سے اس پرزے کو جلانے کے بعد اس نے اس کی راکھ بھی مسل کر ایش ٹرے میں ڈال دی۔

"اچھا.... مسٹر علی عمران.... بہت بہت شکریہ....!" وہ اونچی آواز میں بولی۔

"ایک بار پھر میں آپ کو آگاہ کر دوں کہ اس تنظیم میں میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ آپ

ب چاہیں خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دوں....!"

"قطعی ضروری نہیں.... میں صرف ہاتھی کا شکار کرتا ہوں۔ میں دیکھوں گا مجھے سردار گڈھ نے سے کون روک سکتا ہے۔ تمہارے باس کو اپنی بے بسی سے لطف اندوز نہ ہونے دوں گا.... ، کچھ....!"

"نہیں بس....! ہو سکتا ہے کہ ہماری ملاقات دوبارہ بھی ہو۔!"

"تم نہایت اطمینان سے میرے فلیٹ میں آ سکتی ہو۔ اس کی ضمانت دیتا ہوں کہ میرے آدمی قب نہیں کریں گے۔!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "اگر تم دیکھنا چاہو تو اس وقت بھی دیکھ سکتی ہو کہ ں گاڑیاں میری گاڑی کا تعاقب کر رہی ہیں۔"

"مجھے یقین ہے.... ایسا ضرور ہو گا۔!"

"لیکن میں صرف ہاتھیوں کا شکار کرتا ہوں۔ گیدڑوں پر ہاتھ ڈال کر کیا کروں گا۔!"

وہ کمرے سے نکل کر لاؤنج میں پہنچا ہی تھا کہ ایک آدمی کو تیزی سے زینوں کیطرف مڑتے دیکھا۔ اس نے پلٹ کر لڑکی کے کمرے کی جانب دیکھا۔ وہ باہر نہیں آئی تھی۔ شائد اس کے باہر تے ہی دروازہ بند کر لیا تھا۔ عمران نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور جیب میں چیونگم کا ٹ تلاش کرنے لگا۔ بڑی آہستگی سے زینے طے کر کے وہ نیچے پہنچا تھا اور گاڑی میں بیٹھ کر پھر ٹ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔



سردار گڈھ کے پولیس ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں پروفیسر ایکس اور ریکھا چودھری سے پھ گچھ ہو رہی تھی۔ پروفیسر ایکس کے چہرے پر کچھ ایسے تاثرات تھے جیسے اس کی بڑی توہین رہی ہے۔ موڈ بھی جارحانہ تھا۔

"میرا نام پروفیسر ایکس ہے۔!" دفعتاً وہ غرایا۔ "آخر آپ لوگ میرا اصل نام کیوں جاننا چاہتے ہیں۔!"

"یہ ضروری ہے۔!" ڈی ایس پی اسے گھورتا ہوا بولا۔

"میں سردار گڈھ میں پندرہ سال سے مقیم ہوں یہ اور بات ہے کہ کبھی کبھی دو چار ماہ کے لئے سرے ممالک کے دورے پر چلا جاتا ہوں۔ یہاں مجھے بے شمار لوگ جانتے ہیں۔!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ بیحد اہم معاملہ ہے۔ مرنے والا ایک ایڈمنسٹریٹر کا لڑکا تھا۔!"

"تو کیا میں نے اسے مار ڈالا.... مرنا ہوتا ہے تو سب ہی مر جاتے ہیں۔ اُسے مرنا تھا مسٹر پولیس مین.... وہاں نہ مرتا کہیں اور مر جاتا۔!"

"تم حد سے بڑھ رہے ہو.... مجبوراً تمہیں حراست میں لینا پڑے گا۔!"

"یہ بھی کر کے دیکھ لو.... ایک گھنٹے سے زیادہ مجھے مہمان نہ رکھ سکو گے۔" شعبدہ گری میر پیشہ ہے لیکن جس وقت یہاں کے ڈپٹی کمشنر کو معلوم ہوگا کہ میں تمہاری حراست میں ہوں تو تمہاری کارکردگی کا ریکارڈ گندہ ہو جائے گا۔!"

"دیکھا جائے گا....!" ڈی ایس پی غرا کر ایک ماتحت سے بولا۔ "بند کر دو۔!"

جیسے ہی وہ اٹھا پروفیسر کی نظر اس کے چہرے پر جم گئی۔ وہ جہاں تھا وہیں جم گیا اور کسی سحر زد کی طرح پروفیسر کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر دھم سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر پسینے ک دھاریں رواں تھیں اور آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جارہی تھیں۔

"یہ کیا ہوا....؟" ڈی ایس پی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہ تم نے کیا کیا....؟"

"میں نے کچھ نہیں کیا۔!" پروفیسر نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔ "اتنی دور بیٹھا ہوا ہوں۔!"

ماتحت آفیسر کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔ ڈی ایس پی نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا اور پھر پروفیسر کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں جس قوت کے حصار میں ہر وقت رہتا ہوں وہ میری توہین نہیں برداشت کر سکتی۔ مرنے والا زبردستی نہیں لایا گیا۔ اپنی خوشی سے ریکھا کے مقابل رقص کرنے آیا تھا۔ مجھے علم ہے کہ وہ کس کا بیٹا تھا۔!"

"میں پوچھ رہا ہوں کہ اسے کیا ہو گیا ہے....؟" ڈی ایس پی نے ماتحت آفیسر کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔!" پروفیسر نے لاپروائی سے کہا۔ "میری آنکھیں گستاخانہ نظروں کو اسی طرح کچل کر رکھ دیتی ہیں۔!"

"ڈاکٹر کو فون کرو....!" ڈی ایس پی نے دوسرے آفیسر سے کہا اور وہ باہر چلا گیا۔

"ڈاکٹر اُسے ہوش میں نہیں لا سکے گا۔!"

"پروفیسر.... مجھے غصہ نہ دلاؤ....!"

"مناسب ہوگا کہ تم بھی اپنا لہجہ ٹھیک رکھو....!"

"تم قانون کے ایک محافظ سے ہم کلام ہو۔!"

"مجھ سے ابھی تک کوئی غیر قانونی فعل سرزد نہیں ہوا۔!" پروفیسر نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

دفعتاً ریکھا بولی۔ "پروفیسر پلیز....!"

وہ بیہوش آفیسر کی طرف دیکھے جارہی تھی۔

"اچھا....!" پروفیسر سر ہلا کر بولا۔ پلکیں جھپکائے بغیر بیہوش آفیسر کی طرف دیکھنے لگا۔

پہلے اس کی بند آنکھیں متحرک ہوئی تھیں پھر پیشانی پر شکنیں نمودار ہوئیں اور ہلکی سی کراہ کے ساتھ اس کا پورا جسم ہل کر رہ گیا۔ ڈی ایس پی کبھی پروفیسر کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی آفیسر کی طرف... آہستہ آہستہ اس نے آنکھیں کھولیں۔ چند لمحے یونہی پڑا رہا پھر یک بیک سیدھا ہو بیٹھا۔

"کیا ہوا تھا.... کیا بات تھی....؟" ڈی ایس پی نے اُسے مخاطب کیا۔

"اوہ.... کک کچھ نہیں جناب.... شائد سر چکرا گیا تھا۔!"

اتنے میں وہ آفیسر بھی آگیا جو ڈاکٹر کے لئے فون کرنے گیا تھا۔

ٹھیک اسی وقت پروفیسر اٹھتا ہوا بولا۔ "اچھا مسٹر ڈی ایس پی میں تو چلا اب.... وارنٹ کے بغیر تم مجھے گرفتار نہیں کر سکو گے اور اب میں کسی قسم کی بھی جواب دہی کیلئے ہیڈ کوارٹر نہیں آؤں گا۔!"

"اچھی بات ہے.... اب یہی ہوگا....!" ڈی ایس پی غرایا۔

"بائی.... بائی....!" دروازے کے قریب پہنچ کر پروفیسر نے ہاتھ ہلایا تھا۔

ریکھا چودھری بھی اسی کے ساتھ چلی گئی تھی۔

"اس کا ریکارڈ آگیا ہے جناب....!" اس آفیسر نے کہا جو کچھ دیر پہلے باہر گیا تھا۔

"کہاں ہے....؟"

"آفس میں....!"

"تم نے دیکھا....؟"

"یس سر! آپ اس کے لئے آسانی سے وارنٹ حاصل نہ کر سکیں گے۔ ججوں اور مجسٹریٹوں کی آنکھوں کا تارا ہے۔!"

"پتہ نہیں تم کیا بکواس کر رہے ہو.....!"

"جسٹس فضل کریم اس کے گہرے دوستوں میں سے ہیں۔ یہ میں پہلے سے جانتا تھا اس کا نام ابھی ابھی ریکارڈ میں دیکھا ہے۔ کرنل جبار غزنوی دوسری جنگ عظیم میں افریقہ کے محاذ پر لڑ چکا ہے۔ یہاں کے بہتیرے سولین آفیسر اس کے ماتحت رہ چکے ہیں۔!"

"اوہ.....!" ڈی ایس پی اٹھ گیا۔



فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو.....!"

"ہیلو ہینڈسم.....!" دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔

"آپ کی تعریف.....؟"

"عالیہ عمرانہ..... اتنی جلدی بھول گئے۔!"

"میں تو سمجھا تھا کہ شاید اب کبھی ملاقات نہ ہو۔!"

"حالانکہ تم نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا.....!"

"کیا تو تھا..... لیکن آج کل کسی بات پر بھی یقین نہیں آ رہا.....!"

"کیوں.....؟ کیا ہوا.....!"

"دال ترکاری نے عقل خبط کر کے رکھ دی ہے۔!"

"اپنا بکرا خود ذبح کرنا سیکھو.....!"

"بکرے کی ماں جو خیر مناتی رہتی ہے۔ ترس آجاتا ہے..... خیر..... اب تم آجاؤ اپنے معاملے کی طرف..... قصابوں سے تو میں سمجھ لوں گا..... بکرے کا گوشت چار آنے سیر نہ بکوا دیا ہو تو کچھ نہ کیا۔!"

"دس بجے سی سائیڈ ہیون میں ملو.....!"

"ناک وہی رہے گی یا دوسری.....؟"

"میری ناک کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔!"

"خطرناک ہے۔!"

"ٹھیک دس بجے..... سی سائیڈ ہیون.....!"

"چار چار گاڑیاں میرے پیچھے دوڑتی ہیں اور یہ جلوس مجھے قطعی پسند نہیں آتا..... تم خود ہی کیوں نہ آ جاؤ یہاں.....!"

"میری دانست میں یہی بہتر ہوگا۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "لیکن خیر..... دیکھا جائے گا۔!"

"کہو..... کہو..... کیا کہنا چاہتی ہو.....!"

"کچھ بھی نہیں.....!" کہہ کر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

عمران ریسیور رکھ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا تھا۔ نگرانی کرنے والے اب بھی موجود تھے۔ لیکن آج ان میں فرق کرنا دشوار تھا کہ کون فیاض کا آدمی ہے اور کون اس نامعلوم شخصیت سے متعلق ہے۔

اسے تو فی الحال فلیٹ ہی تک محدود رہنا تھا۔ ٹھیک دس بجے کسی نے دروازے پر دستک دی۔ عمران نے جوزف کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا تھا۔ جوزف پلٹا تو اس کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔

"ایک بوڑھی عورت.....!" اس نے احمقانہ انداز میں اطلاع دی۔

"الحمد للہ.....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"وہ تم سے ملنا چاہتی ہے باس.....!"

"اچھا.....!" عمران نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "بلاؤ..... اور بٹھاؤ..... میں ذرا اپنے بال درست کر آؤں.....!"

اس نے مسکرا کر جوزف کو آنکھ بھی ماری تھی۔ جوزف پر تو جیسے حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔

عمران دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ وہ چند لمحے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر صدر دروازے کی طرف بڑھا اور معمر خاتون سے بولا۔ "تشریف لائیے محترمہ.....!"

عورت بوڑھی ضرور تھی لیکن لباس کے رکھ رکھاؤ کے معاملے میں جوانوں سے بھی زیادہ تیز معلوم ہوتی تھی۔

وہ جوزف کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔ "تمہارا مسٹر علی عمران سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔!"

"وہ میرے مالک ہیں۔!"

"لیکن تم تو صورت سے عقلمند معلوم ہوتے ہو۔۔!"

"آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔۔۔۔؟" جوزف نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔جاؤ۔۔۔!" وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔ "اُسے جلدی بھیج دو میرے پاس وقت کم ہے۔!"

جوزف اس کمرے میں آیا جہاں عمران آئینے کے سامنے کھڑا خود کو مختلف زاویوں سے دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اُسے جلدی ہے باس۔۔۔۔!" اس نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"کس عمر کی ہوگی۔۔۔۔؟"

"ساٹھ سال سے کم نہیں معلوم ہوتی۔۔۔۔!"

"ٹھیک ہے۔۔۔۔اس گھر کو اسی عمر کی عورت سنبھال سکتی ہے۔!"

"کک۔۔۔۔کیا مطلب باس۔۔۔۔؟"

"جلد ہی دیکھ لو گے کہ میں تم لوگوں سے کس قسم کا انتقام لینے والا ہوں۔!" جوزف کچھ نہ بولا۔ حیرت سے اُسے دیکھتا رہا۔

"سٹنگ روم میں تمہاری موجودگی ضروری نہیں ہوگی۔!" کمرے سے نکلتے وقت اس نے جوزف کو مخاطب کیا تھا۔

بوڑھی عورت آرام کرسی پر نیم دراز تھی۔ عمران کو دیکھ کر بھی اس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

"آخر کتنی دیر بعد ملاقات ہو سکے گی؟" اس نے عمران کو گھورتے ہوئے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"کس سے۔۔۔۔؟" عمران بولا۔

"مسٹر علی عمران سے۔۔۔۔!"

"اُوہو۔۔۔ٹھہریئے۔۔۔ابھی بھیجتا ہوں۔!" عمران نے کہا اور پھر اسی کمرے میں آیا۔ ڈریسنگ میز کی دراز سے ریڈی میڈ میک اپ نکالا اور اسے ناک پر فٹ کرتا ہوا سٹنگ روم میں داخل ہوا۔ بوڑھی عورت اُسے دیکھتے ہی بوکھلا کر کھڑی ہوگئی۔ پھولی ہوئی ناک کے نیچے گھنی مونچھوں کا سائبان خوف ناک تھا۔

"کک۔۔۔۔کون۔۔۔۔؟" وہ ہکلائی۔

"کس سے ملنا ہے آپ کو۔۔۔۔؟" عمران نے بدلی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"علی عمران سے۔۔۔۔!"

"تو پھر ملئے۔۔۔۔آپ بہت خوبصورت ہیں۔!"

"تمیز سے بات کرو۔۔۔۔تم عمران نہیں ہو۔!"

"آپ کون ہیں۔۔۔۔؟"

"میں کوئی بھی ہوں تمہیں اس سے کیا سروکار۔۔۔۔!"

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے پٹن فیاض کی آواز سنائی دی تھی۔

"عمران۔۔۔۔!" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا۔ "ڈاکٹر سجاد نے خودکشی کر لی۔!"

"کب۔۔۔۔؟"

"ابھی اطلاع آئی ہے۔!"

"افسوس ہوا۔ اگر تم میری راہ میں حائل نہ ہوتے تو اس کی نوبت نہ آتی۔!"

"اب تو۔۔۔۔کچھ نہ کچھ ہونا ہی چاہئے۔ وہاں کی پولیس کچھ نہیں کر سکتی۔!"

"لیکن میں جو کچھ کروں گا اپنے طور پر کروں گا۔!"

"تمہاری مرضی۔۔۔۔میں پہلی فلائٹ سے سردار گڈھ جا رہا ہوں۔!" فیاض نے کہا۔

"جاؤ۔۔۔۔شائد وہیں ملاقات ہو۔۔۔۔ہاں خودکشی کی نوعیت کیا ہے۔!"

"گلے میں رسی کا پھندا ڈال کر پھانسی لگا لی۔۔۔۔!"

"گلا گھونٹنے کے بعد بھی لٹکایا جا سکتا ہے۔!"

"میں اسی کے امکان پر غور کر رہا ہوں۔!"

"اچھا میں دیکھوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں۔!" عمران نے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"ہاں۔۔۔۔تو عالیہ عمرانہ صاحبہ۔۔۔۔وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔!" وہ بوڑھی عورت کی طرف مڑ کر بولا۔

"کک۔۔۔۔کیا۔۔۔۔؟"

"ڈاکٹر سجاد کو پھانسی دے کر خودکشی کا کیس بنایا گیا ہے۔!"

"وہ تو ہونا ہی تھا۔ اگر تم لوگ تیزی نہ دکھاتے تو وہ شائد زندہ ہوتا۔!"

"تم کس لئے آئی ہو....؟"

"کتنی بار پوچھو گے.... تم نے وعدہ کیا تھا۔!"

"اگر تم اور تمہارے والد بھی اسی طرح مارے گئے تو....؟"

"اللہ مالک ہے.... میں تنگ آگئی ہوں اس زندگی سے۔!"

"اچھا تو پھر مجھے کہاں لے چلو گی....؟"

"سردار گڈھ سے بیس میل ادھر ہی ہمارا فارم ہے۔!"

"سردار گڈھ سے بیس میل ادھر صرف ایک ہی فارم ہے۔ بریگیڈیئر سہراب کا فارم....!"

"اوہ.... تو تم جانتے ہو....!"

"تو کیا تم بریگیڈیئر سہراب کی بیٹی ہو....؟"

دفعتاً اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا اور عمران بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا جوزف بھی دوسرے کمرے کے دروازے میں آکھڑا ہوا تھا۔ عمران نے اسے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ سلیمان اس وقت فلیٹ میں موجود نہیں تھا۔

"اس سے کیا فائدہ....!" عمران آگے بڑھ کر اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "پہلے اس کے کام کرنے پر مجبور تھیں۔ اب اپنے لئے بھی تھوڑی سی ہمت پیدا کرو....!"

"مم.... میں خائف ہوں عمران.... اپنے لئے نہیں اپنے باپ کے لئے.... ان کے بعد میں بالکل تنہا رہ جاؤں گی۔ انہوں نے ایک ماں کی طرح میری پرورش کی ہے۔!"

"فکر نہ کرو.... سب ٹھیک ہو جائے گا۔!"

"مگر تم ابھی شائد کیپٹن فیاض سے وعدہ کر چکے ہو۔!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ معاملہ ایک ہی گروہ کا ہے۔!"

"لیکن جس خدشے کے تحت فیاض نے تمہیں سردار گڈھ نہیں جانے دیا تھا وہی میرے بھی موجود ہے۔!"

"میں کہتا ہوں تم قطعی فکر نہ کرو.... میں کسی نہ کسی طرح تمہارے فارم تک پہنچ جاؤں گا لیکن ایک دشواری ضرور پیش آئے گی۔!"

"وہ کیا....؟" لڑکی چونک کر اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"ضروری نہیں کہ تمہارے ڈیڈی اس مسئلے پر گفتگو کے لئے آمادہ ہو جائیں۔!"

"ارے ان کے سامنے تو نام بھی نہ لینا....!"

"پھر بات کیسے بنے گی....؟"

"کیا تم کسی اور طرح مجرم تک نہیں پہنچ سکو گے۔!"

"دیکھوں گا....!" عمران نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔ "بس اب تم جاؤ زیادہ دیر تک تمہارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔!"

"میں دراصل کسی نہ کسی طرح تمہیں اپنے ساتھ ہی لے جانے کے لئے آئی تھی۔ لیکن ڈاکٹر سجاد کے بارے میں معلوم کر کے ہمت چھوڑ بیٹھی۔!"

"میرے لئے بس اتنی ہی معلومات کافی ہیں کہ معاملہ بریگیڈیئر سہراب کا ہے اور تم انکی بیٹی ہو۔!"

"تو پھر بہتری کی اُمید رکھوں....!"

"صد فی صد....!"

"لیکن فارم میں مجھ سے ملاقات نہ ہو سکے گی۔!"

"کیوں....؟"

"اسی بلیک میلر کا حکم ہے کہ میں فارم سے دور دور رہوں....!"

"بڑی عجیب بات ہے اور تمہارے باپ کو معلوم ہے کہ تم کو اس کے لئے کام کرنا پڑتا ہے۔!"

"ہاں.... آں....!"

"اتنے زیادہ خائف ہیں....!"

"ہاں.... میں یہی سمجھتی ہوں....!"

"بہر حال.... تم ان سے دور رہتی ہو گی۔!"

"مجھے ویرانے کی زندگی پسند نہیں۔ اس لئے سردار گڈھ میں رہتی ہوں۔!"

"وہ بلیک میلر تم سے رابطہ کس طرح قائم کرتا ہے۔!"

"فون پر....!"

"آسانی سے پتہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کہاں سے فون کرتا ہے۔!"

"سوال یہ ہے کہ پتہ کون لگائے۔ اس انداز کی گفتگو ہی نہیں ہوتی کہ ایکس چینج ہی والوں کو چوکنا پڑے۔ وہ فون پر صرف یہ اطلاع دیتا ہے کہ کسی کام کے لئے ہدایات کہاں سے ملیں گی۔!"

"مثال کے طور پر بتاؤ کہ مجھے اور کیپٹن فیاض کو اس فارم تک پہنچانے کے لئے کس طرح ہدایات ملی تھیں۔!"

"فون پر صرف اتنی سی بات کہی گئی تھی کہ تمہارے برآمدے میں ستون کے قریب رکھے ہوئے پام کے گملے کے نیچے لفافہ موجود ہے۔!"

"اوہ.... تو ہدایات تحریری ہوتی ہیں۔!"

"ہاں.... فون پر کوئی ایسی بات نہیں کہی جاتی۔ جس پر خاص طور سے شبہ کیا جاسکے یا تو دی جاسکے۔!"

"محفوظ طریقہ ہے....!" عمران نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "کیا تم اس وقت محض یاددہانی کے لئے آئی تھیں۔!"

"نہیں.... اس لئے آئی تھی کہ تمہیں ساتھ لے چلوں گی۔ لیکن اب ارادہ بدل دیا ہے۔!"

"بھلا کس طرح ساتھ لے جاتیں....؟"

"ایک ایسے آدمی کے میک اپ میں جو گروہ کے لئے کام کرتا ہے۔ لیکن آج کل یہاں موجو نہیں ہے۔ وہ ایک آدھ بار میرے ساتھ بھی کام کر چکا ہے۔ اس کی تصویر ہے میرے پاس۔ میر خیال ہے کہ اس تصویر کے سہارے میک اپ کر سکو گے۔ اگر تمہیں کچھ دشواری ہو گی تو میں مد کروں گی۔!"

"تصویر نکالو....!"

اس نے وینٹی بیگ سے ایک تصویر نکال کر عمران کی طرف بڑھادی اور وہ اسے کچھ دیر غو سے دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔ "میک اپ ممکن ہے لیکن اس کا نام کیا ہے....؟"

"میں اسے آرتھر کے نام سے جانتی ہوں....!"

"خیر.... تو اب میرے لئے کیا تجویز ہے۔!"

"تم اسی شکل میں کچھ دن ڈیڈی کے فارم پر گذار سکتے ہو وہ اسے اُس شخص کے ملازم کی حیثیت سے جانتے ہیں اس لئے انہیں وہاں تمہارے قیام پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔!"



چوہان اور خاور پروفیسر ایکس کی نگرانی کر رہے تھے۔ وہ اپنی رپورٹ جولیا کو دیتے تھے اور جولیا اسے ایکس ٹو تک پہنچاتی تھی۔ جولیا کا قیام ایک ایسے ریسٹ ہاؤز میں تھا جو غیر ملکی سیاحوں کے لئے وقف تھا۔ مقامی لوگوں کو وہاں نہیں ٹھہرنے دیا جاتا تھا۔

بہر حال اس وقت وہ دونوں پروفیسر کا تعاقب کر رہے تھے۔ دونوں ایک ہی گاڑی میں تھے۔

"کیا خیال ہے تمہارا وہ بے مقصد گھومتا پھر رہا ہے یا نہیں....؟" خاور بڑبڑایا۔

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔!" چوہان بولا۔

"اگر ایسا ہے تو شائد اسے تعاقب کا علم ہو گیا ہے اور وہ اس سلسلے میں اپنا شبہ رفع کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی گاڑی کسی اور طرف موڑلیں۔!"

"ایسی صورت میں یہی مناسب ہوگا۔!"

خاور نے گاڑی ایک کافی شاپ کے سامنے روک دی اور پروفیسر کی گاڑی آگے نکل چلی گئی۔

چوہان نے کافی شاپ کے بیرے کو اشارے سے بلا کر گاڑی ہی میں دو کپ طلب کئے اور خاور سے بولا۔ "اس وقت وہ خلاف معمول تنہا تھا سیکریٹری ساتھ نہیں تھی۔!"

"ایسے جانگلوس کے ساتھ وہ اچھی نہیں لگتی۔!" خاور نے جماہی لے کر کہا۔

"لیکن وہ سرخ رنگ کی گاڑی پھر اس کے بنگلے میں نہیں دکھائی دی۔!"

"میں نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔!"

"وہ صرف اسی دن بنگلے کی کمپاؤنڈ میں کھڑی نظر آئی تھی۔ جب صفدر کو زبردستی لے جایا گیا تھا۔ اس کے بعد سے نہیں دکھائی دی۔!"

"ہو سکتا ہے رنگ تبدیل کر دیا گیا ہو۔!"

"اس ماڈل اور میک کی کسی دوسرے رنگ والی گاڑی بھی اب وہاں نہیں ہے۔ تین دن سے تو ہم ہی دیکھ رہے ہیں۔!"

اتنے میں بیرا کافی لے آیا اور وہ خاموشی سے کافی پیتے رہے۔

"شام کے چار بجے تھے.... موسم بہت خوشگوار تھا۔

"اگر کوئی کام نہ ہو تو سردار گڈھ بڑی خوبصورت جگہ ہے۔!" چوہان بولا۔

"مگر ابھی تک اس کام کی نوعیت میری سمجھ میں نہیں آسکی۔!" خاور نے کہا۔

"کیوں نہ پروفیسر کی سیکریٹری سے مل بیٹھنے کی کوشش کی جائے۔ شائد اس طرح کام کی نوعیت کا اندازہ بھی ہو سکے۔!"

"نہیں...!" خاور سر ہلا کر بولا۔ "جتنا کہا گیا ہے اس سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔!"

کافی کے برتنوں کی واپسی کے ساتھ انہوں نے بل کی ادائیگی بھی کی اور وہاں سے چل پڑے۔ پروفیسر کے بنگلے سے ایک ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر چھوٹے چھوٹے چوبی ہٹوں کی ایک مختصر سی بستی تھی۔ جہاں زیادہ سیاح ٹھہرا کرتے تھے۔ ان دونوں نے بھی وہیں ایک ہٹ حاصل کر لیا تھا اور ان میں سے کوئی ایک ہر وقت پروفیسر کے بنگلے کی نگرانی کرتا رہتا تھا۔ یہ سلسلہ اس وقت سے شروع ہوا تھا جب صفدر کو زبردستی سرخ رنگ کی ایک کار میں کہیں لے جانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس سے پہلے دونوں صفدر ہی کی نگرانی پر لگائے گئے تھے۔ لیکن صفدر کو اس کا علم نہیں تھا۔ ویسے صفدر کی نگرانی کا مقصد یہی تھا کہ اس سے دوچار ہونے والوں پر نظر رکھی جائے لہٰذا ان کو اس کی فکر نہیں تھی کہ صفدر کو ویرانے میں کیوں اتار اگیا۔ وہ تو بس اس گاڑی کا تعاقب کرتے رہے تھے اور پھر وہ گاڑی پروفیسر کے بنگلے کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی۔

انہوں نے اپنی رپورٹ ایکس ٹو تک پہنچائی اور وہاں سے ملی ہوئی ہدایت کے مطابق پروفیسر کے بنگلے کے قریب ہی رہائش اختیار کر لی تھی لہٰذا اس وقت وہیں ان کی واپسی ہوئی۔

جیپ ہٹ کے سامنے روک کر وہ نیچے اترے اور ہٹ کا مقفل دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے ہی والے تھے کہ بائیں جانب سے آواز آئی۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ اور چپ چاپ اندر چلے چلو....!"

خاور نے مڑ کر دیکھا۔ ایک آدمی ان کی طرف ریوالور اٹھائے کھڑا تھا۔ مشینی طور پر ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ دائیں جانب بھی ایک مسلح آدمی کھڑا انہیں گھورے جا رہا تھا۔ دونوں چپ چاپ ہٹ میں داخل ہو گئے۔ ان کے پیچھے دونوں مسلح آدمی بھی تھے۔

"بیٹھ جاؤ....!" ان میں سے ایک بولا۔

"یہ کتنی دیر میں بتاؤ گے کہ اس پاگل پن کا مقصد کیا ہے۔!" خاور نے انہیں گھورتے ہوئے کہا۔

"بیٹھ جاؤ....!"

"شکریہ....!" خاور نے لاپروائی سے طنزیہ لہجے میں کہا اور دونوں بیٹھ گئے۔

مسلح آدمیوں میں سے ایک دروازے ہی کے قریب رک گیا تھا۔ شائد اندر اور باہر دونوں اطراف میں نظر رکھنا چاہتا تھا۔ دوسرا انہیں چند لمحے خونخوار نظروں سے گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم دونوں پروفیسر صاحب کی سیکریٹری کا پیچھا کیوں کرتے ہو....؟"

"تم نشے میں تو نہیں ہو....!" خاور غرایا۔

"میرے سوال کا جواب دو....!" وہ ریوالور کو جنبش دے کر سرد لہجے میں بولا۔

"کون پروفیسر اور کیسی سیکریٹری....؟"

"اڑنے کی کوشش نہ کرو.... تمہیں اپنے بارے میں بتانا ہی پڑے گا۔!"

"ہمارے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو....؟" چوہان بول پڑا۔

"ریکھا چودھری کا تعاقب کیوں کرتے ہو....؟"

"ہمارے لئے یہ نام نیا ہے۔!"

"میں پروفیسر ایکس کی سیکریٹری کی بات کر رہا ہوں۔!"

"اچھا....؟" خاور نے قہقہہ لگایا اور چوہان اُسے حیرت سے دیکھنے لگا۔ قہقہے کے اختتام پر خاور نے کہا۔ "یہ کہو نا کہ اس شعبدہ باز کا قصہ ہے.... بھئی اس بھینسے کے ساتھ وہ ننھی سی خوبصورت فاختہ کچھ اچھی نہیں لگتی۔!"

"میرا خیال ہے کہ تم دونوں کی مرمت ضروری ہے۔!"

"پروفیسر ایکس کی طرف سے" چوہان نے پوچھا۔ لیکن وہ اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے اپنے ساتھی سے بولا۔ "انہیں کور کئے رکھو۔ میں ان کی مرمت کروں گا۔!"

پھر اس نے اپنا ریوالور بغلی ہولسٹر میں رکھ لیا تھا۔

خاور نے چوہان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا ہی تھا کہ وہ ان کے قریب پہنچ کر بولا۔ "تم دونوں کھڑے ہو جاؤ۔!"

"ضروری نہیں ہے کہ ہم تمہارے کہنے سے کھڑے ہی ہو جائیں۔!" خاور مسکرا کر بولا اور ساتھ ہی اچھل کر اس کے سینے پر ایک زوردار لات رسید کی۔ وہ اچھل کر اپنے اس ساتھی پر جا پڑا جس نے انہیں کور کر رکھا تھا۔ دونوں تلے اوپر فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ ریوالور نیچے والے کے ہاتھ

میں تین دن لگ جائیں گے اور اتنے میں ہم اپنا کام بھی نپٹا دیں گے۔!"

"نہیں۔۔۔۔!" وہ دونوں خوف زدہ آواز میں بولے اور پھر ایک نے تھوک نگل کر کہا۔ "ہم سب کچھ بتادیں گے۔!"

"بس تو پھر بتانا شروع کردو۔۔۔۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔!" خاور بولا۔

"ہمیں یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے کہ تم لوگ کون ہو اور پروفیسر کا تعاقب کیوں کرتے ہو۔ اس کی سیکریٹری کی بات تو اپنے طور پر کہی تھی۔!"

"کس نے بھیجا ہے۔۔۔۔؟"

"کاش ہمیں معلوم ہوتا۔!" وہ دانت پیس کر بولا۔

"کیا مطلب۔۔۔۔؟"

"ہم نہیں جانتے کہ وہ کون ہے۔!"

"بلیک میل ہو رہے ہو۔!"

"نہیں خوفزدگی کی بناء پر ہمیں اس کے لئے کام کرنا پڑتا ہے۔۔۔۔ وہ جان سے مار دینے کی دھمکیاں دیتا ہے۔!"

"وہ کس طرح۔۔۔۔؟"

"پہلے پہل فون پر گفتگو ہوئی تھی اور اس نے کہا کہ جو لوگ میرے لئے کام کرنے سے انکار کرتے ہیں وہ پراسرار طور پر مر جاتے ہیں۔ پھر اس نے دو چار مرنے والوں کے نام بھی لئے تھے۔!"

"اور تم سے یہ کام مفت لئے جاتے ہیں۔!"

"جی ہاں۔۔۔۔ میں نے اس کی آواز بھی ریکارڈ کرلی ہے جس کا ٹیپ میرے پاس موجود ہے۔ اس میں مختلف اوقات کے احکامات موجود ہیں۔!"

"اچھی بات ہے۔۔۔۔ اگر تم وہ ٹیپ ہمارے حوالے کردو تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے اور تم اس سے یہی بتادینا کہ ہم پروفیسر کی سیکریٹری کے چکر میں ہیں۔!"

"ہاں۔۔ یہ ٹھیک رہے گا۔!" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "لیکن ٹیپ میرے گھر پر ہے۔!"

"چلو۔۔۔۔ میں چلوں گا تمہارے ساتھ اور تمہارا ساتھی ٹیپ ملنے تک یہیں رہے گا۔!"



فیاض فون پر تو آمادہ ہو گیا تھا کہ وہ تنہا سردار گڈھ چلا جائے گا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد عمران کے فلیٹ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ پُراسرار لڑکی جا چکی تھی۔ عمران تنہا تھا۔

"ہم ساتھ چلیں گے۔!" فیاض نے کہا۔ "دو گھنٹے بعد والی فلائٹ پر دو نشستوں کا انتظام ہو گیا ہے۔!"

"اچھی بات ہے۔!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "میرا پروگرام دوسرا تھا لیکن اب تمہارے ہی ساتھ چلوں گا۔!"

فیاض کچھ نہ بولا۔ بہت مغموم تھا۔ عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "اب بھی اپنی زبان نہ کھولو گے۔!"

"سنو۔۔۔۔ میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتا جتنا سجاد نے فون پر مجھے بتایا تھا اُس نے بتایا تھا کہ وہ خطرے میں ہے۔ کچھ لوگ اسے دھمکیاں دے رہے ہیں۔ لہٰذا میں کسی طرح اس کے پاس پہنچ جاؤں۔ اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا تھا تم جانتے ہی ہو۔!"

"پھر براہِ راست ہمیں دھمکی دی گئی تھی کہ ہم سردار گڈھ سے دور رہیں۔!"

"اب کیا باقی رہا ہے جس کیلئے احتیاط برتی جائے گی۔!" فیاض نے طویل سانس لے کر کہا۔

عمران کا پہلے بھی ارادہ نہیں تھا کہ اس لڑکی کے مشورے پر عمل کرے گا۔ البتہ تصویر لے کر رکھ لی تھی۔

دو بجے وہ دونوں ایئرپورٹ پر پہنچ گئے۔ دونوں خاموش تھے۔ جہاز نے دو بج کر بیس منٹ میں ٹیک آف کیا اور ٹھیک پچیس منٹ بعد سردار گڈھ کے ایئرپورٹ پر اتر گیا۔ وہ وہاں سے سیدھے ڈاکٹر سجاد کے گھر پہنچے تھے۔ گھر والوں سے اس کے علاوہ اور کچھ نہ معلوم ہو سکا کہ ڈاکٹر سجاد بہت زیادہ پریشان رہا کرتا تھا۔ لیکن اپنی پریشانی کی وجہ کسی کو نہیں بتائی تھی۔

لاش کا پوسٹ مارٹم غیر ضروری سمجھا گیا تھا اور وہ تدفین کے لئے تیار تھی۔

"میری دانست میں پوسٹ مارٹم تو ہونا ہی چاہئے تھا۔!" فیاض بولا۔

"کیا فائدہ۔۔۔۔ یہ صد فیصد خودکشی ہی کا کیس ثابت ہوگا۔!" عمران نے کہا۔ "وہ لوگ بے حد چالاک ہیں۔ لہٰذا انہیں اسی خوش فہمی میں مبتلا رہنے دو کہ ڈاکٹر سجاد نے کسی کو کچھ نہیں بتایا۔!"

"کیا مطلب۔۔۔۔؟" فیاض چونک کر اُسے غور سے دیکھنے لگا۔

"بتادوں گا۔۔۔۔ فی الحال میری خاموشی ہی بہتر ہے۔!"

"تمہاری مرضی۔۔۔۔!" فیاض نے طویل سانس لی۔

سے چھوٹ کر فرش پر پھسلتا چلا گیا۔ چوہان نے جھپٹ کر اسے اٹھالیا تھا اور انہیں کور کرتا ہوا بولا۔ "بس.... یونہی چپ چاپ پڑے رہو۔ ہم بھی اس کا استعمال جانتے ہیں۔!"

خاور آگے بڑھا اور جھک کر دوسرے آدمی کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکالتا ہوا بولا۔ "اب سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔!"

انہوں نے چپ چاپ تعمیل کی تھی۔!

"اب بتاؤ کہ تمہیں کس نے بھیجا ہے۔!" خاور نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"کسی نے بھی نہیں....!" ایک بولا۔

"تو پھر کیا تم خدائی فوجدار ہو۔!"

"نن.. نہیں.. میں اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی ریکھا چودھری کو آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔!"

"خوب....!" خاور طنزیہ لہجے میں بولا۔ "اس وقت تمہاری محبت یا غیرت کو کیا ہو جاتا ہے جب ہزاروں کے سامنے اسٹیج پر اپنے کرتب دکھاتی ہے۔!"

"وہ اور بات ہے....!"

"ہم تمہاری ہڈیاں توڑ دیں گے ورنہ اس کا اعتراف کر لو کہ تمہیں پروفیسر نے بھیجا ہے۔!"
چوہان نے ریوالور کو جنبش دے کر کہا۔

"کسی غلط بات کا اعتراف کیسے کر لیا جائے۔ پروفیسر ہمیں جانتا تک نہیں۔!"

"اچھی بات ہے.... تو پھر ہم تمہیں پولیس کے حوالے کئے دیتے ہیں۔!"

"نن.... نہیں....!"

"کیوں....؟ کیا تم ہماری تاج پوشی کے لئے آئے تھے۔!"

"بس اب ہم تم سے نہیں الجھیں گے۔!"

"ان ریوالوروں کے لائسنس ہیں تمہارے پاس....؟"

"دیکھو مسٹر....!" دوسرا بولا۔ "تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہم نے ان ریوالوروں کو اس سے پہلے کبھی دیکھا تک نہیں۔ تم ہمیں راہ چلتے پکڑ کر یہاں لائے ہو اور زبردستی ہم سے پانچ ہزار چھین لئے۔!"

"رسید بھی لکھ دیں گے پانچ ہزار کی....!" خاور ہنس کر بولا پھر چوہان کی طرف دیکھ کر بولا۔

"یہ لوگ ہمیں شریف آدمی سمجھتے ہیں۔!"

"دراصل ہم بھی تو معلوم کرنا چاہتے تھے کہ تم کیسے لوگ ہو۔!" دوسرا جلدی سے بول پڑا اور خاور نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "آخر کیوں....؟"

"ہم نہیں چاہتے کہ اس لڑکی کے سلسلے میں بہت زیادہ جانیں ضائع ہوں۔!"

"کیا مطلب....!"

"اس کے پیچھے پڑنے والے حیرت انگیز طور پر مر جاتے ہیں۔ کیا تمہیں اس جوان کا حشر یاد نہیں جو اس کے مقابل رقص کرتے کرتے مر گیا تھا۔!"

"اس سے پہلے کتنے لوگ مرے تھے....؟"

"گنتی بھی یاد نہیں.... بس سمجھ لو کہ بے شمار....!"

"ان کی اموات سے بھی زیادہ حیرت انگیز تم دونوں کا رویہ ہے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"پستول دکھا کر ہمیں زندہ رکھنا چاہتے تھے۔!"

"اچھا تو تمہارا جو دل چاہے کر لو لیکن ہمیں روک نہ سکو گے۔!"

خاور چوہان سے بولا۔ "تم ان کے ہاتھ پیر باندھو اور منہ پر ٹیپ چپکا کر دوسرے کمرے میں ڈال دو۔!"

"اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ہم پولیس کے سامنے اپنے اسی بیان پر جمے رہیں گے کہ تم دونوں نے ہمیں لوٹ لیا۔!"

"اگر تم کبھی پولیس کا منہ دیکھ سکے تب نا....!" خاور سرد لہجے میں بولا۔

"میں پھر سمجھاتا ہوں کہ بڑے خسارے میں رہو گے۔!"

"فرض کرو ہمارا تعلق پولیس ہی سے ہو تو....!" چوہان اسے گھورتا ہوا بولا۔

"معلوم نہیں ہوتا۔!"

"فضول وقت نہ ضائع کرو۔!" خاور بولا۔ "میں نے جو کچھ کہا ہے وہی کرو۔!"

"میری تجویز اس سے مختلف ہے۔!" چوہان نے کہا۔ "باندھ کر ڈالے رکھنے سے کیا فائدہ۔ گولی مارو اور ان کے ریوالور بھی ان کے قریب ہی چھوڑ کر نکل چلو۔ لاشیں سڑنے اور بدبو پھیلنے

"تم نے مجھے چاروں طرف سے جکڑ رکھا تھا اسکے باوجود بھی تھوڑا بہت کام تو ہوا ہی ہے۔!"

"مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ لیکن میں کیا کرتا.... تم ہی بتاؤ۔!"

"سب ٹھیک ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "میں عنقریب اس سے نپٹ لوں گا۔!"

"اب یہ عالم ہے کہ مجرم قانون کے محافظوں کو چیلنج کرنے لگے ہیں۔!"

"معمولی چور نہیں معلوم ہوتا۔ ایسا ہی ہوگا کہ اگر تم اس پر ہاتھ ڈالنا چاہو تو اوپر والے تمہار گلا دبا دیں۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔!"

"اب دوسری بات سب سے زیادہ اہم ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس نے ہمیں چھیڑا ہی کیوں؟ ظاہر ہے کہ سجاد اس بات کو آگے بڑھاتا بھی تو یہ ضروری تو نہیں تھا کہ ہم اس تک پہنچ ہی جاتے۔ اب یہی دیکھ لو کہ وہ ہم کو للکار چکا ہے لیکن ہم ابھی تک کچھ نہیں کر سکے۔!"

"ہاں.... یہ بات تو ہے۔!"

"اس کا ایک ہی مطلب ہو سکتا ہے۔!"

"کیا....؟" فیاض اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"جس معاملے کو اس نے سجاد کے توسط سے چھپائے رکھنے کی کوشش کی تھی وہی دراصل اس تک ہماری راہنمائی کر سکتا ہے۔!"

"میں تو یہ نہیں جانتا کہ سجاد کن حالات سے دوچار تھا۔!"

"میں جانتا ہوں....!" عمران آہستہ سے بولا۔

"اگر تم جانتے ہو تو اس کا مطلب ہوا کہ مجرم سے بھی لاعلم نہ ہو گے۔!"

"افسوس تو اسی کا ہے کہ اب بھی وہیں ہوں جہاں پہلے تھا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہی معاملہ مجرم تک پہنچنے میں مدد دے گا۔!"

کوئی اور موقع ہوتا تو فیاض عمران کے سر ہو جاتا۔ لیکن اس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ سجاد کے معاملے کی نوعیت کیا تھی۔!

سجاد کی تدفین کے بعد فیاض نے تو پولیس ہیڈ کوارٹر کا رخ کیا تھا اور عمران اپنے ماتحتوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

سردار گڈھ روانہ ہونے سے قبل بحیثیت ایکس ٹو، جولیا، خاور اور چوہان کو مطلع کر چکا تھا کہ اب وہ اپنی رپورٹیں سردار گڈھ ہی میں عمران کو دیں گے اور وہ خود ہی ان سے رابطہ قائم کرلے گا۔!

وہ اس ہٹ تک جا پہنچا جہاں یہ دونوں مقیم تھے۔

"چلو.... بوریت تو دور ہوئی۔!" خاور اسے دیکھ کر چہکا۔

"تم لوگ روز بروز بے حد کنجوس ہوتے جا رہے ہو۔ بھلا یہ بھی کوئی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"ہم ڈیوٹی پر ہیں۔ تعطیلات گذارنے نہیں آئے۔!" چوہان بولا۔

"اچھا اب کام کی بات کرو۔ ہو سکتا ہے اس کے بعد تمہیں کہیں اور جانا پڑے اور میں خود ہی ان چوہے دان میں رہ پڑوں۔ سنا ہے کہ پروفیسر ایکس کی سیکریٹری بہت دیدہ زیب ہے۔!"

"آپ جیسے قلندروں کے لئے اس سے کیا فرق پڑے گا۔!"

"ایسا نہ کہو....! بہت دنوں سے کسی شربت کی بوتل کو ترس رہا ہوں۔!"

"وہ وہسکی کی بوتل ہے عمران صاحب....!"

"استغفراللہ.... خیر.... رپورٹ پلیز....!"

خاور نے ان دونوں کی کہانی شروع کردی جنہوں نے آج ان پر حملہ کیا تھا۔ اختتام پر عمران بولا۔ "اور پھر تم نے ریکارڈ اسپول حاصل کر کے انہیں چھوڑ دیا۔!"

"پھر کیا کرتے.... ہمیں کسی کو روکے رکھنے یا پولیس کے حوالے کردینے کا حکم تو نہیں ہے۔!" چوہان ناخوش گوار لہجے میں بولا۔

"اسی لئے تو تمہارے گرو گھنٹال نے مجھے بھیجا ہے۔ تاکہ میں ہر طرح کا کام کر سکوں۔!"

"میں نے ان میں سے ایک کا گھر دیکھ لیا ہے۔ بھاگ کر کہاں جائیں گے۔!" خاور نے کہا۔

"ٹھیک ہے.... تم نے اس ٹیپ کو سنا....؟"

"اسی کے گھر پر سنا تھا۔ مختلف اوقات کے احکامات ہیں۔ جن کے ذریعے انہیں پیغامات رسانی کا کام سونپا گیا تھا اور آخر میں آج ہم سے متعلق معلومات حاصل کرنے کی ہدایت تھی اور سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس آواز سے صاف پتہ چلتا ہے کہ پروفیسر ایکس نے آواز بدل کر بولنے کی کوشش کر ڈالی ہے۔!"

"گڈ.... یہ ہوئی نا کام کی بات.... لاؤ وہ اسپول مجھے دو.... میں بھی کہیں نہ کہیں اُسے ٹرائی کروں گا۔ خیر اب بتاؤ کہ ریکھا چودھری کیا چیز ہے۔!"

"قیامت ہے....!" چوہان ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"یوم حساب کو بھی ہر وقت یاد رکھا کرو۔!" عمران نے کسی واعظ کے سے انداز میں کہا۔

"اب ہمیں کیا کرنا ہے۔!" خاور نے پوچھا۔

"فی الحال پروفیسر ہی پر نظر رکھو....!"

"کیا صفدر اب بھی یہیں ہے۔!"

"نہیں.... پندرہ دن کی چھٹیاں وہیں گذار رہا ہے۔!"

"یہ کس خوشی میں....؟"

"پتہ نہیں.... کہہ رہا تھا خود ایکس ٹو نے اسے پندرہ دن آرام کرنے کو کہا ہے۔"

خاور سے ریکارڈڈ اسپول لیکر وہ جولیا کے ہوٹل پہنچا تھا۔ کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے....!" اندر سے کسی مرد کی آواز آئی۔

عمران نے آنکھیں نکال کر دروازے کو گھورا اور پھر ڈھیلی ڈھالی آواز میں بولا۔ "ٹیلی گرام ہے۔!"

اور پھر اُس نے بڑی پھرتی سے ریڈی میڈ میک اپ جیب سے نکال کر ناک پر فٹ کر لیا تھا۔ دروازہ کھلا اور ایک قد آور آدمی سامنے کھڑا نظر آیا۔

"لاؤ....!" وہ اسے گھورتا ہوا بولا۔

"مسز گلارا روشنڈیل کے نام ہے۔!"

"میں روشنڈیل ہوں.... لاؤ.... مجھے دو....!" وہ غرایا اور ساتھ ہی عمران نے بڑی پھرتی سے پیچھے ہٹ کر اس کے پیٹ پر ایک زوردار کک لگائی۔ وہ اچھل کر کمرے میں جا پڑا۔ پھر اس کے دوبارہ اٹھنے سے قبل ہی عمران نے اندر داخل ہو کر دروازہ بولٹ کر دیا تھا۔

عمران نے پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا کہ اس کے کوٹ کے نیچے بغلی ہولسٹر بھی موجود ہے۔ لہٰذا اپنا ریوالور نکال لینے میں اس نے دیر نہیں لگائی تھی۔

"کھڑے ہو جاؤ....!" عمران نے سفاکانہ انداز میں سرگوشی کی۔ "نہیں کوئی حرکت نہیں.... ورنہ تمہارا سینہ چھلنی ہو جائے گا۔!"

وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ساتھ ہی اپنے ہاتھ بھی اوپر اٹھا دیئے۔

"عورت کہاں ہے....؟"

"تت.... تم کون ہو....؟"

"میں ہی روشنڈیل ہوں.... اور وہ میری بیوی ہے۔!"

"لل.... لیکن.... وہ تو کہہ رہی تھی کہ وہ یہاں تنہا ہے۔!"

"کچھ دیر پہلے تھی۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ اب میں یہاں موجود ہوں۔ بتاؤ وہ کہاں ہے۔ ورنہ سچ مچ مار ڈالوں گا۔!"

"اندر ہے....!"

"اور کون ہے وہاں....؟"

"کک.... کوئی بھی نہیں۔!"

"چلو....!" عمران نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

وہ دروازے کی طرف مڑ گیا۔

جولیا کمرے میں ایک کرسی پر اس طرح بیٹھی تھی کہ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور منہ پر ٹیپ چپکا دیا گیا تھا۔

عمران نے ریوالور کی نال اس آدمی کی گردن پر رکھ کر اس کے بغلی ہولسٹر سے پستول نکال لیا اور پھر اس سے بولا۔ "اس کے منہ پر سے ٹیپ نکال دو....!"

اُس نے بے چون وچرا تعمیل کی۔

"اور اب ہاتھ بھی کھول دو....!"

جب وہ اس کے ہاتھ کھول چکا تو عمران نے کہا کہ اب وہ خود اس کرسی پر بیٹھ کر اپنے ہاتھ بندھوائے۔ پھر جولیا نے بڑی بے دردی سے اس کے منہ پر کئی تھپڑ مارے تھے اور پشت پر ہاتھ باندھنے لگی تھی۔

"اب بتاؤ کیا قصہ تھا....؟" عمران نے جولیا سے پوچھا۔

وہ عمران کو اس میک اپ میں بار بار دیکھ چکی تھی۔

"یہ مجھ سے معلوم کرنیکی کوشش کر رہا تھا کہ میں کون ہوں اور ڈاکٹر سجاد سے کیوں ملی تھی۔!"

"تو پھر تم نے کیا بتایا۔۔۔؟"

"ابھی تک تو کچھ بھی نہیں بتایا۔!" جولیا نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"ارے.... تو بتا کیوں نہیں دیتیں کہ اپنی عقل کا آپریشن کرانا چاہتی تھیں۔" وہ غصیلے انداز میں سر کو جھٹک کر دوسرے کمرے میں چلی گئی اور عمران نے قیدی کو آنکھ مار کر مسکراتے ہوے کہا۔ "ایسی نکچڑی بیوی خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔!"

قیدی کچھ نہ بولا۔ اس کے نقوش کا تیکھاپن ڈھیلا پڑ چکا تھا اور آنکھوں میں سراسیمگی کے آ پائے جاتے تھے۔

"خیر....!" وہ تھوڑی دیر بعد ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "اب تم اپنی زبان کھولو....!"

"مم.... میں کچھ نہیں جانتا۔!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا نہیں جانتے؟ بیوی نہیں جانتے کہ شوہر نہیں جانتے۔!"

وہ صرف تھوک نگل کر رہ گیا۔

"ہمیشہ یاد رکھو کہ سفید فام بیویاں ہم کالوں کے لئے دردِ سر بن جاتی ہیں۔!" عمران مربیانہ انداز میں کہا۔

قیدی حیرت سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"تمہاری شادی ہو گئی ہے یا نہیں....؟" عمران نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"یہ تم نے کیا بکواس شروع کر دی ہے۔!" پشت سے جولیا کی غصیلی آواز آئی۔

"اچھا تو پھر تم ہی کوئی موضوعِ گفتگو تجویز کر دو....!" عمران نے بھی جھلاہٹ کا مظ کرتے ہوئے کہا۔

"تم بتاؤ.... تمہیں کس نے بھیجا تھا....؟" جولیا نے قیدی سے پوچھا۔

"اس کے فرشتے بھی نہ بتا سکیں گے۔!" عمران بول پڑا۔

قیدی سختی سے ہونٹ بھینچے بیٹھا رہا۔

"تم کیوں بکواس کر رہے ہو....؟"

"دیکھا تم نے۔ ایسی ہوتی ہیں سفید فام بیویاں.... میں بکواس کر رہا ہوں۔ اگر یہ میری کالی ہوتی تو میں اس کی زبان گدی سے کھینچ لیتا۔!"

"بتاؤ تمہیں کس نے بھیجا تھا۔!" جولیا پیر پٹخ کر دہاڑی۔

"اگر یہ بتا سکا تو میں وہ ساڑھے ستائیس روپے بھی تمہارے حوالے کر دوں گا جو اپنے کفن دفن کے لئے بچا رکھے ہیں۔!"

"یقین کیجئے محترمہ....! مسٹر روشنڈیل سچ کہہ رہے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔!" قیدی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"جان سے مار دینے کی دھمکی دے کر کام لے رہا ہو گا۔!" عمران نے خوش ہو کر کہا۔

"آپ تو سب کچھ جانتے ہیں مسٹر روشنڈیل۔!"

"اس لئے اب تم چلتے پھرتے نظر آؤ.... اس پستول کا لائسنس تو ہو گا تمہارے پاس۔!"

"یقیناً ہے مسٹر روشنڈیل.... میں سردار گڈھ کا ایک کھاتا پیتا ہوا آدمی ہوں۔!"

"شکل ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈھائی سیر سے کم نہ کھاتے ہو گے۔!" عمران نے کہا اور اس کے پستول سے میگزین نکال کر خالی پستول بغلی ہولسٹر میں رکھ دیا۔ پھر اس نے اس کے ہاتھ بھی کھول دیئے تھے۔

"اب تم جا سکتے ہو اُسے مطلع کر دینا کہ وہ سفید فام عورت ایک دن پہلے ہی ہوٹل چھوڑ گئی ہے۔!"

"بہت بہت شکریہ مسٹر روشنڈیل خدا کرے آپکا تعلق سرکاری محکمہ سراغ رسانی سے ہو۔!"

"چلتے پھرتے نظر آؤ.... ہم بھی اسی طرح اپنے پیٹ پال رہے ہیں۔!"

اس کے بعد وہ اسے کمرے سے نکال کر پھر پلٹ آیا تھا۔ جولیا دانت پیس کر بولی۔ "بعض اوقات سچ مچ پاگل معلوم ہونے لگتے ہو۔!"

"بعض اوقات نہیں بلکہ ہمیشہ! اسی لئے تو ابھی تک میری شادی نہیں ہو سکی۔ خواہ مخواہ مسٹر روشنڈیل بنا پھرتا ہوں۔ بہر حال اب تم بھی چلتی پھرتی نظر آؤ۔!"

"کیا مطلب....؟"

"تمہارے لئے بھی ایکس ٹو سے پندرہ دن کی چھٹی منظور کرا لایا ہوں۔!"

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"ان لوگوں کی نظروں میں آ گئی ہو۔ لہٰذا اب تمہارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔!"

"تم نے بڑے یقین کے ساتھ اسے جانے دیا ہے۔!"

"ہاں.... میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ اصل مجرم کی شخصیت سے واقف نہیں.... خ
اب مجھے وہ لسٹ چاہئے جو تمہیں ڈاکٹر سجاد سے ملی تھی۔!"

"لسٹ نہیں.... اخبار کے تراشے ہیں.... اس نے وہی میرے حوالے کئے تھے۔ آخر
آدمی سمیت نو افراد تھے جن کی پوسٹ مارٹم کی رپورٹیں اسے غلط دینی پڑی تھیں۔ ان تراشو
میں ان کے نام اور پتے بھی موجود ہیں۔!"

"ابھی تک یہی سب سے بڑا کام ہے اور اس کا سہرا تمہارے سر ہے۔!" عمران اسے تعری
نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"یہاں کا موسم بڑا اچھا جا رہا ہے۔ میں کچھ دن اور ٹھہرنا چاہتی تھی۔!"

"لیکن میں نہیں چاہتا کہ تمہارے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں بھی کچھ گھپلا ہو جائے۔!
عمران مسمسی سی صورت بنا کر بولا۔

"ہاں.... اب تو جانا ہی پڑے گا۔!" جولیا طویل سانس لے کر بولی۔

"آٹھ بجے والے جہاز سے۔!"

"اتنی جلدی....!"

"فضول باتیں نہ کرو.... میک اپ میں تمہیں یہاں سے لے چلوں گا اور میں بھی اپنا حلیہ
تبدیل کروں گا۔ یہ ریڈی میڈ میک اپ تو اب ضائع ہو چکا ہے۔ اس گروہ کی ایک لڑکی بھی مجھ
اس میک اپ میں پہچان لے گی۔!"

"اوہو.... تو اس حد تک وہ تمہارے قریب رہی ہے۔ کون ہے وہ....؟"

"بڑی عجیب چیز ہے جولیا.... لیکن ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔!"

"آخر تم کب تک میرے لئے دردِ سر بنے رہو گے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"کچھ نہیں....!"

"میں سمجھ گیا....!"

"تم میں کچھ سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔!"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ نہ سمجھوں گا اور نہ مار کھاؤں گا۔ سمجھ دار لوگ عموماً مرتے ب

ہوئے نظر آتے ہیں۔!"

"تم کتنی دیر یہاں ٹھہرو گے۔!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"بس اب تمہیں ایئرپورٹ پہنچا کر ہی دم لوں گا۔!"



بریگیڈیئر سہراب نے پچھلی جنگ عظیم میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے ان کے صلے میں اس کو متعدد تمغوں سے بھی نوازا گیا تھا اور زرعی زمینیں بھی انعام میں ملی تھیں جن میں اس نے جدید طرز کے فارم بنائے تھے۔

سردار گڈھ سے بیس میل کے فاصلے پر یہ سرسبز و شاداب فارم واقع تھے اور وہیں سہراب نے رہائش کے لئے ایک بڑی خوبصورت عمارت بھی بنوائی تھی جہاں اپنے پندرہ سولہ ملازمین کے ساتھ مقیم تھا اور وہ سب وہاں ایک بڑے خاندان کے افراد کے سے انداز میں رہتے تھے۔ ملازمین کا خیال تھا کہ اس زمانے میں ایسا مالک ملنا مشکل ہے جس کے برتاؤ میں باپ کی سی شفقت پائی جاتی ہے۔ اس نے انتہائی غصے میں بھی کبھی اُن سے اونچی آواز میں گفتگو نہیں کی تھی۔ کبھی کسی بڑے سے بڑے نقصان پر بھی وہ برافروختہ نہیں ہوتا تھا۔ کسی سے کوئی نقصان ہو جاتا تو اس طرح اسے سمجھانے کی کوشش کرتا جیسے ناسمجھ بچوں کو سمجھاتے ہیں۔ بہرحال فارم میں کام کرنے والے ملازمین کا خیال تھا کہ ان کا مالک فوج میں کسی دعا گو بریگیڈ کا سربراہ رہا ہوگا۔ لڑنے بھڑنے والی فوج کا آفیسر تو ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود ہر وقت بے حد مغموم نظر آتا اور کبھی کبھی وہ یہ بھی محسوس کرتے جیسے بریگیڈیئر بہت زیادہ خائف ہو۔ ان میں سے کئی اس سے اس کی وجہ معلوم کرنے کی کوشش کر کے تھک ہارے تھے۔ وہ ہمیشہ ایسے استفسار پر ہنس کر کہہ دیتا۔

"میری شکل ہی ایسی ہے۔ تم لوگ خواہ مخواہ میرے لئے پریشان رہتے ہو۔!"

اس وقت بھی وہ بہت زیادہ خائف نظر آنے لگا۔ جب ایک ملازم نے اُسے کسی اجنبی کی آمد کی اطلاع دی تھی۔

"کک.... کون ہے....؟" وہ ہکلایا تھا۔

"پتہ نہیں صاحب.... پہلے کبھی نہیں دیکھا۔!" ملازم نے جواب دیا۔

"کک.... کیسا لگتا ہے۔!"

"صورت سے بالکل بیوقوف معلوم ہوتا ہے۔!" ملازم ہنس کر بولا۔

"کیوں آیا ہے....؟"

"یہ تو نہیں بتایا صاحب.... بس آپ سے ملنا چاہتا ہے۔!"

"اچھا.... بٹھاؤ.... اُسے۔!"

وہ سٹنگ روم میں آیا تھا۔ یہاں اُسے جو شخص نظر آیا وہ شائد اس سے بھی زیادہ بوکھلاہٹ میں مبتلا تھا۔ اُسے دیکھ کر کرسی سے اٹھا تھا پھر بیٹھ گیا تھا اور پھر اٹھ کر مصافحے کے لئے آگے بڑھا تھا۔

"آپ کون ہیں.... مجھ سے کیا کام ہے....؟" سہراب نے خوف زدہ سے لہجے میں پوچھا۔

"میں علی عمران ہوں.... آپ کی لڑکی نے بھیجا ہے۔!"

"لل.... لڑکی....!"

"ہاں.... جو بیک وقت لڑکی بھی ہے اور لڑکا بھی....!"

"یہ کیسی بیوقوفی کی بات کہی آپ نے.... معاف کیجئے گا۔!"

"معاف کیا....!" عمران سر ہلا کر بولا اور ہونقوں کی طرح اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"شہر زاد نے کیوں بھیجا ہے آپ کو....؟"

"مجھے ایک ٹن پیلی سرسوں چاہئے۔!"

"میرے یہاں سرسوں کی کاشت نہیں ہوتی۔!"

"یہ تو محترمہ شہر زاد نے بھی بتایا تھا لیکن ان کا خیال ہے کہ آپ اس سلسلے میں میری راہنمائی کر سکیں گے۔!"

"وہ بیوقوف ہے.... ایک ٹن سرسوں آپ کسی بھی آڑھتی سے خرید سکتے ہیں۔!"

"چلئے سرسوں کو ماریئے گولی.... میں ویسے بھی آپ سے ملنا چاہتا تھا۔!"

"کیوں....؟"

"مجھے ایک بلیک میلر کی تلاش ہے....!"

"کک.... کیا....!" سہراب بوکھلا کر کھڑا ہو گیا اور خوف زدہ انداز میں دروازے کی طرف دیکھ کر عمران کی طرف مڑا۔

"چلے جایئے.... یہاں سے چلے جایئے۔!"

"بڑی عجیب بات ہے بلیک میلر کے تذکرے ہی پر بد اخلاقی پر اتر آئے۔!"

"اوہ.... نہیں.... میں کسی سے بھی نہیں ملتا۔ میں آپ کو نہیں جانتا۔ آپ جھوٹے ہیں۔ شہر زاد نے آپ کو نہ بھیجا ہو گا۔!"

"میں جھوٹا نہیں ہوں.... آپ میری توہین کر رہے ہیں۔!" عمران چیخ کر بولا اور بریگیڈیئر اس طرح سہم گیا جیسے عمران اس پر حملہ کرنے والا ہو۔

"آہستہ بولئے.... آہستہ پلیز.... اگر آپ کو کسی بلیک میلر کی تلاش ہے تو آپ میرے پاس کیوں آئے ہیں۔!"

"اس لئے کہ وہی آپ کو بھی بلیک میل کر رہا ہے۔!"

"شہر زاد نے ایسی کوئی بات ہر گز نہ کہی ہو گی۔ ہر گز نہیں....!"

"مجھے یقین ہے کہ آپ اعتراف نہ کریں گے۔ اسی حد تک اس سے خائف ہیں۔!"

"خدا کے لئے چلے جایئے۔!" بریگیڈیئر چاروں طرف دیکھ کر خوف زدہ لہجے میں بولا۔

"اچھی بات ہے.... بریگیڈیئر.... لیکن آپ ایک ایسے شخص کے بارے میں تو گفتگو کر ہی سکیں گے جو بہت عرصہ تک آپ کے ساتھ رہ چکا ہے۔!"

"کک.... کون....؟"

"کرنل جبار غزنوی.... عرف پروفیسر ایکس....!"

"چلے جاؤ یہاں سے....!" بریگیڈیئر حلق پھاڑ کر چیخا۔

شاید اس کی آواز ہی سن کر چار آدمی سٹنگ روم کی طرف دوڑ آئے تھے۔

"اس آدمی کو فوراً یہاں سے نکال باہر کرو۔!" بریگیڈیئر نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

وہ چاروں آہستہ آہستہ عمران کی طرف بڑھنے لگے اور عمران کسی لڑاکا عورت کی طرح ہاتھ نچا کر بولا۔ "ارے بس تکلیف نہ کرو تم لوگ.... میں خود ہی جا رہا ہوں۔ ایسے چڑچڑے اور نکچڑھے آدمی کے ساتھ کون اپنا وقت برباد کرنا پسند کرے گا.... ہونہہ....!"

ملازموں نے حیرت سے بریگیڈیئر کی طرف دیکھا اور جہاں تھے وہیں تھم گئے۔ عمران اور نہ جانے کیا کیا بڑبڑاتا ہوا وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔

فارم تک سفر کرنے کے لئے کیپٹن فیاض نے اس کے لئے ایک پولیس کار فراہم کی تھی جسے

وہ خود ہی ڈرائیو کر کے یہاں پہنچا تھا۔ کار میں بیٹھتے وقت اس نے مڑ کر دیکھا تھا چاروں ملازم اس کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔ "اپنے صاحب سے کہہ دینا۔" عمران کھڑکی سے ہاتھ نکال کر بولا۔ "اُن سے زیادہ بد اخلاق آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گذرا۔!"

پھر گاڑی تیزی سے سڑک کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اب وہ پھر سردار گڈھ واپس جا رہا تھا اور اس کے چہرے پر ایسے ہی تاثرات پائے جاتے تھے جیسے اپنے مقصد میں ناکام نہ رہا ہو۔

گاڑی سردار گڈھ کی طرف بڑھتی رہی۔ دن کے تین بجے تھے۔ سرسبز وادی سے اٹھنے والی بھانت بھانت کی خوشبوؤں سے فضا رچی بسی ہوئی تھی۔ سفید چمکیلے بادلوں میں کہیں کہیں نیلگوں دراڑیں سی نظر آئیں۔ بس اسی حد تک آسمان دکھائی دیتا۔ ہوا میں خنکی تھی۔ گاڑی تیز رفتاری سے مسافت طے کر رہی تھی۔ اچانک ریڈیو ٹیلی فون کا بزر چیخ پڑا۔

عمران نے ڈیش بورڈ کے خانے سے ریسیور نکال لیا۔

"ہیلو.....!" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"کار نمبر زیرو نائن ٹین؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہاں.... ہاں.... تم کون ہو.....؟" عمران بولا۔

"ایک ہمدرد.....!"

"اُوہو..... میں نے نام پوچھا تھا۔!" عمران پیشانی پر شکنیں ڈال کر بولا۔

"تمہاری گاڑی میں ایک ٹائم بم موجود ہے۔!"

"کہاں.... کس جگہ.....؟"

"یہ میں نہیں جانتا!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "لیکن وہ صرف تین منٹ بعد پھٹ جائیگا۔!"

"کسی دشمن نے اڑائی ہوگی۔!"

"اگر تم مرنا ہی چاہتے ہو تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔!" دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عمران نے گھڑی دیکھی! گاڑی روک کر انجن بند کیا اور دروازہ کھول کر داہنی جانب چھلانگ لگادی۔ اب وہ بے تحاشہ دوڑا جا رہا تھا۔

زمین ناہموار اور چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ کچھ اندازہ نہیں تھا کہ وہ سڑک

سے کتنی دور نکل آیا ہے۔ اچانک اس کا ایک پیر کسی قدر زیادہ نشیب میں چلا گیا اور وہ توازن برقرار نہ رکھ سکنے کی بناء پر نامعلوم گہرائیوں میں لڑھکتا چلا گیا۔ پھر ایسا لگا جیسے کسی جھولتی ہوئی جگہ پر ٹک گیا ہو۔ اس کے گرد اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

پھر اس نے ہلکے سے دھماکے کی آواز سنی تھی اور ایسا معلوم ہوا تھا جیسے زمین جھنجھلا اٹھی ہو۔

"اوہ.....!" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "تو یہ بات ہے۔!"

وہ کسی جال میں پھنس گیا تھا۔ ایسا جال جو کسی گہرے گڑھے میں لگایا گیا تھا اور اسکے دہانے پر درختوں کی ٹہنیاں پھیلادی گئی تھیں اس نے جال کو مٹھیوں میں جکڑ کر اسکی مضبوطی کا اندازہ لگایا اور پھر اوپر پہنچنے کی تدبیر کرنے ہی والا تھا کہ آواز آئی۔ "پھنس گیا" پھر ایک بے ہنگم سا قہقہہ سنائی دیا۔

"تو پھر نکالئے.....!" اس بار نسوانی آواز آئی۔

عمران جال کو چھوڑ کر اپنا سر سہلانے لگا اور تب اسے معلوم ہوا کہ سر کی چوٹ خشک نہیں تھی بلکہ کچھ زیادہ ہی گیلی واقع ہوئی تھی اور گیلا پن شاید پورے چہرے پر پھیل گیا تھا۔

جال میں جنبش ہوئی۔ وہ اوپر کھینچا جا رہا تھا۔ عمران نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا تاکہ سیدھا کھڑا ہو سکے اور پھر جب اوپر پہنچا تو بیک وقت کئی زبانوں سے "ارے" نکلا اور سب اس کی طرف جھپٹے۔ تین مرد تھے اور ایک لڑکی۔

"تت.... تم کون ہو.....؟" لڑکی ہکلائی۔

"اب تو پھنس ہی چکا ہوں۔ اس لئے جو نام چاہو رکھ دو.....!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"ارے..... انہیں جال سے نکالو...... اوہو..... چوٹ بھی آئی ہے۔ ہمیں افسوس ہے جناب.....!" لڑکی بولی۔

"پھنسنے والے جناب نہیں کہلاتے۔!"

"ہم شرمندہ ہیں.... تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی آدمی پھنسے گا۔!"

عمران کو جال سے نکالا گیا اور ایک آدمی کہنے لگا۔ "ہم نے اس لکڑ بگڑ کو پھانسنے کے لئے جال لگایا تھا جو ہماری مرغیاں چٹ کر جاتا ہے۔!"

"اتفاق سے میرا نام بھی لکڑ بگڑ ہی ہے۔ کچھ لوگ پیار سے باگڑ بلا بھی کہتے ہیں۔!"

"آپ بہت خوش مزاج معلوم ہوتے ہیں جناب....!" لڑکی بولی۔ "میں تو سمجھی تھی کہ آپ اس غلطی پر ہمیں ہرگز معاف نہ کریں گے۔ آپ کے سر میں خاصی چوٹ آئی ہے۔ ہمارے ساتھ چلئے ڈریسنگ کر دیں۔"

"وہ تو ہو ہی جائے گی۔ یہ بتایئے کیا ابھی آپ نے کوئی دھماکا سنا تھا....؟"

"ہاں.... تھا تو.... کہیں قریب ہی ہوا تھا۔!"

"تب تو میں واقعی پھنس گیا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"کسی نے میری کار میں ٹائم بم رکھ دیا تھا اور جب اس کے پھٹنے میں صرف تین منٹ باقی رہ گئے تو کسی ہمدرد نے اطلاع دی۔!"

"آپ کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔!"

پوری بات سن کر وہ سب متحیر رہ گئے۔ پھر لڑکی عمران کو ساتھ لے کر سڑک کی طرف چل پڑی۔ پہلے وہ اس جگہ پہنچی تھی جہاں اپنی گاڑی کھڑی کی تھی۔ پھر ایک زوردار دھماکے کی آواز آئی۔

"اب شائد ٹنکی پھٹی ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تو وہ پولیس کار تھی....؟" لڑکی نے پوچھا۔

"جی ہاں.... بڑی مشکل میں پڑ گیا ہوں.... ایک آفیسر سے کار عاریتاً لی تھی۔ خود میرا پولیس سے کوئی تعلق نہیں۔!"

"کیا ہم اس جگہ چلیں جہاں حادثہ ہوا ہے۔!"

"میرا تو خیال ہے کہ میں اب اس پولیس آفیسر کو منہ نہ دکھا سکوں گا۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"فی الحال آپ کے زخم کی ڈریسنگ ضروری ہے۔ گاڑی میں بیٹھ جایئے۔!"

"اور بقیہ لوگ....؟"

"وہ دوبارہ جال لگائیں گے.... لکڑ بگڑ کو پکڑنا بے حد ضروری ہے۔ کچھ پتہ ہی نہیں چلتا کب آتا ہے اور مرغیاں جھپٹ لے جاتا ہے۔ صرف ایک بار دکھائی دیا تھا۔ لیکن رائفل کی زد پر بھی نہیں آیا۔!"

"آپ مجھے کہاں لے چلیں گی۔!"

"اپنے بنگلے تک زیادہ سے زیادہ دو فرلانگ کے فاصلے پر ہو گا۔!"

"اب ایسا لگتا ہے جیسے پہلے بھی کہیں آپ کو دیکھا ہو۔!" عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"اخبارات میں تصویر دیکھی ہو گی۔ میں پروفیسر ایکس کی اسسٹنٹ ریکھا چودھری ہوں۔!"

"اوہو.... بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر.... وہ دیکھا تھا اخبار میں رقص کا مقابلہ.... ایک آدمی مر گیا تھا۔!"

"جی ہاں....!" ریکھا آہستہ سے بولی۔ "وہ میرے لئے ڈراؤنا تجربہ تھا۔!"

"آپ بہت جاندار معلوم ہوتی ہیں۔!"

"قطعی نہیں جناب وہ پروفیسر کی قوت ارادی کا کرشمہ تھا۔ میں تو پانچ منٹ بھی نہیں ٹھہر سکتی تیز موسیقی پر....!"

"پروفیسر پُراسرار قوتوں کے مالک ہیں۔ میں نے سنا ہے۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"صرف پختہ قوت ارادی کے مالک ہیں.... اور ہاتھ کی صفائی کے ماہر جادوگر نہیں ہیں۔!" ریکھا بولی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ ریکھا خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی ایک بنگلے کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ پروفیسر سامنے ہی برآمدے میں کھڑا تھا۔ انہیں دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھلا تھا اور پھر بند ہو گیا تھا۔

"یہ کون ہے....؟" اس نے آگے بڑھ کر ریکھا سے پوچھا۔

"میں لکڑ بگڑ ہوں جناب....!" عمران مسمی سی صورت بنا کر بولا اور ریکھا ہنس پڑی پھر بولی۔ "یہ بے چارے اس جال میں پھنس گئے تھے۔!"

"اوہو....! چوٹ بھی آئی ہے۔ اندر لے چلو.... ڈریسنگ کر دیں۔!" پروفیسر کے چہرے سے کرختگی کے آثار غائب ہو گئے۔ وہ ایک کمرے میں لایا گیا اور پروفیسر خود ہی اس کا زخم صاف کر کے پٹی باندھنے لگا۔

"اس سے پہلے انہیں ایک حادثہ بھی پیش آیا تھا۔!" ریکھا بولی اور عمران سے سنی ہوئی کہانی دُہرا دی۔ پروفیسر کے چہرے کی نرمی یک بیک پھر تیکھے پن میں تبدیل ہو گئی۔ وہ عمران کو قہر آلود

نظروں سے گھورے جارہا تھا۔ دفعتاً بولا۔ "میں سب سمجھتا ہوں۔!"

"جی....!" عمران نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"پولیس کی چالیں.... خوب سمجھتا ہوں لیکن وہ میرے خلاف کچھ بھی ثابت نہ کر سکے گی اور تم اب یہاں سے دفع ہو جاؤ۔!"

"کیا قصور ہو گیا جناب.... ابھی تو آپ نے بڑی محبت سے ڈریسنگ کی تھی۔!"

"بس چلے جاؤ.... خیریت اسی میں ہے۔!"

"نہیں... میں آپ کے رویے میں اس اچانک تبدیلی کی وجہ معلوم کئے بغیر ہرگز نہ جاؤں گا۔!"

"کئی دنوں سے میرا تعاقب ہو رہا ہے۔ اب مجھ تک پہنچنے کے لئے یہ چال چلی گئی ہے گویا میرے خلاف کیس بنایا جارہا ہے۔ کہہ دو کہ تمہاری گاڑی میں وہ ٹائم بم میں نے ہی رکھوایا تھا۔!"

عمران نے قہقہہ لگایا اور بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں پاگل ہو گیا ہوں یا پھر....!"

"بکواس مت کرو چلے جاؤ یہاں سے۔!"

"ذرا دیکھئے تو سہی....!" عمران ریکھا کی طرف دیکھ کر بولا۔ "میں نے تو لکڑ بگڑ والی بات پر یقین کر لیا لیکن میری بات پر یقین نہیں آرہا....!"

"پروفیسر پلیز....!" ریکھا بولی۔

"اچھا تو تم کیا چاہتی ہو....؟" وہ غصیلے لہجے میں بولا۔

"کسی ثبوت کے بغیر الزام نہ لگایئے۔!"

"اسے اعتراف ہے کہ وہ پولیس کار تھی۔"

"یوں تو میں سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر کی اولاد ہوں۔!" عمران پروفیسر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"میں کہتا ہوں بکواس مت کرو.... چلے جاؤ یہاں سے۔!"

"میں انہیں اپنے ساتھ لائی ہوں۔ آپ براہِ راست میری توہین کر رہے ہیں۔!" ریکھا جھنجھلا کر بولی۔

"تم بھی جہنم میں جاؤ....!" پروفیسر پیر پٹخ کر بولا اور وہاں سے چلا گیا۔

ریکھا نرم لہجے میں بولی۔ "آپ بیٹھ جایئے.... دراصل پولیس والوں نے ہم لوگوں کو بہت

پریشان کیا ہے۔!"

"ضرور کیا ہوگا۔!" عمران بیٹھتا ہوا بولا۔ "یہ اپنے باپ کے بھی نہیں ہوتے۔!"

"پروفیسر نے اسے زبردستی تو ناچنے پر مجبور نہیں کیا تھا۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔!"

"ظاہر ہے ایسی صورت میں وہ ہر اجنبی کو شبے کی نظر سے دیکھیں گے۔!"

"لیکن میں یہاں خود نہیں آیا۔ لکڑ بگڑ بنا کر لایا گیا ہوں۔!"

خفیف سی مسکراہٹ ریکھا کے ہونٹوں پر نظر آئی جسے اس نے فوری طور پر دبا بھی دیا۔ پھر بولی۔ "پروفیسر پر دو اطراف سے یلغار ہے۔!"

"دو اطراف سے کیا مراد ہے۔!"

"ایک طرف پولیس ہے اور دوسری طرف کوئی بدمعاش....!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"لیکن بدمعاش والی بات پروفیسر کسی کو بھی بتانے پر تیار نہیں۔ اپنے طور پر اس کی تلاش میں ہے۔ میں نہیں جانتی کہ وہ اسے بھی پسند کریں گے یا نہیں کہ میں آپ کو بتا رہی ہوں۔!"

"ریکھا....!" دفعتاً پروفیسر کی گونجیلی آواز سنائی دی اور وہ دونوں ہی چونک پڑے۔

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ تم میری مرضی کے خلاف بکواس کر رہی ہو اور وہ بھی ایک اجنبی سے۔!"

"ہم.... میں معافی چاہتی ہوں پروفیسر....!"

"اور تم اب تک یہاں سے گئے نہیں....؟"

"چائے یا کافی پیئے بغیر....؟" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ارے اگر یہ کوئی فلمی سین بھی ہوتا تو اس میں چائے یا کافی ضرور چلتی۔ مجھے اپنے لکڑ بگڑ بننے پر سخت شرمندگی ہے اور پولیس اسٹیشن پر اس کی رپورٹ ضرور کراؤں گا۔!"

"شوق سے کراؤ.... مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔!"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ بدمعاش کی کہانی کیا ہوگی۔!"

"کیا ہوگی....؟" وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا۔

"یہی کہ اگر تم نے میرا فلاں کام نہ کیا تو فلاں آدمی کی طرح حیرت انگیز طور پر مر جاؤ گے او
آخری آدمی تمہارے قریب ہی مرا تھا۔!"

"اوہ....!" پروفیسر کی آنکھیں شعلے برسانے لگیں۔

"نہیں چلے گی۔!" عمران مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔ "میری قوت ارادی بھی ا
کمزور نہیں ہے۔ کہ تم مجھ پر اثر انداز ہو سکو.... اور شعبدہ گری میں تو میں تمہیں باقاعدہ طور
چیلنج کرنے والا ہوں۔!"

"تم اُسی بدمعاش کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!"

"بھلا کس طرح مارو گے۔ بحیثیت لکڑ بگڑ مرنا تو ہرگز پسند نہ کروں گا۔!"

پروفیسر دروازے کی طرف مڑا اور کمرے سے چلا گیا۔

"چلے جائیے.... خدارا جلدی سے چلے جائیے۔!" ریکھا اسے دوسرے دروازے کی طرف
کھینچتی ہوئی بولی۔

"ارے واہ.... بس بہت دیکھے ہیں۔ میں تو نہیں جاؤں گا۔!"

"سنو.... اگر اس نے ملازمین کو بھی بلا لیا تو....؟"

"دیکھا جائے گا۔!"

اتنے میں پروفیسر پلٹ آیا.... اس کے ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور تھا۔

"نہیں....!" ریکھا چیخی۔

"خاموش رہو....!" پروفیسر دہاڑا تھا۔

عمران خاموش کھڑا ریوالور کو اس طرح گھورے جا رہا تھا جیسے پہلی بار نظر سے گذرا ہو۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!" پروفیسر غرایا۔

"پہلے تم یہ بتاؤ کہ یہ بندوقیا کتنے میں آتی ہے۔ میں بھی خریدوں گا....؟" عمران نے
مسرت لہجے میں پوچھا۔

"میں کہتا ہوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔!"

"نہیں اٹھاتا....!"

"اٹھا دو.... اٹھا دو....!" ریکھا روہانسی ہو کر بولی۔

"ہرگز نہیں.... وہ میری بغلیں دیکھنا چاہتا ہے۔ مجھے شرم آتی ہے۔!"

"مت بکواس کرو....!" پروفیسر جھینپے ہوئے انداز میں چیخا تھا۔

"یار تم کیسے آدمی ہو.... میں ابھی تک سمجھ نہیں سکا۔!"

پروفیسر چند لمحے اسے تولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا پھر ریوالور جھکا لیا اور نرم لہجے میں بولا۔
م اس بدمعاش کے طریق کار کے بارے میں کیا جانو.... تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ جان سے
دینے کی دھمکی دیتا ہے۔!"

عمران نے قہقہہ لگایا اور انگلی نچا کر بولا۔ "ابھی سچ مچ بتا دوں گا تو یہ بُرا مان جائیں گی۔!"

"ک.... کیا مطلب....؟" ریکھا ہکلائی۔

"اس نے مجھے بھی دھمکی دی تھی۔!" عمران سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔

"تمہیں....؟" پروفیسر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں.... اس نے کہا تھا کہ کسی طرح پروفیسر کی سیکریٹری کو پھانسنے کی کوشش کرو ورنہ ان نو
میوں کی طرح مار ڈالے جاؤ گے۔ میں نے پوچھا کن نو آدمیوں کی طرح؟ اس نے اخبارات کے
الے سے ان کے نام اور پتے بتائے۔ یہ دیکھو....! میں نے اخبارات تلاش کر کے تراشے جمع
ئے ہیں۔!" عمران نے جیب سے جولیا کے دیئے ہوئے تراشے نکالے اور پروفیسر کی طرف بڑھاتا
ا بولا۔ "کیا یہ محض اتفاق ہے کہ مجھے اپنی گاڑی اسی جگہ چھوڑنے پر مجبور کیا گیا جہاں سے قریب
ا تمہاری سیکریٹری لکڑ بگڑ کے لئے جال لگائے بیٹھی تھی۔!"

"یہ سب کیا بکواس ہے۔!" ریکھا غصیلے لہجے میں بولی۔

"خاموش رہو....!" پروفیسر غرایا۔ "اس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ دفعتاً وہ
دنک کر اسے گھورنے لگا پھر بولا۔ "تمہارا وہاں کیا کام....؟"

"کہاں....؟"

"جہاں لکڑ بگڑ کے لئے جال لگایا گیا تھا۔!"

"بس یونہی چلی گئی تھی تماشہ دیکھنے کے لئے۔!"

"آج ہی کیوں چلی گئی تھیں؟ جال تو کئی دنوں سے لگایا جا رہا ہے۔!"

"کیا میری نقل و حرکت پر پابندی لگی ہوئی ہے۔!" ریکھا بھی تیز ہو کر بولی۔

"تم ہوش میں ہو یا نہیں۔!"

"پروفیسر.... پروفیسر!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "جھگڑا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ وہ بدمعاش مجھے اس طرح تمہاری سیکریٹری تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اب یہ پھنسیں یا نہ پھنسیں ان کی مرضی۔!"

"اب تم فوراً چلے جاؤ یہاں سے ورنہ سچ مچ گولی ماردوں گا۔!"

"کیا خیال ہے چل رہی ہو میرے ساتھ....!" عمران ریکھا کو مخاطب کر کے بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"ہم دونوں الگ اپنا شو کریں گے۔ پروفیسر سے کہیں زیادہ جدید ہوں اپنے فن میں....؟"

"اچھا تو تم اس طرح اس بدمعاش کے حکم کی تعمیل کرنا چاہتے ہو۔!" پروفیسر دہاڑا۔ ساتھ ہی ریوالور کی نال پھر عمران کی طرف اٹھ گئی۔

"وہ بدمعاش تم خود ہی ہو پروفیسر.... میں بہت جلد ثابت کردوں گا۔!" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"تب تو تمہیں زندہ ہی رہنا چاہئے۔!" پروفیسر طنز سے بولا۔

ریکھا کبھی عمران کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی پروفیسر کی طرف۔

پروفیسر پھر بولا۔ "جاؤ.... میرے خلاف ثبوت فراہم کرو۔ فوراً نکل جاؤ یہاں ورنہ دھکے دے کر نکال دوں گا۔!"

"اچھی بات ہے میں جارہا ہوں۔!"

"میں بھی اب یہ ملازمت جاری نہیں رکھ سکتی۔!" ریکھا بول پڑی۔

"تم بھی جہنم میں جاؤ....!" پروفیسر پیر پٹخ کر بولا۔

"میرے وہ تراشے تو واپس کردو!" عمران نے کہا اور پروفیسر نے انہیں دیکھے بغیر عمران کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں فوراً دفع ہو جاؤ اور تم ریکھا پہلی تاریخ کو آکر اپنا حساب کرلینا۔!"

وہ دونوں خاموشی سے باہر نکل آئے۔ پروفیسر چیخ چیخ کر پتا نہیں کیا کہتا رہا تھا۔

"لیکن.... میں اب کہاں جاؤں گی۔!" ریکھا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیوں....؟ میں نہیں سمجھا....!"

"یہاں میرا کوئی گھر نہیں ہے۔!"

"کہیں تو ہوگا....!"

"لیکن میں وہاں کیا منہ لے کر جاؤں گی۔!"

"گھر سے بھاگی تھیں....!"

"ہاں.... چار سال پہلے کی بات ہے۔ دھوکا کھا گئی تھی پھر ادھر اُدھر بھٹکتے رہنے کے بعد تین قبل پروفیسر سے ملاقات ہوئی۔!"

"فکر نہ کرو.... رہنے کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ چلو.... کچھ دور پیدل چلنا پڑے گا۔!"

وہ اسے اس ہٹ میں لے آیا جہاں چوہان اور خاور مقیم تھے۔ لیکن وہ انہیں پہلے ہی دوسری منتقل کرچکا تھا۔

"تم نے بہت بُرا کیا....!" دفعتاً ریکھا بولی۔

"کس واقعے کی طرف اشارہ ہے تمہارا....؟"

"تم نے اس سے بدمعاش کے طریق کار کا تذکرہ کیوں کیا تھا اور پھر لاؤ۔ مجھے تو دینا وہ تراشے!"

"عمران نے اخبار کے تراشے جیب سے نکال کر اسے تھما دیئے وہ انہیں غور سے دیکھتی رہی بولی۔ "مجھے شروع ہی سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں غلط جگہ پہنچ گئی ہوں۔!"

"اوہو تو کچھ بتاؤ نا....!"

"پروفیسر بے حد پُراسرار ہے۔ چالاک بھی ہے۔ میں یقین نہیں کرسکتی کہ کوئی بدمعاش اسے دھمکی دینے کی جرأت کرسکے گا جبکہ پولیس والے بھی بے بسی سے اس کی شکل تکا کرتے ہیں۔!"

"تم غالباً یہ کہنا چاہتی ہو کہ نویں آدمی کی موت کا ذمہ دار وہ خود ہی تھا۔!"

"پھر اور کون تھا اس کے قریب.... یا میں تھی یا پروفیسر.... اور مجھے تو ہوش ہی نہیں کہ اس وقت کیا ہو رہا تھا۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ احمقانہ انداز میں اس کی شکل دیکھے جارہا تھا۔ یک بیک وہ چونک کر بولی۔ "کیا تم بالکل ہی بیوقوف ہو....!"

"کک.... کیا مطلب....؟"

"اگر تمہارا تعلق پولیس سے ہے تو فوراً اپنے لئے مدد طلب کرو۔ اپنے آفیسر کو ان حالات

سے مطلع کرو جن سے دوچار ہوئے ہو۔ شائد تم نے ابھی تک گاڑی میں ٹائم بم کے بارے بھی کسی کو کچھ نہیں بتایا۔!"

"نن.... نہیں.... ارے باپ رے۔!" وہ نروس ہو جانے کے سے انداز میں دروازے طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"ارے تو مجھے تنہا چھوڑ کر کہاں چلے۔ کیا میں اس کا مقابلہ کر سکوں گی۔!"

"کس کا....؟"

"پروفیسر کا.... کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ مجھے آسانی سے معاف کر دے گا.... اور ٹھہرو.... میرے خدا میں تو بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئی ہوں۔!"

"کہو.... کہو....!" عمران خوف زدہ لہجے میں بولا۔

"اس بدمعاش نے تم سے کہا تھا کہ پروفیسر کی سیکریٹری کو پھانسو....!"

"کہا تو تھا.... اور پھر خود ہی آگاہ بھی کر دیا کہ گاڑی میں ٹائم بم رکھا ہوا ہے۔!"

"تو تم نے مجھے پھانس لیا....؟"

عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا دیا۔ پھر جلدی سے بولا۔ "نہیں۔ تم تو خو[د] آ پھنسی ہو! میں نے تو کوشش نہیں کی تھی۔!"

"تمہارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے معلوم ہوتا ہے۔!" ریکھا اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "پروفیسر بھی تمہاری حقیقت سے آگاہ ہے اسطرح اس نے تمہیں غلط راہ پر ڈالنے کی کوشش کی ہے۔"

"میرا تعلق محکمہ سراغرسانی سے نہیں ہے۔ صرف ایک آفیسر سے میری دوستی ہے۔ [اس] سے گاڑی عاریتاً لی تھی۔!"

"خیر....!" وہ سر ہلا کر بولی۔ "مجھے اس سے کیا تم کوئی بھی ہو۔ پروفیسر کیسا ہی ہو میرے لئے بُرا نہیں تھا لیکن تمہاری وجہ سے میری ملازمت بھی گئی۔ ویسے کیا تم یہیں رہتے ہو۔!"

"ہاں.... تفریح کرنے آیا تھا۔ اس وبال میں پڑ گیا۔!"

"یہ جگہ تو مخدوش ہے۔!"

"ہوا کرے.... مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔!"

"میں تو یہاں نہیں رہ سکتی۔ تم مجھے کسی محفوظ جگہ پہنچا دو....!"

"خواہ مخواہ!" عمران سر جھٹک کر بولا۔ "اتنی محنت سے تو ہاتھ لگی ہو۔ پہنچا دوں کہیں اور۔!"

"کیا مطلب....؟"

"وہ کیا کہتے ہیں اسے.... قصہ حاتم طائی با تصویر میں پڑھا تھا.... وہ جو پہلی ہی نظر میں ہوجاتی تھی۔ بس دیکھا اور بیہوش ہو گئے اور وہ ہو گئی۔ پہلی ہی نظر میں.... پہلی ہی نظر میں۔!"

"پتہ نہیں کیا بکواس کر رہے ہو....!"

"دراصل مجھے تم سے پہلی ہی نظر میں بکواس ہو گئی ہے۔!"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو....!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"اس طرح غرا کر پوچھو گی تو کچھ بھی نہیں کہنا چاہتا۔ واہ بھئی....!"

"میں یہاں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔ مجھے جانے دو....!"

عمران نے اُسے غور سے دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر اس سے اخبار کے تراشے چھین لئے۔

"میں جا رہی ہوں۔!" وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

عمران نے اسے روکا نہیں لیکن اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔



رات تاریک تھی اور عمران اس ہٹ میں تنہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ساری دنیا سے منہ چور ہو گیا ہو۔ سردار گڈھ کی پولیس کو اس کی تلاش تھی کیپٹن فیاض بے حد پریشان تھا۔ کار کے دھماکے اور اس کی تباہی کا علم پولیس کو ہو چکا تھا لیکن فیاض کو تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ عمران نے کہاں جانے کے لئے اس کے توسط سے گاڑی حاصل کی تھی۔

آج خنکی معمول سے زیادہ تھی۔ لیکن ابھی تک عمران نے شب خوابی کا لباس نہیں پہنا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے لیٹنے کا ارادہ ہی نہ ہو۔ تنہائی میں بھی احمق ہی لگ رہا تھا۔ "یا یہ ہو گا.... یا وہ ہو گا۔!" دفعتاً وہ بڑبڑایا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا جسے اس نے شائد دیدہ دانستہ بولٹ نہیں کیا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر پھر بڑبڑایا۔ "یا پھر میں ہی چغد ہوں۔!"

ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"آ جاؤ....!" عمران کراہا۔

فوراً ہی دروازہ کھلا اور ریکھا کمرے میں داخل ہوئی اس نے اسکرٹ اور بلاؤز پہن رکھا تھا اور

کسی معصوم سی بچی کی طرح ہاتھ میں ایک ٹیڈی بیئر (مخملی ریچھ) لئے ہوئے تھی۔

"جاگ رہے ہو.....؟" اس نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"لل..... لیکن تم کہاں اتنی رات گئے؟ بھاگو..... ورنہ لوگ بات کا بتنگڑ بنادیں گے۔!"

"میں تمہیں بتانے آئی ہوں کہ پروفیسر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ یہاں سے نکل کر تھوڑی ہی د
گئی تھی کہ اس سے مڈبھیڑ ہو گئی میری ہی تلاش میں نکلا تھا۔!" اس نے کہا اور کرسی کھینچ کر عمرا
کے مقابل ہی بیٹھ گئی۔ ٹیڈی بیئر کو میز پر رکھ دیا۔ جس کا رخ عمران کی طرف تھا۔

عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "تم شائد بستر سے اٹھ کر آ رہی ہو۔ اس نانہجار کو تو وہ
چھوڑ آئی ہوتیں۔!"

"کیوں کیا یہ تمہیں اچھا نہیں لگتا.....؟"

"ہرگز نہیں..... رقیب لگ رہا ہے۔!"

"کمال کرتے ہو.....!" اس نے کھسیانی ہنسی کے ساتھ ٹیڈی بیئر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ عمرا
کی نظر ٹیڈی بیئر ہی پر تھی جیسے ہی ریکھا نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا۔ عمران نے بڑی پھرتی سے اس
کارخ اس کی طرف موڑ دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں ٹیڈی بیئر کے منہ سے سفید رنگ کے پاؤڈر ک
پھوار سی نکل کر ریکھا کے چہرے پر پڑی تھی اور پھر اس کی زبان سے "ارے" کے علاوہ اور کچھ
نہیں نکل سکا تھا وہ کرسی سے لڑھک کر چوبی فرش پر جا رہی۔ اتنی دیر میں عمران کھلے ہو
دروازے کی اوٹ میں پہنچ چکا تھا۔ پھر اس نے کمرے کی روشنی بھی بجھا دی۔ سوئچ بورڈ درواز
کے قریب ہی تھا۔

ذرا ہی دیر بعد تیز قسم کی سرگوشی سنائی دی۔ "کیا وہ بیہوش ہو گیا؟" جو کوئی بھی کمرے میں
داخل ہوا تھا اتنی آہستگی سے آیا تھا کہ عمران کو اس کا احساس تک نہ ہو سکا۔

"تم کہاں ہو....." سرگوشی پھر سنائی دی۔

ٹھیک اسی وقت عمران نے روشنی کا سوئچ آن کر دیا۔ سامنے ایک مفلوک الحال مگر توانا آد
کھڑا نظر آیا۔ جس کے جسم پر بھکاریوں کا سا شکستہ خرقہ تھا۔ سر اور ڈاڑھی کے گھنے بال گرد آلو
تھے وہ عمران کو خوں خوار نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عمران کے ہاتھ
میں دبے ہوئے ریوالور سے ذرہ برابر بھی مرعوب نہ ہو۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے.....!" دفعتاً وہ دہاڑا۔

"میاں بیوی کے معاملات میں دخل انداز ہونے والے تم کون ہو.....؟" عمران بولا۔

"میاں بیوی.....!" اجنبی نے بھرائی ہوئی آواز میں دہرایا۔

"جناب عالی.....؟"

"تب تو بڑی غلطی ہوئی معاف کرنا.....!" اس نے کہا اور دروازے کی طرف گھوم گیا۔ لیکن
ران اگر پل بھر کے لئے بھی غافل ہو گیا ہوتا تو ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل جاتا کیونکہ اجنبی کا
وٹا سا ڈنڈا پوری قوت سے ریوالور والے ہاتھ کی طرف گھوما تھا اور پھر عمران اس مجہول سے
ہی کے پھرتیلے پن پر متحیر ہی رہ گیا کیونکہ وار خالی جاتا دیکھ کر اس نے عمران کو سنبھلنے کا موقع
ہیں دیا تھا۔ اس بُری طرح اس پر ٹوٹ پڑا تھا جیسے فائر ہو جانے کا خدشہ ہی نہ رکھتا ہو۔ عمران نے
را ہی ریوالور دور پھینک دیا لیکن پھر ذرا ہی سی دیر میں اپنی اس حماقت پر پچھتانے لگا۔ حملہ آور
ن سے زیادہ وزنی تھا اور طاقت میں بھی غیر معمولی ہی ثابت ہو رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے
ھے ہوئے فرش پر لڑھکتے پھر رہے تھے۔ پھر اچانک ایک گرجدار آواز سنائی دی۔ "سیدھے
ڑے ہو جاؤ۔ ورنہ تمہارے جسم چھلنی ہو جائیں گے۔!"

حملہ آور کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ پروفیسر ایکس ریوالور لئے دروازے میں کھڑا تھا۔ عمران حملہ
آور کی گرفت سے نکل کر اپنے ریوالور پر جا پڑا۔

"نہیں.. نہیں!" پروفیسر غرایا۔ "میں نے دیکھ لیا ہے۔ ریوالور کو ہاتھ نہ لگانا ورنہ گولی مار دوں گا۔!"

عمران چپ چاپ اٹھ گیا۔ اجنبی ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا اور عمران نے اس کی آنکھوں میں کسی
قدر خوف کی جھلکیاں دیکھی تھیں۔

"ریکھا کو ہوش میں لاؤ..... تم نے اسکے ساتھ کیا کیا ہے۔!" پروفیسر نے عمران کو مخاطب کیا۔

قبل اس کے کہ عمران کچھ کہتا مفلوک الحال اجنبی بول پڑا۔ "اگر میں دخل اندازی نہ کرتا تو یہ
اس کو.....!" اس کا جملہ پورا نہ ہو سکا کیونکہ پروفیسر کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر فرش پر آ گرا
تھا اور خود وہ لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھ آیا۔ اس کے پیچھے خاور تھا جس کے ریوالور کی نال اس کی
گردن سے لگی ہوئی تھی۔ اجنبی پروفیسر کے ریوالور کی طرف جھپٹا۔ لیکن عمران نے آگے بڑھ کر
اس کی کنپٹی پر ایک زوردار مکا رسید کر دیا۔ اس کے بعد اپنا اور پروفیسر کا ریوالور قبضے میں کرتے

ہوئے اجنبی کی طرف دیکھا تھا جو دیوار سے لگا کھڑا ہانپ رہا تھا۔

"تم دروازے پر رہ کر انہیں کور کئے رکھو۔!" عمران نے خاور سے کہا۔ "تاکہ تھوڑی سی گفتگو بھی ہو جائے۔!"

خاور دراصل پروفیسر کے بنگلے کی نگرانی ہی پر لگایا گیا تھا۔ جو اس وقت اس کا تعاقب کرتا یہاں تک پہنچا تھا۔

دفعتاً عمران نے پروفیسر سے پوچھا۔ "پروفیسر تمہاری سرخ رنگ والی گاڑی کہاں گئی۔۔۔۔؟"

"میرے پاس کبھی کوئی سرخ رنگ کی گاڑی نہیں رہی۔ مجھے سرخ رنگ سے ہی نفرت ہے۔" پروفیسر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"ٹھیک۔۔۔۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "وہ بھی محض فراڈ تھا۔ اس لئے کہ ایک شخص تمہارے گرد شبہات کے جال بن رہا تھا۔!"

"کون شخص۔۔۔۔؟"

"یہ شخص۔۔۔۔!" عمران نے اجنبی کی طرف اشارہ کیا۔

"میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔!"

"تم جانتے ہو پروفیسر۔۔۔۔ بہت عرصے تک اس کے ساتھ رہے ہو۔!"

اجنبی نے پھر عمران پر چھلانگ لگائی۔ عمران نے جھکائی دے کر ریوالور کا دستہ اس کی گردن پر پوری قوت سے مارا تھا۔ اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی کراہ نکلی اور وہ منہ کے بل فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر اس نے جنبش نہیں کی تھی۔

"آؤ۔۔۔۔ دیکھو۔۔۔۔!" عمران نے پروفیسر سے کہا اور جھک کر بوڑھے کے چہرے سے مصنوعی گھنی ڈاڑھی اور مونچھیں الگ کرنے لگا۔

"بریگیڈیئر سہراب۔۔۔۔ میرے خدا۔۔۔۔!" پروفیسر نے کہا اور لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ عمران نے خاور سے دروازہ بند کرنے کو کہا تھا۔

"تم اسے بلیک میل کر رہے تھے۔!" عمران نے پروفیسر کو مخاطب کیا۔

"ہرگز نہیں۔۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔ میں سمجھا یہی وہ سور تھا۔ خدا اسے غارت کرے میرا سب کچھ لینے کے بعد بھی مجھے چین سے بیٹھا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ تمہیں ریکھا نے

نامعلوم بدمعاش کے بارے میں بتایا تھا وہ یہی ہو سکتا ہے۔ مجھے دھمکیاں دیتا تھا۔ نو آدمی پتہ نہیں کس طرح مار ڈالے۔ دو دن پہلے ان کے نام اور پتے بتاتا تھا اور ان کے مرنے کا وقت معین کر دیتا تھا جب میں نے اس کی بات نہ مانی تو نویں آدمی کو میرے ایک کرتب ہی کے دوران میں ختم کر دیا۔ جانتے ہو یہ مجھ سے کیا چاہتا تھا؟ یہ چاہتا تھا کہ میں کچھ ذمہ دار شخصیتوں کو ہپنو ٹائز کر کے ان سے سرکاری راز معلوم کروں۔۔۔۔ اور اسے بتاؤں۔۔۔۔!"

"لیکن پھر اس نے تمہارے پیچھے پولیس کو لگانے کی کوشش کیوں کی تھی۔۔۔۔؟" عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"تاکہ میں بہت زیادہ نروس ہو کر اس کی مرضی کے مطابق کام کرنے لگوں۔!"

"اس لڑکی اور بریگیڈیئر کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دو۔!" عمران نے خاور سے کہا۔

"لڑکی کے ہتھکڑیاں نہیں۔۔۔۔ وہ بے قصور ہے۔!" پروفیسر بولا۔

"ہاں۔۔۔۔ میں بے قصور ہوں۔!" لڑکی کراہی۔ اسے ہوش آ گیا تھا۔

"تم کسی طرح بھی بے قصور نہیں ہو سکتیں محترمہ عالیہ عمرانہ۔۔۔۔!"

"کک۔۔۔۔ کیا نام لیا تم نے۔۔۔۔!" پروفیسر چونک پڑا۔

"آپس کی باتیں ہیں۔!" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا اور خاور نے لڑکی کے احتجاج کے باوجود بھی اس کے دونوں ہاتھ باندھ دیئے شاید اس کے پاس اس وقت ایک ہی جوڑا ہتھکڑیوں کا تھا جو اس نے بیہوش بریگیڈیئر کے ہاتھوں میں ڈال دیا تھا۔

"یہ زیادتی ہے۔۔۔۔ تم سمجھتے نہیں۔۔۔۔!" پروفیسر نے عمران سے کہا۔

"یہ بریگیڈیئر کی بیٹی شہرزاد ہے۔ احمق لڑکی۔۔۔۔ شاید سمجھی تھی مجھے بھی دھوکا دے نکلے گی۔ میں نے اسے کئی شکلوں میں دیکھا ہے لیکن یہ اس کی اصلی شکل ہے البتہ ریکھا چودھری اصلی نام نہیں ہے۔!"

"یہ بریگیڈیئر کی بیٹی۔۔۔۔!" پروفیسر اس طرح بولا جیسے سوتے میں بڑبڑایا ہو۔ پھر چونک کر بولا۔ "بریگیڈیئر کی کوئی بیٹی نہیں تھی۔۔۔۔ یہ میری بیٹی ہے۔ میری اپنی بیٹی۔!"

ذرا دیر کو سناٹا چھا گیا۔ عمران اور ریکھا دونوں حیرت سے آنکھیں پھاڑے پروفیسر کو گھورے جا رہے تھے۔ پروفیسر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "پہلے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔ پھر

میں دیکھوں گا کہ وہ کس طرح میرا سامنا کرتا ہے۔ یہ وہ احسان فراموش شخص ہے جس کے لئے میں نے اپنی جان کی بازی لگادی تھی لیکن اس نے میری بقیہ زندگی کو جہنم بنا کر رکھ دیا۔!"

عمران نے پروفیسر سے کہا۔"اس کے ہوش میں آتے ہی بولنا مت شروع کر دینا۔ بر میرے سوالات کے جواب دیتے رہنا۔!"

پروفیسر نے سر کو جنبش دی اور ریکھا کی طرف دیکھنے لگا۔ جواب سر جھکائے بیٹھی تھی۔

سہراب کچھ دیر بعد ہوش میں آگیا۔ اس نے گردو پیش کا جائزہ لیا تھا اور شاید سچویشن کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دفعتاً وہ پروفیسر کی طرف ہاتھ اٹھا کر چیخا۔

"یہی ہے وہ بلیک میلر جس نے میری زندگی تلخ کر رکھی تھی۔ تم نے ہتھکڑیاں میرے ہاتھوں میں ڈالی ہیں اور وہ آزاد کھڑا ہے۔!"

"جوش میں آنے کی ضرورت نہیں بریگیڈیئر....!" عمران سرد لہجے میں بولا۔"ویسے مجھے ب ضرور بتاؤ کہ بیچارے سجاد نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔ آخر تم کس سے چھپانا چاہتے تھے کہ زہر کا اثر محض دل ہی تک محدود رہتا ہے....؟"

"خاموش رہو....!" بریگیڈیئر حلق پھاڑ کر دہاڑا۔"مجھے جانے دو۔ ورنہ تمہیں عدالت میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔!"

"زہر....؟ جس کا اثر دل ہی تک محدود رہتا ہے۔" پروفیسر عمران کو گھورتا ہوا بولا۔

"ہاں ایسا زہر جس کا سراغ صرف دل ہی میں مل سکتا ہے۔!"

"جوراکوٹی....!" پروفیسر بریگیڈیئر کو گھورتا ہوا بولا۔"کیوں؟ میرا خیال ہے یہاں میرے اور تمہارے علاوہ شائد ہی کوئی اس زہر سے واقف ہو۔!"

"سب بکواس ہے....!" سہراب دہاڑا۔

"اب میں سمجھ گیا۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔"اسی لئے ڈاکٹر سجاد کو مار ڈالنے کی دھمکی دے کر صحیح رپورٹ دینے سے باز رکھا گیا تھا کہ پروفیسر تم یقینی طور پر اصل مجرم کی نشاندہی کر دیتے۔ بہر حال بریگیڈیئر سہراب جب تمہیں خدشہ ہوا کہ کہیں بات ڈاکٹر سے آگے نہ بڑھ جائے تو تم نے اسے پھانسی دے کر خودکشی کا کیس بنا ڈالا۔ یہی حشر پروفیسر کا بھی ہوتا مگر مقصد براری کے بعد۔ پولیس کو اسی لئے پروفیسر کے پیچھے لگانے کی کوشش کی تھی کہ پروفیسر کا قتل بھی خودکشی کا

روپ دھار سکے۔ پولیس یہی سمجھتی کہ پروفیسر نے راہ فرار نہ پاکر خودکشی کرلی اور تم اپنے مقصد یعنی بعض سرکاری رازوں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

سہراب کی ٹھوڑی سینے سے جا لگی تھی۔ وہ بالکل خاموش تھا۔

"اب پروفیسر تم مجھے اُس زہر اور اس لڑکی کے بارے میں بتاؤ۔!" عمران نے کہا۔

"افریقہ کا ایک قبیلہ اسے بڑے جانوروں کے شکار کے لئے استعمال کرتا ہے۔ کیونکہ دل کے علاوہ اور کسی حصے میں زہر نہیں ٹھہرتا اور نہ اسے متاثر کرتا ہے۔ پھر اس جانور کا دل نکال کر پھینک دیا جاتا ہے اور بقیہ حصہ کو بے خطر خوراک کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔!"

"اب مجھے لڑکی کے بارے میں بتاؤ۔!" عمران نے کہا اس پر پروفیسر بولا۔"سہراب زیادہ بہتر طور پر بتا سکے گا۔!"

"ہاں....! یہ تمہاری ہی بیٹی ہے۔!" سہراب زہریلے لہجے میں بولا۔"کیوں؟ کیا تمہیں بتاتے ہوئے شرم آتی ہے کہ تمہاری بیوی اس بچی سمیت میرے ساتھ بھاگ گئی تھی۔!" ریکھا کے حلق سے ایک کربناک سی چیخ نکلی تھی اور وہ ایک بار پھر بیہوش ہو گئی۔

سہراب نے قہقہہ لگایا اور بولا۔"لیکن تم مجھے کسی عدالت میں پیش نہ کر سکو گے۔ کوئی حقیر چیونٹا میری سزائے موت نہ تجویز نہ کر سکے گا۔ میں نے ساری زندگی من مانی کی ہے۔ اب بھی کر چکا ہوں.... یہ دیکھو میں مر رہا ہوں۔ اپنے ہاتھوں۔!" اس نے پھر قہقہہ لگانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اس کے حلق میں ہی گھٹ کر رہ گیا۔

"جوراکوٹی....!" پروفیسر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔"اس نے وہی زہر خود استعمال کیا ہے....وہ....وہ....دیکھو....ختم ہو گیا۔!"

رات کا سناٹا کچھ اور گہرا ہو گیا۔

وہ تینوں خاموش کھڑے تھے....اور وقت چیختا....کراہتا....ہوا کسی نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں تھا۔

﴿ختم شد﴾

عمران سیریز نمبر 74

ادھورا آدمی

(مکمل ناول)

پیشرس

قبل اس کے کہ آپ کہیں "میاں گھاس تو نہیں کھا گئے" میں خود ہی اعتراف کر لینا چاہتا ہوں کہ گھوڑا کھا گیا ہوں، گھوڑا گھاس کھاتا ہے اور میں گھوڑا کھا گیا ہوں، اس لئے گھما پھرا کر گھاس ہی کی ٹھہری۔

لیکن پیش رس کی ابتداء اس طرح تو نہیں ہوا کرتی تھی۔ مجھے عرض کرنا چاہئے تھا کہ "ادھورا آدمی پیش خدمت ہے۔"

کچھ گڑبڑ ضروری ہوئی ہے۔ کہیں گھوڑے کے بجائے گدھا نہ کھا گیا ہوں۔ گھاس تو وہ بھی کھاتا ہے۔ سخت الجھن میں ہوں۔ جب قلم سرپٹ دوڑتا ہے تو گھوڑے کا خیال آتا ہے اور جب بالکل ٹھپ ہو جاتا ہے تو سوچنے لگتا ہوں کہ کہیں گدھا تو نہیں تھا۔

بہر حال اسی الجھن میں طب کی کتاب "مخزن المفردات" نکال لیتا ہوں، اس کے مطابق گدھے کے خواص ملاحظہ ہوں۔

گدھا کہ فارسی میں خر اور عربی میں حمار کہلاتا ہے، گرم نمبر ۲ ہے اور خشک نمبر ۳، غیظ اور دیر ہضم ہے۔ اس کے جگر کے کباب مرگی اور تپ چوتھیا کو مفید۔ چربی کا لگانا احشاء کے زخم کو فائدہ مند ہے۔ اس کی لید یرقان کو مفید ہے۔ اس کا دودھ سرد ہے۔ مصلح گل قند مقدار خوراک پاؤ بھر۔ فرحت بخش ہے۔ سُدہ کھولتا ہے۔ گرم مزاج کے دل کو طاقت بخشتا ہے۔ سل، دق اور قرحہ ریہہ و گرم بخار

اور گرم کھانسی و خون کا نکلنا کمزوری و جلندھر و تنگئی دم سب کو مفید ہے۔!

گھوڑے کے فوائد از روئے مخزنِ المفردات!

فارسی میں اسپ اور عربی میں فرس کہلاتا ہے۔ گرم اور خشک ہے مصلح اسکار انار اور چھاچھ ہے۔ اس کا گوشت کھانے سے بہادری پیدا ہوتی ہے۔ دل کی بیماریاں دور کرتا ہے۔ گٹھیا، لقوہ اور رعشہ کو مفید ہے۔ مادہ کا دودھ محرک اشتہا ہے۔ مُلیّن طبع اور فیملی پلاننگ بورڈ کے لئے پریشان کن ہے۔ ایک سوا سی سالہ سنیاسی باباؤں کے بزنس کا کباڑہ کرتا ہے.... وغیرہ وغیرہ....

بہر حال اب آپ کو خود فیصلہ کرنا ہے کہ گھوڑا یا گدھا۔ گدھے کی بجائے فارسی میں "خر" کہئے کہ زیادہ معزز معلوم ہوتا ہے۔

یہ "خر" صاحب تو باربرداری کے کام میں بھی آتے ہیں۔ گھوڑے کا کیا مصرف رہا ہے۔ اپنی قوم تو پیدل ہی لڑتی ہے اور پیدل ہی جلوس بھی نکالتی ہے.... بس تھوڑے سے ریس کلب کے لئے چھوڑ دیئے جائیں۔

ارے ہاں! یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ اتنی بڑی قوم ذرا سی بکریاں کھا رہی ہے۔

شائد سچ مچ گھاس کھا گیا ہوں....

والسلام

ابنِ صفی

۱۷ / مئی ۱۹۷۴ء



سیکرٹ سروس کا ایک ممبر ہونے کی حیثیت سے تنویر نے اس حکم کی تعمیل کی تھی۔ لیکن دل پر آرے چل رہے تھے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ جولیا اور عمران خوش فعلیوں میں مصروف ہیں اور وہ دور سے اُن کی نگرانی کرتا رہے۔

ایکس ٹو کے حکم کے مطابق اسے اس پہلو پر بھی نظر رکھنی تھی کہ اُس کے علاوہ اور کوئی بھی اُن میں دلچسپی تو نہیں لے رہا۔

جولیا عمران کے شانے پر ہاتھ مار مار کر قہقہے لگا رہی تھی اور تنویر دل ہی دل میں اپنے نادیدہ چیف کو گالیاں دے رہا تھا۔

وہ دونوں مگن تھے اور ایسا لگتا تھا جیسے انہیں وہاں تنویر کی موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔

"آج سے تمہاری عمر پچاس سال اور میری آٹھ سال۔!" عمران جولیا سے کہہ رہا تھا۔ "اب بتاؤ تمہارے لئے کیا منگواؤں....!"

"لیمن ڈراپس....!" جواب ملا۔

تنویر نے اُن سے تھوڑے ہی فاصلے پر اپنے لئے ایک میز منتخب کی تھی اور بیٹھا جل بھن رہا تھا۔

یہاں کی مخصوص ڈش ماہی مسلم تھی اور جولیا کو مچھلی کی بو سے نفرت تھی۔ اس لئے مینو پر وہ جھگڑ بیٹھے۔

"لیکن میں مچھلی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"نام نہ لو میرے سامنے مچھلی کا....!"

"حالانکہ خود بھی دھوتر مچھلی ہی کی سی شکل لئے پھرتی ہو۔!"

"کیوں بکواس کر رہے ہو۔میں اس میز پر مچھلی نہیں آنے دوں گی۔!"

"مچھلی ضرور آئے گی دیکھتا ہوں کہ تم کیسے روکتی ہو۔!" عمران نے کسی قدر اونچی آواز میں کہ
اور آس پاس کے لوگ چونک کر انہیں دیکھنے لگے۔

"یہ کیا بیہودگی ہے۔!" جولیا آہستہ سے بولی۔

"مجھے کہنے دو کہ تم سے زیادہ بدذوق عورت آج تک میری نظر سے نہیں گذری۔!" عمران کی
آواز اب بھی اونچی ہی تھی۔

تنویر کے نتھنے پھولنے لگے اور وہ بھول گیا کہ یہاں کیوں آیا تھا۔اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کی میز
کے قریب جا پہنچا۔

"حد سے زیادہ بدتمیز ہو۔!" وہ عمران کو گھورتا ہوا آہستہ سے بولا۔

"اچھا جی.... تم کون ہو؟" عمران کے تیور مزید بگڑ گئے۔

تنویر نے جولیا کی طرف دیکھا۔لیکن اس نے پہلے ہی اپنا منہ پھیر لیا تھا۔اُسے سچ مچ یہاں تنویر
کی موجودگی کا علم نہیں تھا کیونکہ شروع ہی سے اس کی پشت تنویر کی طرف رہی تھی۔

"مجھے حیرت ہے کہ تم اس بدتمیز کو برداشت کر رہی ہو۔!" تنویر نے اس بار جولیا کو مخاطب
کیا۔کچھ اور بھی کہنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن الفاظ حلق ہی میں گھٹ کر رہ گئے کیونکہ اچانک عمران نے
اس کا گریبان پکڑ کر اس طرح جھٹکا دیا تھا کہ وہ فرش کی جانب جھکتا چلا گیا۔

پھر بیٹھے ہی بیٹھے اس کی ٹھوڑی پر گھٹنا بھی مارا تھا۔تنویر کے حلق سے ہلکی سی کراہ نکلی اور
چاروں خانے چت ہو گیا۔

اس کے بعد اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے تھے۔ان میں
ہوٹل کا عملہ اور گاہک سبھی شامل تھے۔

جتنی دیر میں تنویر دوبارہ اٹھتا پتا نہیں کیا کیا ہو گیا تھا۔لیکن نہ اب وہاں عمران تھا اور نہ جولیا تھی
دفعتاً کوئی غیر ملکی انگریزی میں چیخنے لگا۔"میرا بریف کیس.... میرا بریف کیس.... چور....
چور.... چور....!"

اور پھر تنویر پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑا تھا۔لوگ اسے گھیرے ہوئے سوالات کی بوچھاڑ کر رہے
تھے اور وہ "کچھ نہیں.... کچھ نہیں....!" کہتا ہوا مجمع سے نکل ہی جانا چاہتا تھا کہ کسی نے اس کا بازو
پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔

تنویر جھنجھلا کر پلٹ پڑا۔

سامنے ایک سفید فام اجنبی کھڑا اُسے گھورے جا رہا تھا۔پھر وہ تحکمانہ لہجے میں بولا۔"میرے
ساتھ چلو۔!"

"کیوں.... کون ہو تم....؟" تنویر غرایا۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔!" وہ اسے کھینچتا ہوا صدر دروازے کی طرف لے چلا۔دوسرے لوگ
جہاں تھے وہیں رہ گئے۔لیکن دوسرا آدمی ابھی تک اپنے بریف کیس کے لئے چیخے جا رہا تھا۔

غیر ملکی اجنبی تنویر کو مجمعے سے نکال لایا۔

"گاڑی میں بیٹھ جاؤ!" اس نے سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی گاڑی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔کیوں بیٹھ جاؤں۔!"

"جو کچھ کہا جا رہا ہے کرو۔!" گاڑی کے اندر سے آواز آئی۔اور اب تنویر نے پچھلی نشست پر
نظر ڈالی۔ایک آدمی گاڑی میں موجود تھا اور اس کے ریوالور کی نالی تنویر کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

"لل.... لیکن یہ سب کیا ہے؟" تنویر نے بھرائی ہوئی آواز میں احتجاج کیا۔

"بیٹھو....!" اسے زوردار دھکا دیا گیا۔

پھر چپ چاپ گاڑی میں بیٹھتے ہی بنی تھی.... اور اب اسے پوری طرح ہوش آ گیا تھا۔

کیسی حماقت سرزد ہوئی تھی؟ وہ دل ہی دل میں خود کو گالیاں دیتا رہا۔آخر وہ اس حقیقت کو کیسے
فراموش کر بیٹھا تھا کہ عمران اور جولیا پر نظر رکھنے کی ہدایت ایکس ٹو سے ملی تھی۔یعنی وہ ڈیوٹی پر
تھا۔آخر ایسی حالت میں اسے غصہ آیا ہی کیوں؟ اب پتا نہیں کن حالات سے گذرنا پڑے۔

کار ایئرپورٹ سے کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہوئی تھی۔

تنویر خاموش ہی رہا اور اب تو وہ اپنے انداز میں لاپرواہی پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

لیکن سوال تو یہ تھا کہ ان لوگوں نے آخر اسے کیوں دھر لیا تھا؟ کم از کم یہ تو معلوم ہی ہونا
چاہئے۔بہرحال اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔"آخر تم لوگ کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" سفید فام
غیر ملکی جو اگلی سیٹ پر تھا ہنس کر بولا۔"ایک بہت خوبصورت لڑکی تم پر عاشق ہو گئی ہے۔اسی کے
پاس لئے جا رہے ہیں۔!"

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔!" تنویر غرایا اور ریوالور کی نال اس کے پہلو میں کچھ زیادہ
گہری چبھنے لگی۔اس کے برابر والا آدمی دیسی ہی تھا اور ڈرائیور بھی غیر ملکی نہیں معلوم ہوتا تھا۔

"مناسب یہی ہوگا کہ تم اپنی زبان بند رکھو....!" برابر والے نے کہا۔

"نہیں بولنے دو....!" اگلی سیٹ پر سے غیر ملکی نے کہا۔ "اُس کی آواز میں بڑا لوچ تھا مجھے بھی پسند آیا۔!"

"میں سمجھ گیا....!" تنویر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "تم لوگ اس بدمعاش کے ساتھی معلوم ہوتے ہو جس نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔!"

"تم اسے بدمعاش کہہ رہے ہو۔!" غیر ملکی بولا۔ "حالانکہ تم خود ہی اٹھ کر اس کی میز کے قریب گئے تھے۔!"

"اس نے خواہ مخواہ مجھے گھونسہ دکھادیا تھا۔!"

"تم غلط کہہ رہے ہو۔ وہ تو اس عورت سے جھگڑا کر رہا تھا۔ جو اس کے ساتھ تھی۔ میں سمجھ شاید تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ دونوں تمہارے لئے اجنبی تھے۔"

"اجنبی تو تھے ہی۔!" تنویر جلدی سے بولا۔ لیکن وہ مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں ہنس پڑا تھا۔

"اچھا تو تم اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ وہ میرے لئے اجنبی نہیں تھا"۔ تنویر نے کہا۔ "پھر یک بیک بپھر کر بولا۔ "مگر تم کون ہو مجھ سے باز پرس کرنے والے۔ وہ کوئی بھی رہا ہو۔!"

"تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ہم کون ہیں.... اور وہ کون تھا....؟" جواب ملا۔

تنویر کو اچانک وہ شخص یاد آیا جو ایکروفنے والے ہنگامے کے دوران میں "میرا بریف کیس... میرا بریف کیس" کی ہانک لگاتا رہا تھا۔

اُوہ.... تو یہ بات ہے۔ اس نے سوچا۔ اب یہ لوگ یہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ ہنگامہ اسی لئے برپا کیا گیا تھا کہ افراتفری کے عالم میں کسی کا بریف کیس غائب کر دیا جائے۔ ہو سکتا ہے، اُسی کے ساتھی ہوں جو بریف کیس کے لئے چیخ رہا تھا۔

اس نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچے اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ پہلو میں ریوالوز کی نال بدستور چبھ رہی تھی۔ باہر پھیلے ہوئے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔ گاڑی سڑک کو چھوڑ کر ایک تاریک راستے پر ہولی تھی۔

پھر دفعتاً اسکے قریب بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا۔ "اب تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھی جائے گی۔!"

"جو دل چاہے کرو!" تنویر ٹھنڈی سانس لیکر بولا۔ "میری تو عقل ہی خبط ہو کر رہ گئی ہے۔!"

"اردو بڑی اچھی بول لیتے ہو۔!"

"کیوں نہ بولوں.... کیا میں یورپ میں پیدا ہوا تھا....؟"

"بالکل نہیں... بالکل نہیں... تم تو دیوان غالب سے برآمد ہوئے ہو۔!" دیسی آدمی ہنس کر بولا۔

اور پھر اس نے تنویر کی آنکھوں پر ربڑ کا تسمہ چڑھادیا تھا۔

"تکلیف ہو رہی ہے بھائی۔ آخر کیا ارادے ہیں....؟" تنویر کراہا۔

"واقعی دوست.... تم حیرت انگیز.... ایسی بامحاورہ اردو تو میں بھی نہیں بول سکتا۔!" دیسی آدمی نے کہا۔

"تم لوگ آخر مجھے سمجھتے کیا ہو....؟" تنویر پھر بھنا گیا۔

"جلد ہی اطلاع مل جائے گی کہ ہم تمہیں کیا سمجھتے ہیں۔!"

پھر تنویر کے بولنے سے پہلے ہی گاڑی ایک دھچکے کے ساتھ رک گئی تھی۔ کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی سے اتارا۔ اب وہ اپنی گردن پر ریوالور کی نال کا دباؤ محسوس کر رہا تھا۔

کچھ دور پیدل چلنے کے بعد اس سے رکنے کو کہا گیا.... اور آنکھوں پر سے ربڑ کا تسمہ ہٹا دیا گیا۔

اس نے بوکھلا کر چاروں طرف نظر دوڑائی تھی۔ یہ کسی عمارت کا ایک بڑا کمرہ تھا۔

دروازے کے قریب ہی دیسی آدمی ریوالور لئے کھڑا نظر آیا۔ جو اسے یہاں تک لایا تھا۔ غیر ملکی کہیں نہ دکھائی دیا۔ تنویر دیسی آدمی کو گھورے جا رہا تھا۔

"بیٹھ جاؤ....!" اس نے ریوالور کی نال سے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

تنویر نے لاپرواہی ظاہر کرتے ہوئے شانوں کو جنبش دی اور آرام سے بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک غیر ملکی لڑکی کمرے میں داخل ہوئی اور دیسی آدمی کے قریب ہی ٹھٹھک کر رہ گئی۔ تنویر کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے جا رہی تھی۔

"روشے فنتر واٹر....!" وہ آہستہ سے بولی۔ اور دیسی آدمی کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"سن لیا تم نے۔!" اس نے تنویر کو اردو میں مخاطب کیا تھا۔

"کیا سن لیا....؟" تنویر نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"تم روشے فنتر واٹر ہو....!"

"کیا بکواس ہے....!" تنویر ہنس پڑا۔

"تم سوئیس ہو.... اور تمہاری بہن کا نام جولیانا فنتر واٹر ہے۔!"

"بکواس بند کرو....!" تنویر اٹھتا ہوا دھاڑا۔

"بیٹھے رہو....!"

تنویر پھر دھم سے بیٹھ گیا۔ اس نئی اطلاع پر اسے شدت سے غصہ آ گیا تھا۔

"میں اس بیہودہ مذاق کو برداشت نہیں کر سکتا۔!" وہ مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

"یہ کیا کہہ رہا ہے۔!" لڑکی نے دیسی آدمی سے فرانسیسی میں پوچھا۔

"خود کو روشے فنشر واٹر تسلیم نہیں کرتا۔!"

"جھوٹا ہے۔ یہ روشے کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جولیانا کا بھائی جس نے میری بڑی بہن سے شادی کی تھی اور اس کی دولت سمیٹ کر ایک دن غائب ہو گیا۔!"

تنویر فرانسیسی سمجھ سکتا تھا۔ لیکن اس نے یہی مناسب سمجھا کہ اپنے چہرے پر لاتعلقی کا تاثر برقرار رکھے۔

"کیا تم روشے نہیں ہو۔!" لڑکی نے براہ راست اس سے سوال کیا اور تنویر ہونقوں کی طرح دیسی آدمی کی طرف دیکھنے لگا۔

"مجھ سے کیا کہہ رہی ہے....؟" اس نے بالآخر پوچھا۔

"کیوں بن رہے ہو۔!" دیسی آدمی بولا۔ "کیا تم فرانسیسی نہیں سمجھ سکتے۔!"

"میں انگریزی کے علاوہ اور کوئی دوسری زبان نہیں جانتا۔!"

اس پردیسی آدمی نے قہقہہ لگایا تھا پھر لڑکی کے استفسار پر اسے تنویر کے جواب سے آگاہ کرنے لگا تھا۔

"اچھی بات ہے۔!" لڑکی اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولی۔ "میں اس سے انگلش ہی میں گفتگو کروں گی۔!"

تنویر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر کس جنجال میں آ پڑا ہے۔ دفعتاً لڑکی آگے بڑھی اور تنویر کا شانہ جھنجھوڑ کر بولی۔ "کیا تم روشے فنشر واٹر نہیں ہو....؟"

"میرا نام تنویر ہے۔ تم کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔!"

"کیا وہ تمہاری بہن جولیانا فنشر واٹر نہیں تھی....؟" دیسی آدمی نے سوال کیا۔

"بکواس بند کرو....!" تنویر دھاڑا۔

"چیخو نہیں.... چیخو نہیں۔!" لڑکی آہستہ سے بولی۔ "اگر تم یہ بتا دو کہ میری بہن یعنی تمہاری

بیوی کہاں ہے تو ہم تمہیں جانے دیں گے۔!"

"ابھی میری شادی ہی نہیں ہوئی۔!"

"اوہ.... ظالم تم نے ابھی تک اس سے شادی بھی نہیں کی۔!" لڑکی نے غصیلی آواز میں کہا۔

"دیکھو لڑکی....!" تنویر نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن سفید فام غیر ملکی کی مداخلت کی بناء پر خاموش ہی رہ گیا۔ وہ بائیں جانب والے دروازے سے کمرے میں داخل ہو کر چیخا تھا۔ "بس.... بس.... ختم کرو۔!"

وہ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا۔ "تشدد کے بغیر کچھ نہیں اگلے گا۔!"

"مجھے تو کچھ پاگل پاگل سا لگتا ہے۔!" دیسی آدمی بولا۔ "کیوں نہ پہلے اس کی ذہنی حالت کا جائزہ لے لیا جائے۔!"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔!" غیر ملکی سر ہلا کر بولا۔

دیسی آدمی نے ریوالور کو جنبش دے کر تنویر سے کہا۔ "اٹھو....!"

وہ اسے ایک ایسے کمرے میں لائے جہاں ایک عجیب وضع کی آہنی کرسی کے علاوہ اور کسی قسم کا فرنیچر نہیں تھا۔ البتہ کرسی سے تھوڑے ہی فاصلے پر کمپیوٹر قسم کی ایک مشین نصب تھی۔

"بیٹھ جاؤ....!" ریوالور والے نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"آخر تم لوگ کیا چاہتے ہو....؟"

"بیٹھو....!"

تنویر کرسی پر بیٹھ گیا اور غیر ملکی آگے بڑھ کر اس کے ہتھوں اور اگلے پایوں سے اس کے ہاتھ پیر باندھنے لگا۔ ریوالور کنپٹی سے آ لگا تھا۔ ورنہ وہ گلو خلاصی کے لئے تھوڑی بہت جدوجہد تو ضرور کرتا۔ چمڑے کے تسموں سے اسے جکڑ دینے کے بعد مشین پر رکھا ہوا ایک آہنی خود اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دیا گیا۔ یہ خود برقی تار کے ذریعے اسی کمپیوٹر نما مشین سے منسلک تھا۔

تنویر کے دیوتا کوچ کر گئے۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اب اُسے غیر ارادی طور پر اپنی حقیقت اگل دینی پڑے گی۔ اس کرسی پر بٹھا کر رسم تاجپوشی عمل میں نہیں لائی جائے گی۔

دفعتاً غیر ملکی نے مشین کی طرف بڑھ کر اس کے کئی سوئچ آن کر دیئے۔ ہلکی سی آواز کمرے میں گونجنے لگی اور تنویر کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی کھوپڑی کے اندر گدگدی سی شروع ہو گئی ہو۔

عجیب سی لذت تھی.... پھر یک بیک یہ لذت بے چینی میں تبدیل ہو گئی.... اور.... او

"تمہارا کیا نام ہے....؟" اس سے سوال کیا گیا۔

بے چینی.... بے چینی.... ذہن ایک ہی دھارے پر بہا جا رہا تھا۔

"تنویر....!" اس کی زبان ہلی۔

"جولیانا سے تمہارا کیا رشتہ ہے....؟"

"میں اسے چاہتا ہوں....!"

"بیوقوف آدمی سے تم کیوں الجھے تھے....؟"

"وہ میرا رقیب ہے۔!"

"ایکروفے میں اس وقت تمہاری موجودگی کی وجہ کیا تھی....؟"

"میرے چیف نے حکم دیا تھا کہ ان دونوں پر نظر رکھو....!"

"تمہارا چیف کون ہے....؟"

"ایکسٹو......!"

"نام اور محکمہ بتاؤ....!"

"اس نام کے علاوہ اور کسی دوسرے نام کا علم نہیں۔!"

"محکمہ بتاؤ....!"

"وزارتِ خارجہ کا محکمہ کارِ خاص۔!"

"ایکس ٹو کا پتہ بتاؤ۔!"

"کوئی بھی نہیں جانتا۔ ہم میں سے کسی نے بھی آج تک اُس کی شکل نہیں دیکھی۔!"

"احکامات کس طرح ملتے ہیں....؟"

"فون پر....!"

"فون نمبر بتاؤ۔!"

"جولیانا فنٹر واٹر کے علاوہ اور کسی کو بھی اُس کا فون نمبر معلوم نہیں۔!"

"اوہو.... تو پھر یہ جولیانا فنٹر واٹر بھی اسی کی ماتحت ہے۔!"

"ہاں.... اور عمران بھی۔!"

"اور کتنے ممبر ہے....؟"

تنویر نے ایک ایک کے نام اور پتے سے انہیں آگاہ کر دیا۔

اور پھر یک بیک کھوپڑی کے اندر گدگدی اتنی شدید ہو گئی کہ وہ کسی بے بس جانور کی طرح چیخنے لگا۔ اس کے بعد اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔!



صفدر مضطربانہ انداز میں ٹہل رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا ہو گا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی کامیابی اس طرح ذرا سی دیر میں ہزیمت بن جائے گی۔

لیکن آخر وہ تھی کیا بلا.... بالکل ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے کسی بہت بڑے کیکڑے نے اس پر چھلانگ لگائی ہو۔ اندھیرے میں وہ دیکھ بھی نہیں سکا تھا۔

وہ سوچتا اور الجھتا رہا۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔ اُس نے جھپٹ کر ریسیور اٹھالیا۔ لیکن دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز سنتے ہی اس کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ چھوٹ پڑا۔

"لیس سر....!" وہ مردہ سی آواز میں بولا۔

"بریف کیس عمران کے سپرد کر آؤ....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ب.... بریف.... کک کیس....!" صفدر ہکلا کر رہ گیا۔

"کیوں....؟ کیا بات ہے....؟"

"اندھیرا تھا جج.... جناب....!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ اپنے حواس بجا کرو۔"

"میں یہ عرض کر رہا تھا جناب کہ بریف کیس تو میں نے اُس سے چھین لیا تھا۔ لیکن جس راستے سے مجھے فرار ہونا تھا وہاں گہرا اندھیرا تھا۔ کسی عجیب قسم کے جانور نے مجھ پر حملہ کر دیا.... اور بریف کیس میرے ہاتھ سے نکل گیا۔!"

"جانور نے حملہ کیا تھا۔!"

"جی ہاں.... بس ایسا لگا تھا جیسے کوئی بہت بڑا کیکڑا مجھ پر جھپٹ پڑا ہو۔!"

"اور تم بیہوش ہو گئے....؟" دوسری طرف سے طنزیہ لہجے میں کہا گیا۔

"نن.... نہیں جناب.... جتنی دیر میں سنبھلا وہ جانور وہاں تھا اور نہ ہی بریف کیس....!"

"تم نے وہاں رک کر دیکھا تھا....؟" سوال کیا گیا۔

"جی ہاں.... پنسل ٹارچ کی روشنی میں دیر تک بریف کیس تلاش کرتا رہا تھا۔ خیال تھا ممکن ہے وہ حملے کے دوران میں میرے ہاتھ سے چھوٹ کر وہیں کہیں گر گیا ہو۔!"

"اچھا عمران سے مل کر اُسے تفصیل سے آگاہ کرو۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے طویل سانس لی تھی اور ریسیور کریڈل پر رکھنے کے بعد کچھ دیر تک چہرے کا پسینہ خشک کرتا رہا تھا۔

آج اُسے ایکس ٹو سے ہدایت ملی تھی کہ وہ ایکس وائی ایئر لائن کے آٹھ بجے شب لینڈ کرنے والے طیارے کے مسافروں میں سے سرخ فرنچ کٹ ڈاڑھی والے مسافر پر نظر رکھے.... اور جہاں بھی موقع ملے اس کا بریف کیس چھین کر نکل بھاگے۔

اور یہ موقع ایکرونے میں اس وقت ملا تھا جب عمران کی میز پر ہنگامہ شروع ہوا تھا۔ لیکن بالآخر بریف کیس اس کے ہاتھ سے بھی نکل گیا۔

بہر حال اسے علم نہیں تھا کہ ایکرونے میں بھی اس کے ساتھی موجود ہوں گے اور ان کی وجہ سے اسے بریف کیس جھپٹ لے جانے کا موقع مل جائے گا!

ڈریسنگ ٹیبل کے قریب کھڑے ہو کر اس نے اپنے بال درست کئے اور آئینے میں الوداعی نظر ڈال کر باہر نکلا چلا گیا۔ پھر اس کی گاڑی دس منٹ کے اندر ہی اندر عمران کی قیام گاہ کے سامنے رکی۔ خاصی تیز رفتاری سے آئی تھی۔

صفدر نے گھڑی پر نظر ڈالی، دس بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔

پھر وہ گاڑی سے اُتر ہی رہا تھا کہ عقب سے عمران کی آواز آئی۔ "آپ بھی تشریف لے آئے بور کرنے کو۔!"

صفدر گاڑی کا دروازہ بند کر کے اس کی طرف مڑا۔

"چلے آئیے....!" عمران ہاتھ ہلاتا ہوا زینوں کی طرف بڑھ گیا۔ صفدر خاموشی سے فلیٹ میں داخل ہوا تھا۔

عمران نے کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "تشریف رکھئے۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر آپ اس طرح کیوں پیش آرہے ہیں۔!" صفدر جھنجھلا کر بولا۔

"پاگل ہو گیا ہوں....!" عمران کا لہجہ بھی تلخی سے پاک نہیں تھا۔

"معلوم ہوتا ہے آپ کو بھی چوٹ ہوئی ہے۔!" صفدر ہنس کر بولا۔

"جی ہاں....! آپ کا چیف پٹری سے اُتر گیا ہے۔ کچھ دیر پہلے جو ذلت نصیب ہوئی ہے ہمیشہ یاد رہے گی۔!"

"غالباً ایکرونے کی بات کر رہے ہیں آپ....!"

"خوب.... خوب! تو آپ بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ کیا میں وجہ پوچھ سکتا ہوں۔!"

"وجہ....!" صفدر مسکرا کر بولا۔ "ارے ابھی آپ ہی نے تو کہا تھا کہ تمہارا چیف پٹری سے اُتر گیا ہے۔!"

عمران چند لمحے اسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "اس نے مجھ سے کہا تھا کہ جولیا کو ایکرونے میں لے جاؤں اور مچھلی کھانے پر مجبور کروں۔!"

"اُسے تو مچھلی سے نفرت ہے۔!" صفدر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جہنم میں جائے۔!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "میں اُسے مچھلی کھانے کی ترغیب ہی دے رہا تھا کہ نہ جانے کہاں سے تنویر صاحب ٹپک پڑے اگر تم وہاں موجود تھے تو تم نے دیکھا ہی ہوگا کہ پھر کیا ہوا تھا۔!"

صفدر ہنس پڑا۔

"بس.... بس.... دانت نہ نکالو.... لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ ورنہ تنویر صاحب تنویر قیمہ کہلاتے۔!"

"ہو سکتا ہے.... اُسے یہی حکم ملا ہو۔!"

"کک.... کیا مطلب....؟" عمران اُسے غور سے دیکھتا ہوا دفعتاً خاموش ہو گیا۔

"اس کہانی کا سر کہیں ہے اور پیر کہیں۔ شاید اسی لئے مجھے دوبارہ حکم ملا ہے کہ آپ کو تفصیل سے آگاہ کر دوں۔!" صفدر نے ٹھنڈی سانس لی۔

عمران آہستہ سے سر ہلا کر بولا۔ "مجھے پہلے ہی سوچنا چاہئے تھا کہ آخر ہم سب ایکرونے میں کیوں اکٹھا ہوئے تھے۔ جولیا کہہ رہی تھی....!"

"کیا کہہ رہی تھی؟" صفدر نے جملہ پورا ہونے کا کسی قدر انتظار کر کے پوچھا۔

"اسے شرم آتی ہے بتاتے ہوئے۔ پتا نہیں تمہارے چیف کو کیا ہو گیا ہے۔!"

"بتایئے بھی....!" صفدر نے چھیڑنے کے سے انداز میں کہا۔

"اس سے کہا تھا کہ تم ایکرونے میں بیٹھ کر عمران سے فلرٹ کرو۔!"

"بہر حال سب سے مشکل کام میرے ہی سپرد ہوا تھا۔!"

"آہا.... وہ کیا....؟"

"ایکس وائی کے طیارے سے ایک مسافر اترنے والا تھا۔ اسکا بریف کیس چھیننا تھا مجھے۔ ایک

آدمی اسے ریسیو کرنے کیلئے پہلے سے ایئر پورٹ پر موجود تھا۔ وہ اسے ایکروفنے میں لے گیا۔ میں دونوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ بس پھر جب جھگڑا ہوا تو مجھے بریف کیس لے بھاگنے کا موقع مل گیا۔!"

"خدا کی پناہ.... یہ اسکیم تھی۔!" عمران نے متحیرانہ انداز میں دیدے نچائے۔

"لیکن بریف کیس میرے ہاتھ سے بھی نکل گیا۔!"

"اچھا....!"

"جس راستے سے میں فرار ہوا تھا وہاں اندھیرا تھا۔ اچانک ایک عجیب قسم کے جانور نے مجھ پر چھلانگ لگائی۔!"

"سارے جانور عجیب ہوتے ہیں۔!"

"آپ سمجھتے ہیں.... وہ ایک بہت بڑا کیکڑا معلوم ہوتا تھا جس نے مجھے اپنے لمبے لمبے بازوؤں میں جکڑ لیا تھا۔!"

"کوئی کیکڑا ہوٹل کے کچن سے فرار ہو گیا ہوگا۔!"

"آپ میری بات کیوں نہیں سمجھتے۔!" صفدر جھنجھلا گیا۔

"سمجھانے کی کوشش بھی تو کرو۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"وہ اتنا بڑا کیکڑا تھا کہ میں اس کی گرفت میں آ گیا تھا۔!"

"آدمی کا سوپ پینے والا کیکڑا ہوگا۔!"

"آپ کیا سمجھتے ہیں۔!" صفدر آپے سے باہر ہو گیا۔

"تمہیں جھوٹا نہیں سمجھتا۔!" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "ہنگامے کے لئے صرف یہی کافی ہوتا کہ جولیا ہسٹریائی انداز میں مچھلی کی پلیٹ دور پھینک دیتی اور وہ یقیناً پھینک دیتی۔ تم تو جانتے ہی ہو۔!"

"آپ کا خیال درست ہے۔!"

"پھر تنویر کس مرض کی دوا تھا۔!"

"میں بھی نہیں سمجھ سکتا۔!"

"دیر سے فون پر رابطہ قائم کرنیکی کوشش کر تا رہا ہوں۔ لیکن وہ اپنے گھر پر موجود نہیں ہے۔!"

"کس کی بات کر رہے ہیں۔!"

"تنویر.... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جولیا کو میرے ساتھ دیکھ کر اپنے طور پر یہ حرکت کر بیٹھا

ہو۔ بہر حال تو ثابت یہ ہوا کہ اصل معاملہ تمہارے سپرد ہوا تھا۔"

"خدا ہی جانے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔!" صفدر بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"جولیا سے کہو کہ ایکس ٹو سے رابطہ قائم کر کے معلوم کرے ورنہ ہو سکتا ہے کہ تم اندھیرے میں رہ کر مار کھا جاؤ۔!"

"آپ ہی کیوں نہیں کہتے۔!"

"فی الحال میری نہیں سنے گی۔ میں نے اسے دعوتِ مچھلی کہہ دیا تھا۔!"

"یہیں سے فون پر اس سے پوچھ سکتا ہوں۔!"

"او بھائی.... کیا یہ ضروری ہے کہ تم میرا ہی فون استعمال کرو۔!"

"کوئی اعتراض ہے آپ کو....!"

"لائن ڈیڈ ہو گئی ہے میں خود ابھی حکیم ابوجال کے فون پر اپنی سسرال والوں کی خیریت معلوم کر کے آ رہا ہوں۔ بس چلتے پھرتے نظر آؤ۔!"

"اوہو.... تو میری موجودگی آپ کو گراں گزر رہی ہے۔!"

"ہرگز نہیں.... آپ تو اس قابل ہیں کہ فریم کر کے دیوار پر لٹکا دیئے جائیں۔ بھلا یہ تو فرمایئے کہ وہ کیکڑا آپ کو بھی کیوں نہ اٹھا لے گیا۔!"

"میں نے آپ کو اس قدر جھنجھلایا ہوا کبھی نہیں دیکھا۔!"

"میری فکر نہ کرو.... کیکڑے نے تم سے بریف کیس چھینا تھا یا تم نے ہی بوکھلاہٹ میں اسے ہاتھ سے چھوڑ دیا تھا۔!"

"میرا خیال ہے کہ بریف کیس میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔!"

"وہ جگہ بتاؤ جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔!"

صفدر نے کاغذ پر راہ فرار کا نقشہ کھینچ کر عمران کو سمجھانے کی کوشش کر ڈالی تھی۔

"ٹھیک ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "محفوظ ترین راستہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی کوئی پہلے ہی سے تمہاری تاک میں تھا۔!"

"میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔ یقین کیجئے کہ ڈائننگ ہال سے صاف نکلا چلا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں خود بھی چوکنا رہوں گا۔ اگر ہال ہی سے کسی نے تعاقب کیا ہوتا تو مجھے خبر ہو جاتی۔!"

"بس تو پھر یہی ہو سکتا ہے کہ وہ بھی بے خبر نہیں تھے۔ انہیں اندازہ تھا کہ اگر ڈائننگ ہال میں بریف کیس پر ہاتھ ڈالا گیا تو نکل جانے کے لئے کون سی راہ منتخب کی جائے گی۔!"

صفدر کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

"تم نہیں سمجھ سکو گے۔" عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔

"آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے خود سمجھ گئے ہوں۔!"

"تمہارا چیف آہستہ آہستہ فاتر العقلی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ بس اب جاؤ.... اور جولیا سے کہو کہ ایکس ٹو سے رابطہ قائم کرے۔!"

صفدر اٹھ گیا۔

جولیا کے بنگلے کی کمپاؤنڈ میں اندھیرے اور سناٹے کی حکمرانی تھی اور خود وہ اپنی خواب گاہ میں داخل ہو کر سونے کی تیاری کر رہی تھی۔ کچھ دیر قبل ایکس ٹو سے فون پر جو گفتگو ہوئی تھی۔ اس نے موڈ بگاڑ دیا تھا۔ لہٰذا جلد سے جلد سونا چاہتی تھی۔ لیکن ٹھیک اسی وقت کسی نے باہر سے اطلاعی گھنٹی بجائی.... جھنجھلاہٹ میں پیر پٹختی ہوئی صدر دروازے کی طرف آئی تھی۔

دروازہ کھولا تو صفدر سامنے کھڑا نظر آیا۔ شائد اسی نے برآمدے کی بجلی جلائی تھی۔

"کیا تم فون کر کے معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ میں اس وقت مل بھی سکوں گی یا نہیں۔!" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"پھاٹک پھلانگ کر آیا ہوں۔ اس لئے ہمدردی سے پیش آؤ۔!" صفدر مسکرایا۔

جولیا پیچھے ہٹ گئی تھی۔ وہ اندر آیا۔

"کیا بیٹھو گے بھی۔ میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔!"

"یقیناً بیٹھوں گا.... کیونکہ میں نے بھی تمہاری طرح چوٹ کھائی ہے۔!"

"ہوں۔!" وہ خشک لہجے میں بولی۔ "کچھ ہی دیر پہلے مجھے اس کا علم ہوا ہے۔!"

"تنویر ابھی تک اپنے گھر نہیں پہنچا....!"

"جہنم میں جائے۔!"

"اور چیف کے بارے میں کیا خیال ہے جو ہماری آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر جہاں چاہتا ہے دھکیل دیتا ہے۔!"

"طریق کار ہے اپنا اپنا.... ہم آخر اتنے غافل کیوں رہیں کہ مار کھا جائیں۔!" جولیا بُرا سا منہ بنا

کر بولی۔

"اوہو.... تو کیا وہ تمہیں میری کہانی بھی سنا چکا ہے۔!"

"کیوں نہیں....!"

"اُوہ.... تو کیا تم اب بھی مجھ سے بیٹھنے کو نہ کہو گی۔!"

"چلو بیٹھو.... لیکن اس وقت کافی نہ پلا سکوں گی۔!"

صفدر اس کے ساتھ نشست کے کمرے میں آیا۔

"بیٹھو....!" جولیا اسے گھورتی ہوئی بولی۔ "لیکن اس نے یہ نہیں بتایا کہ بریف کیس میں کیا تھا اور کیوں چھینا گیا تھا۔!"

"تب پھر میں نے اپنا وقت ضائع کیا ہے۔!"

"بڑی افسوس ناک بات ہے۔!" جولیا نے چڑانے کے سے انداز میں کہا۔

"میں کچھ دیر پہلے عمران صاحب کے ساتھ تھا۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ انہیں بھی اس کا علم نہیں تھا۔!"

"کس کا علم نہیں تھا....؟"

"یہی کہ تنویر دخل اندازی کرے گا۔!"

"ہاں.... اس سے صرف یہی کہا گیا تھا کہ ہم دونوں پر نظر رکھے اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھتا رہے کہ کوئی اور تو ہم میں دلچسپی نہیں لے رہا۔!"

"تب تو میرا خیال ہے کہ اس بار ہوا تنویر صاحب کا پتہ صاف۔!"

"کیا ہم کوئی اہم گفتگو کر رہے ہیں۔!" دفعتاً جولیا خشک لہجے میں بولی اور ٹھیک اسی وقت کمرے میں اندھیرا ہو گیا۔

"کک.... کیا مطلب....؟" صفدر ہکلایا۔

"بجلی فیل ہوتی ہی رہتی ہے.... غالباً اب تم نہیں ٹھہرو گے۔!" جولیا نے کہا۔

"تمہیں اندھیرے میں تو نہیں چھوڑ سکتا۔!" صفدر ہنس کر بولا۔

دوسرے ہی لمحے میں کسی نے اس پر چھلانگ لگائی تھی۔ ساتھ ہی اس نے جولیا کی چیخ بھی سنی اور خود صرف ہکلا کر رہ گیا۔ "کک.... کیکڑا....!"

اس کے بعد کے الفاظ حلق ہی میں گھٹ کر رہ گئے تھے۔ ایسی سخت گرفت تھی کہ ہڈیاں

کڑکڑانے لگی تھیں اور اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

پھر ہوش بھی اندھیرے ہی میں آیا تھا۔ اس نے چاروں طرف ہاتھ گھمائے اب بھی فرش ہی پر پڑا ہوا تھا۔ کراہ کر اٹھ بیٹھا اور ٹٹولتا ہوا ایک جانب بڑھنے لگا۔ پھر اچانک اپنی جیبیں ٹٹولیں۔ سب کچھ محفوظ تھا۔ پنسل ٹارچ، پرس اور بغلی ہولسٹر میں ریوالور۔

پنسل ٹارچ کی باریک سی روشنی کی لکیر گردوپیش چکرانے لگی۔

یہ وہی کمرہ تھا جہاں اس پر حملہ ہوا تھا۔ لیکن جولیا کہاں گئی؟

اس نے اسے آوازیں دیں تھیں اور جواب نہ ملنے پر سوئچ بورڈ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ لیکن سوئچ تو پہلے ہی سے آن تھا۔ پھر برآمدے میں نکل آیا۔ یہاں مین سوئچ آف ملا۔

اس کے بعد وہ یکے بعد دیگرے سارے کمرے روشن کرتا چلا گیا تھا۔ جولیا کہیں بھی دکھائی نہ دی تھی۔ نشست کے کمرے میں دو چھوٹی میزیں الٹی ہوئی ملیں۔ کچھ آرائشی اشیاء فرش پر پڑی ہوئی تھیں۔ جولیا کا ایک سلیپر دروازے کے قریب پڑا تھا۔ دوسرا کہیں نظر نہ آیا۔

وہ چند لمحے خاموش رہا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر فون پر عمران کے نمبر ڈائیل کرنے لگا تھا۔

"کون ہے....؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں صفدر بول رہا ہوں۔!"

"بولے جاؤ۔ سونے نہ دینا.... اچھا....!"

"میں جولیا کی قیام گاہ سے بول رہا ہوں۔!"

"تو پھر کیا میں تمہیں سر پر بٹھالوں۔!"

"وہ اسے اٹھا کر لے گئے۔!"

"کون کسے اٹھا لے گئے۔!"

"جولیا کو....!"

"اوہ.... کیا تمہاری موجودگی میں....!"

"میں اس سے گفتگو کر رہا تھا کہ اچانک روشنی غائب ہو گئی۔ انہوں نے باہر سے مین سوئچ آف کر دیا تھا۔ یقین کیجئے وہی کیکڑا تھا۔!"

"اندھیرے میں نظر آ گیا تھا....؟"

"اس بار بھی اسی نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔!"

"کاش تمہیں بھی اٹھا لے جاتا.... اب کٹے گی رات آنکھوں میں.... وہیں ٹھہرو.... میں آتا ہوں۔!"

صفدر نے طویل سانس لی اور ریسیور کریڈل پر رکھ کر اپنی گدی سہلانے لگا۔

پندرہ منٹ بعد اس نے عمران کی سب سے زیادہ شور مچانے والی گاڑی کی آواز سنی تھی اور برآمدے کی طرف چل پڑا تھا۔ عمران تنہا نہیں تھا۔ جوزف بھی تھا اس کے ساتھ.... پوری وردی میں تھا اور بلٹ پروف ہولسٹرز میں دونوں جانب ریوالور موجود تھے۔

عمران صفدر کے ساتھ عمارت میں داخل ہوا۔ لیکن جوزف صدر دروازے ہی پر جم گیا تھا۔

عمران نے اس کمرے کا جائزہ لیا جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ پھر صفدر کی پیٹھ ٹھونکتا ہوا بولا۔

"شاباش....!"

"کک.... کیا مطلب....؟"

"پہلی بار حملہ آور ہوا تو بریف کیس لے گیا اور دوسری بار بھی تمہیں نہیں لے گیا۔!"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں....؟"

"بہت بدبودار معلوم ہوتے ہو۔!" عمران آہستہ سے بولا۔

صفدر کچھ کہنے والا تھا کہ باہر سے فائر کی آواز آئی۔ عمران نے جھپٹ کر روشنی کا سوئچ آف کیا اور صفدر کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے برآمدے کی طرف بڑھا۔

برآمدے میں بھی اندھیرا ہی نظر آیا۔

"جوزف....!" عمران کی تیز قسم کی سرگوشی اندھیرے میں گونجی۔

لیکن جواب نہ ملا۔ صفدر نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا تھا۔

"جوزف!" اس بار عمران نے زور سے آواز دی تھی اور بڑی پھرتی سے بائیں جانب کھسک گیا۔

"سب ٹھیک ہے باس۔!" دور سے جوزف کی آواز آئی۔ "فائر میں نے نہیں کیا تھا۔!"

"لائٹ جلاؤ....!" عمران نے صفدر سے کہا۔

صفدر نے سوئچ آن کر دیا۔ جوزف تیز رفتار سے ان کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔

"میں نے فائر نہیں کیا تھا باس....!" وہ قریب پہنچ کر بولا۔ "تمہاری کار کے پیچھے مجھے کوئی نظر آیا تھا۔ میں نے برآمدے کی روشنی بجھائی ہی تھی کہ فائر ہوا۔!"

"لیکن مجھے یہاں کہیں بھی گولی کا نشان نہیں دکھائی دیا۔!" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔ "یقیناً

فائر تم پر ہی کیا گیا ہوگا۔ اُسی وقت جب تم سوئچ آف کر رہے تھے۔ لہٰذا سوئچ بورڈ کے آس پاس ہی کہیں گولی کا نشان تو ہونا ہی چاہئے۔!"

"خدا کی مرضی باس.... میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ لیکن میرے بس سے باہر ہے کہ میں اسے ہاتھ لگاؤں۔ تم ہی چل کر اٹھاؤ۔ بیہوش ہو گئی ہے شائد۔!"

"کون ہے....؟" عمران چونک پڑا۔

"کوئی عورت ہے۔ وہی تھی تمہاری کار کے پیچھے۔!"

"چلو....!" عمران آگے بڑھتا ہوا بولا۔ برآمدے کی روشنی اس کی کار تک پہنچ رہی تھی۔

کار کے عقب میں وہ اوندھی پڑی دکھائی دی۔

"ارے کہیں تیرا دایاں ہاتھ تو نہیں چل گیا تھا۔!" عمران بڑبڑایا۔

"نہیں باس.... ہرگز نہیں۔ مجھے تو بیہوش ہی ملی تھی۔ لائٹ آف کر کے میں بڑی احتیاط سے گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔ یہ بس یونہی پڑی ملی تھی۔!"

"اور اندھیرے میں تجھے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ یہ عورت ہے۔!"

"مم.... میں کیا کرتا باس.... اندھیرے میں.... ٹٹولنا ہی پڑا تھا۔ رینگتا ہوا آگے نہ بڑھ رہا ہوتا تو پیروں تلے کچلی جاتی۔!"

"عمران نے اسے سیدھا کیا۔ جوان العمر اور خاصی دلکش صورت والی، کوئی غیر ملکی عورت تھی۔!

اس کے قریب ہی ایک پستول پڑا نظر آیا۔

"یہ تو نقلی معلوم ہوتا ہے.... کھلونا....!" صفدر بولا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ اس نے پستول اٹھا کر دیکھا تھا اور پھر اسے صفدر کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"بڑی عجیب بات ہے.... یہ ہے آخر کون....؟" صفدر پھر بڑبڑایا۔

"آسمان سے اتری ہے ہوگی کوئی.... اسے اٹھا کر اندر لے چلو۔!" عمران بولا۔

"مم.... میں اٹھاؤں....؟"

"اور نہیں تو کیا میں اٹھاؤں گا۔!"

"اگر ہوش میں آ گئی تو....؟"

"تم بے ہوش ہو جانا....!"

صفدر نے جوزف کی طرف دیکھا۔

"نہیں مسٹر....!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "میں کسی سفید سوریا کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔!"

اتنے میں بیہوش عورت نے کراہ کر کروٹ لی.... اور آنکھیں کھول دیں۔ پھر وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اس نے خوف زدہ انداز میں جوزف کی طرف دیکھا اور ہکلانے لگی۔

"مم.... مذاق تھا.... صرف مذاق تھا۔!"

"اُوہ....!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "میں سمجھا شائد تم اسے بھوت سمجھ کر فائر کر بیٹھی تھیں۔!"

"فف.... فائر....!" وہ نروس سی ہنسی کے ساتھ بولی۔ "پستول نقلی ہے۔ بوکھلاہٹ میں فائر ہو گیا تھا۔!"

"اچھا.... اچھا.... میں سمجھ گیا.... تم نقلی پستول سے لوگوں کو ڈراتی ہو۔!"

"جولیانا کہاں ہے....؟"

"خوب.... تو تم اسے جانتی ہو....!"

"کیوں نہیں.... اسے ہی تو ڈرانے آئی تھی۔!"

"کیا قصور ہوا تھا بیچاری سے۔!"

"بس یونہی.... کہتی تھی کہ اسے تنہائی میں خوف نہیں معلوم ہوتا۔!"

"حالانکہ فائر کی آواز سن کر اس کا ہارٹ فیل ہو گیا۔!"

"کک.... کیا مطلب....؟"

"لاش پوسٹ مارٹم کے لئے ہسپتال بھجوا دی گئی ہے۔!"

"کیوں فضول باتیں کر رہے ہو۔ تم کون ہو....؟"

"ہم معقول معاوضے پر تکفین و تدفین کا کام کرتے ہیں۔!"

"ہٹو سامنے سے.... میں اندر جاؤں گی۔!"

"ہٹ جاؤ بھئی۔!" عمران نے صفدر سے کہا۔

وہ تیزی سے برآمدے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ پھر انہوں نے اسے اندر داخل ہوتے دیکھا۔

"جولیا سے خاصی بے تکلف معلوم ہوتی ہے۔!" عمران نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں نے تو پہلی بار دیکھا ہے اسے۔ پتا نہیں کون ہے....؟"

"سوئیس ہی معلوم ہوتی ہے۔ چلو دیکھیں۔!"

وہ دونوں اندر آئے....جوزف برآمدے ہی میں رک گیا تھا۔

نشست کے کمرے میں وہ عورت فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کرتی ہوئی نظر آئی۔

"کیا خیال ہے تم کیا کر رہی ہو۔!" عمران نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے ریسیور جھپٹتے ہوئے کہا اور کریڈل پر ہاتھ رکھ دیا۔

"میں پولیس کو فون کر رہی تھی۔!"

"کیوں....؟"

"جولیانا موجود نہیں ہے....اور تم لوگ نہ جانے کون ہو....؟"

"پولیس....!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"لیکن....!"

"تم اپنی پوزیشن صاف کرو....کچھ دیر پہلے مس فٹنر واٹر نے اطلاع دی تھی کہ وہ خود کو خطرے میں محسوس کر رہی ہیں۔ ہم یہاں پہنچے تو وہ غائب تھیں....اور پھر تم نقلی پستول سے فائر کرتی ہوئی بیہوش ہو گئیں۔!"

"مم....میں تو....جولیانا ہی بتا سکے گی کہ میں کون ہوں۔ اس سے کتنی قریب ہوں۔!"

"لہٰذا جب تک جولیانا نہیں بتائے گی تم زیر حراست رہو گی۔!"

"یہ....یہ زیادتی ہے۔!"

"کچھ بھی ہو....ہم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتے۔!"

"میں اپنے وکیل کو فون کرنا چاہتی ہوں۔!"

"اس سے پہلے تمہیں اپنے کاغذات دکھانے پڑیں گے۔!"

"کاغذات گھر پر ہیں۔!"

"گھر چل کر ہی دیکھ لیں گے۔ کہاں قیام ہے....؟"

"موڈل کالونی میں....!"

"یہاں کب سے مقیم ہو....؟"

"کئی سال سے....میں فرنچ ایئر لائن سے تعلق رکھتی ہوں۔ اسٹیشن ماسٹر کی اسٹینو ہوں۔!"

"نام اور پتہ بتاؤ....اسٹیشن منیجر کا فون نمبر بھی۔!"

"اپنے وکیل کی عدم موجودگی میں میں کچھ بھی نہ بتا سکوں گی۔!"

"وکیل کا نام اور فون نمبر....!"

"میں خود ہی اسے فون کروں گی۔!"

"یہ ناممکن ہے۔!"

"میں کہتی ہوں جولیانا کو تلاش کرو....سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔!"

"تو کیا کچھ مسائل بھی ہیں....؟"

"میری اور تم لوگوں کی دشواریاں۔!"

"بھلا وکیل کا نام اور فون نمبر بتانے میں کیا دشواری ہو سکتی ہے....؟"

وہ کچھ نہ بولی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ پھر اچانک اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

"اب پیدا ہوئے ہیں مسائل....!" عمران نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا تم کسی روتی ہوئی عورت کو چپ کرانے کا سلیقہ رکھتے ہو....؟"

صفدر نے مایوسانہ انداز میں سر کو منفی جنبش دی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس عورت کو دیکھتا رہا۔



جولیا دوبارہ ہوش میں آئی تو اپنے بنگلے کے کسی کمرے میں نہیں تھی۔ کچھ دیر تک متحیرانہ راز میں چاروں طرف دیکھتی رہی پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ تو ایک کرسی میں جکڑی ہوئی ہے رتب ذہن ہاتھوں اور پیروں کی اس تکلیف کی طرف منتقل ہوا جو رسی کے تنگ ترین بلوں کی بہ سے ہو رہی تھی۔

آہستہ آہستہ یادداشت بھی واپس آ رہی تھی۔ وہ تو اپنے بنگلے میں صفدر سے گفتگو کر رہی تھی کہ انک روشنی گل ہو گئی اور کسی نے اس کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا تھا۔ پھر کیا ہوا تھا۔ پوری طرح یاد نہ سکا اور اب وہ اس حال میں تھی۔

"صفدر" جولیا حلق پھاڑ کر چیخی۔ لیکن آواز کمرے کی محدود فضا میں گونج کر رہ گئی تھی۔

اس کمرے میں ایک کمپیوٹر قسم کی مشین کے علاوہ اسے اور کچھ نہ دکھائی دیا۔ بس وہی ایک کرسی لی جس میں اسے جکڑ دیا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر چیخی۔ "یہاں کون ہے....؟"

لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

الجھن بڑھتی رہی۔ کسی قدر گھٹن کا احساس بھی تھا۔ آخر چکر کیا ہے؟ اس نے سوچا۔

کہیں وہی لوگ نہ ہوں جن کے آدمی سے بریف کیس چھینا گیا تھا۔ لیکن براہ راست اس
کیوں ہاتھ ڈالا گیا۔ بریف کیس تو صفدر نے چھینا تھا اور اگر وہ لوگ اسے بھی پکڑ لائے ہیں
کہاں ہے؟

دونوں کو الگ الگ رکھنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ وہ سوچ ہی رہی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا
ایک سفید فام غیر ملکی اسے تیکھی نظروں سے دیکھتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"کیا مطلب ہے اس کا....؟" جولیا نے غصیلے لہجے میں سوال کیا۔

"مطلب مجھ سے پوچھ رہی ہو.... نانہجار عورت۔!" نووارد نے انگریزی کی بجائے فرانس
میں کہا۔

"زبان کو لگام دو....!" جولیا آپے سے باہر ہو گئی۔

"بتاؤ.... وہ رقم کہاں ہے....؟"

"کون سی رقم....!"

"وہی رقم جو تم نے اپنے بھائی کی مدد سے لافے ور بینک سے لوٹی تھی۔!"

"بکواس مت کرو.... میں تمہیں نہیں جانتی۔!"

"یہ چھ ماہ پہلے کی بات ہے... پھر تم جنیوا سے فرار ہو گئے۔ تم بدستور سوئیس بنی رہیں اور تم
بھائی دیسی بن گیا۔ اب اسکا نام تنویر ہے۔" جولیا اپنی موجودہ حالت کو بھلا کر بے ساختہ ہنس پڑی

"تم مجھے دھوکے میں نہیں رکھ سکتیں۔!"

"اس بکواس کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہوں۔ خیریت چاہتے ہو تو مجھے فوراً کھول دو۔ و
میرے دوست تمہیں جہنم رسید کر دیں گے۔!"

"یہاں کوئی نیا گروہ ترتیب دیا ہے کیا....؟"

جولیا کچھ نہ بولی، خاموشی سے اسے گھورے جا رہی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی۔ دماغ ٹھنڈا ہی رکھنا چاہئے۔ پتا نہیں کیا چکر ہے۔ تنویر کا نام بھی لیا گیا۔
ہو سکتا ہے وہ پہلے ہی ان کے ہتھے چڑھ چکا ہو۔ ایکس ٹو سے بھی تو معلوم ہوا تھا کہ تنویر گھر نہ
پہنچا۔ پتہ نہیں یہ لوگ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔!" نووارد پھر بولا۔

"یہی سوچ رہی ہوں کہ تمہیں بتاؤں یا نہ بتاؤں۔!"

"نہ بتانے کی صورت میں خسارے میں رہو گی۔!"

"آدھی سے زیادہ رقم خرچ ہو چکی ہے اور بقیہ میرے بھائی کے ہی قبضے میں ہے۔!" اس نے
نووارد کو غور دیکھتے ہوئے کہا۔ نووارد کے چہرے پر پل بھر کے لئے حیرت کے آثار نظر آئے تھے
اور پھر وہ ہنس کر بولا تھا۔ "اور تمہارا بھائی بھی ہمارے قبضے میں ہے لیکن بھائی ہونے کا اعتراف
نہیں کرتا۔!"

جولیا کچھ نہ بولی۔ وہ کہتا رہا۔ "اس کا کہنا ہے کہ تم اس کی محبوبہ ہو۔ عمران نامی کسی رقیب کا بھی
ذکر کرتا ہے۔!"

"بکواس مت کرو....!"

"ہم نے سوچا ہے کہ اب ہم اپنی نگرانی میں تمہیں اس کے حوالے کر دیں گے۔!"

جولیا کا سر چکرا گیا۔ شدت سے غصہ آیا تھا۔ یہ تنویر اتنا ذلیل بھی ہو سکتا ہے کہ اجنبیوں سے
اس قسم کی گفتگو کرتا پھرے۔

"اس طرح ہمیں اندازہ ہو جائے گا کہ وہ تمہارا بھائی ہے۔!" نووارد بولا۔

"میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔!" جولیا کی آواز کانپ رہی تھی۔

"یہ تو ہو کر رہے گا۔ وہ کہتا ہے کہ تم کسی طرح اس کے قابو میں نہیں آئیں اسی لئے تمہیں
کرسی سے باندھ دیا گیا ہے۔!"

"بکواس مت کرو....!" جولیا حلق پھاڑ کر چیخی۔

اور ٹھیک اسی وقت اس کے سر پر آہنی خود رکھ کر مشین چلا دی گئی اور جولیا کی آنکھیں ماحول
سے بے تعلق ہوتی چلی گئیں۔ کھوپڑی میں ایسی ہی گدگدی شروع تھی۔ اب وہ کچھ بھی نہیں سوچ
رہی تھی۔ عجیب سی گدگدی تھی۔ جس کی طرف سے ذہن ہٹایا ہی نہیں جا سکتا تھا۔ اسی کیفیت میں
نووارد کی آواز سنائی دی۔

"تم کون ہو....؟"

"جولیانا فٹنر واٹر....!" غیر ارادی طور پر اس کی زبان سے نکلا۔

"کس کے لئے کام کرتی ہو....؟"

"ایکس ٹو کے لئے۔!"

"ایکس ٹو کون ہے....؟"

"میں نہیں جانتی۔!"

"کہاں رہتا ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔!"

"احکامات کس طرح ملتے ہیں....؟"

"فون پر....!"

"اس کا فون نمبر بتاؤ....؟"

"ٹرپل نات....!"

"کیا تنویر تمہارا محبوب ہے....؟"

"نہیں....!"

"تمہیں اس کے حوالے کر دیا جائے۔!"

"نہیں....میں اس سے نفرت کرتی ہوں۔!"

"ایکروفے میں تنویر سے تم لوگوں کا جھگڑا کیوں ہوا تھا....؟"

"وہ مجھے عمران کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا۔!"

"اپنے دوسرے ساتھیوں کے نام اور پتے بتاؤ....؟"

جولیا بے تکان بتاتی چلی گئی تھی اور نوادرد انہیں لکھتا رہا تھا۔

"تم کتنی زبانیں بول سکتی ہو....!" اس نے لکھائی کے اختتام پر سوال کیا۔

"فرنچ، جرمن، اٹیلین، رومانش، انگلش اور کسی قدر اردو بھی۔!"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ تمہارے ان ساتھیوں ہی میں سے کوئی ایکس ٹو ہو....!"

"ناممکن تو کچھ بھی نہیں ہے۔!"

"تمہیں کس پر شبہ ہے....؟"

"عمران پر....!"

"شبے کی وجہ....؟"

"وہ ایک خوش مزاج در[illegible] ہے۔!"

"کوئی اور وجہ....؟"

"میں نہیں جانتی....کچھ بھی نہیں جانتی۔ میں کون ہوں؟ میں کون ہوں....؟"

نوادرد نے مشین کا ایک سوئچ آف کر دیا۔ جولیا کی آنکھیں بند تھیں اور ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔

نوادرد نے آہنی خود اس کے سر سے اتار کر مشین پر رکھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ جولیا کی گردن دائیں جانب ڈھلک گئی تھی۔ آنکھیں بدستور بند تھیں لیکن ہونٹ ڈھیلے پڑ گئے تھے اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔

وہ پھر مشین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ سرخ رنگ کا ایک بٹن دباتے ہی مشین سے کاغذ کی ایک شیٹ نکل کر فرش پر آ گری۔ وہ اسے اٹھا کر دیکھنے لگا۔

ٹھیک اسی وقت قدموں کی چاپ سنائی دی تھی اور پھر ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

اس نے کاغذ کی شیٹ اس کے ہاتھ سے لے لی اور اسے بغور دیکھنے لگا۔ اس کا سر تفہیمی انداز میں ہل رہا تھا۔

"تو پھر....یہ عمران....!" وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔

"میرا پہلے ہی سے یہی اندازہ تھا۔!"

"لیکن یہ نہ بھولو کہ وہ اس سے جذباتی وابستگی بھی رکھتی ہے۔" دوسرے آدمی نے کہا۔

"ہاں....اسے بھی ذہن میں رکھنا پڑے گا۔!"

"دیکھیں....کرنل کیا فیصلہ کرتا ہے....؟"

وہ دونوں کمرے سے نکل کر ایک جانب بڑھتے چلے گئے۔ طویل راہداری تھی اور عمارت خاصی بڑی معلوم ہوتی تھی۔

راہداری کے اختتام پر بائیں جانب مڑ کر ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے جہاں ایک قوی ہیکل آدمی آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ چوڑے چکلے سینے والے اس آدمی کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پائی جاتی تھی۔

"کیا رہا....؟" وہ ان کی طرف دیکھے بغیر غرایا۔

ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کاغذ کی شیٹ اس کی طرف بڑھا دی تھی۔ وہ اسے کچھ دیر تک دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔ "تو اس نے عمران کے خلاف شبہ ظاہر کیا ہے....؟"

وہ دونوں خاموش رہے۔

اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "تنویر نے عمران کے سلسلے میں ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔ تم دونوں بیٹھ جاؤ۔!"

اس نے سامنے والی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔ دونوں مؤدبانہ بیٹھ گئے۔

وہ چند لمحے خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "عمران اور جولیا کے علاوہ ہمارے پاس اور کسی کی تصویر نہیں ہے۔ تنویر اتفاقاً ہاتھ لگا تھا۔ اب تم اسی کی مدد سے بقیہ لوگوں پر بھی ہاتھ صاف کر سکتے ہو۔!"

"لیکن کرنل!" ایک بولا۔ "تنویر کی زبان تو اس طرح بند ہو گئی ہے جیسے کبھی بولا ہی نہ ہو۔!"

"تمہیں اس پر تیسرا سوچ نہیں آزمانا چاہئے تھا۔!"

"تیسرا سوچ آزمائے بغیر اس کی یادداشت ختم نہ ہوتی۔ آپ ہی کے حکم سے ایسا ہوا تھا۔!"

"خیر.... خیر.... جولیا پر تو نہیں آزمایا....؟"

"نہیں کرنل....!"

"ٹھیک ہے بہر حال انہیں ایک ایک کر کے لانا ہے۔!"

"نام اور پتے ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ کسی نہ کسی طرح پہچان ہی لیں گے۔!"

"اب کسے لانا ہے....؟"

"کیوں نہ عمران ہی کو لایا جائے۔!" دوسرا بولا۔

"میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔!" کرنل پُر تفکر لہجے میں بولا۔

وہ دونوں خاموشی سے اُسے دیکھتے رہے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "عمران خطرناک آدمی ہے۔ جس آسانی سے تنویر قابو میں آیا اتنی آسانی سے تمہارے ہتھے نہ چڑھ سکے گا۔!"

"ہم دیکھیں گے۔!"

"اس سلسلے میں مجھ سے مشورہ کئے بغیر کوئی قدم نہ اٹھانا.... صورت سے بیوقوف نظر آنے والے اس درندے کو تم نہیں جانتے۔!"

"ہم سے غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں کرنل... کیونکہ ہم کو حالات سے کلی طور پر آگاہی نہیں۔!"

"جو کام جس طرح کہا جائے اسی طرح انجام دو۔ بس اتنا ہی کافی ہے اس وقت طے کر لو کہ کل

کسے لانا ہے۔!"

"جب ہم کسی کو جانتے ہی نہیں تو کس پر کس کو ترجیح دیں۔!"

"اچھا تو میرے مشورے پر عمل کرو.... تنویر کی ذہنی حالت ایک ماہ سے قبل معمول پر نہیں آسکے گی۔ تھرڈ سوچ ایسی ہی اذیت کا نام ہے۔ بہر حال کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تنویر کو رہا کر دو اور خاموشی سے حالات کا جائزہ لو۔ جولیا کو روکے رکھو.... اور فی الحال انہیں قطعی نہ چھیڑو۔!"

وہ مزید کچھ کہنے والا تھا کہ کسی نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

"آجاؤ....!" کرنل نے بند دروازے کو گھورتے ہوئے اونچی آواز میں کہا۔

ایک دیسی آدمی دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"کیا خبر ہے....؟" کرنل نے اس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

"مادام لسلی کو عمران اور اس کا ایک ساتھی.... ایک عمارت میں لے گئے ہیں۔ شہر یار چوک کی گیارہویں عمارت ہے۔!"

"کیا تم نے قریب سے ان لوگوں کا جائزہ لیا تھا....؟"

"نہیں کرنل....!" دیسی آدمی طویل سانس لے کر بولا۔ "عمران کے سیاہ فام باڈی گارڈ کی وجہ سے قریب نہیں جا سکا۔ وہ عقابی نظر رکھتا ہے۔!"

"اس عمارت کی نگرانی جاری رکھو....!" کرنل نے خشک لہجے میں کہا۔ "بس جاؤ۔!"

دیسی آدمی دروازے کی طرف مڑ گیا تھا۔ اس کے چلے جانے کے بعد کرنل نے انہیں مخاطب کیا۔ "تم نے سن لیا۔ انہوں نے لسلی کو پولیس کے حوالے نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہیں اس کے بیان پر یقین نہیں آیا۔ اب تم تین بجے شب کو سفارت خانے کی طرف سے اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرا دینا۔ خیال رہے کہ وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہے۔!"

"بہت بہتر کرنل۔ لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اسے کس مقصد کے تحت عمران کے حوالے کیا گیا ہے....؟"

"اپنے کام سے کام رکھو....!" کرنل غرایا۔

"لیکن کرنل....!" دوسرا بولا۔ "لسلی کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے وہ اس سے نامناسب برتاؤ بھی کر سکتے ہیں۔!"

"لسلی کسی ملک کی شہزادی نہیں ہے۔ ہم ہی میں سے ہے۔!" کرنل نے لاپرواہی سے کہا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے۔



عمران اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا اور وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اپنی موجودہ حالت سے متعلق اسے ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہو۔

دفعتاً اس نے سر اٹھا کر بڑی بے بسی سے پوچھا۔ "میں کون ہوں....؟"

"تم مجھ سے پوچھ رہی ہو۔!"

"پھر کس سے پوچھوں؟ اچھا یہی بتادو کہ تم کون ہو میں نے پہلے کبھی تمہیں نہیں دیکھا۔!"

"میں شہزادہ بدبخت ہوں۔!"

"مجھے بتاؤ کہ میں کون ہوں....؟"

"ابھی تک تم نے اپنا نام ہی نہیں بتایا۔!"

"میرا نام کیا ہے....؟" وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"شائد جولیانا فٹنر واٹر بتا سکے۔!"

"کون جولیانا فٹنر واٹر....؟"

"وہی جسے تم ڈرانے آئی تھیں۔!"

"لیکن میں تو کسی جولیانا فٹنر واٹر کو نہیں جانتی....؟"

"اب میں بتاؤں کہ میں کون ہوں۔!" عمران نے چہک کر پوچھا۔

"بتاؤ.... بتاؤ....!" وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

"اُلو کا پٹھا ہوں۔!" عمران اردو میں بڑبڑایا۔

"میں نہیں سمجھی....؟"

"ابھی سمجھ جاؤ گی۔!" عمران نے کہہ کر جوزف کو آواز دی۔

وہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوا اور ایڑیاں بجا کر کھڑا ہو گیا۔ عورت اسے خوف زدہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

"یہ اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہے۔!" عمران نے جوزف سے کہا۔

"میں کیا بتا سکتا ہوں باس۔ پاگل عورت کبھی میرا موضوع نہیں رہی۔!"

"اچھی بات ہے۔ تو پھر میں اسے تیرے ساتھ کسی کمرے میں بند کئے دیتا ہوں۔ اسے سمجھنے

کی کوشش کر ڈال۔!"

"یہ زیادتی ہوگی باس....؟"

"میرا حکم....!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"اگر اس نے مجھ پر آنکھیں چمکائیں تو میں اسے مار ڈالوں گا۔ پاگل عورتوں کی آنکھوں کی چمک مجھے بڑی کریہہ لگتی ہے۔!"

"خاموش.... تجھے وہی کرنا پڑے گا جو میں کہوں گا۔!"

"تمہاری مرضی باس.... اگر تم میری گردن میں پھانسی کا پھندہ دیکھنا چاہتے ہو۔!"

"بکواس بند کرو.... اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاؤ.... اور ساتھ لے جاؤ۔!"

"ہاتھ تو نہیں لگاؤں گا اس سفید سوریا کو خواہ تم مجھے گولی ہی کیوں نہ مار دو باس....!"

"تم دونوں کی گفتگو بڑی خوفناک ہے۔!" دفعتاً عورت بولی۔

"تم چپ رہو....!" عمران نے اسے گھونسہ دکھایا۔

"شش.... شائد.... میرا نام لسلی ہے.... اور میں کسی سفارتخانے کے فرسٹ سیکریٹری کی بیٹی ہوں۔!"

"شائد میں شبہ ہے۔!" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

"ٹھہرو.... مجھے اور سوچنے دو۔!" وہ خوفزدہ نظروں سے جوزف کی طرف دیکھ کر بولی۔

"سوچ لینے دو باس.... کیا حرج ہے۔!" جوزف نے جلدی سے کہا۔

"ارے تو بڑا کام چور ہے۔!" عمران دانت پیس کر بولا۔

"اچھی بات ہے میں اسے لئے جا رہا ہوں۔!" جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا اور عورت کی طرف قدم بڑھایا ہی تھا کہ وہ بول پڑی۔ "ٹھہرو مجھے اپنے گھر کا فون نمبر بھی یاد آرہا ہے۔!"

"بتاؤ جلدی سے۔!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

عورت نے اسے نمبر بتائے۔ وہ جوزف کو وہیں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

جوزف عورت کی طرف ایسے انداز میں دیکھے جا رہا تھا جیسے نگاہ ادھر اُدھر ہوتے ہی وہ اٹھ کر بھاگ جائے گی۔

"مم.... مجھے تم سے خوف معلوم ہوتا ہے۔!" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں بھیڑیا ہوں۔!" جوزف غرایا۔ غالباً یہ بات اس کے پلے پڑ گئی تھی کہ وہ بننے کی کوشش

کررہی ہے۔

"نہیں.... مجھ پر رحم کرو.... میرے پاپا کو فون کردو....!"

"لیکن تم تو اپنی یادداشت کھو بیٹھی تھیں۔!"

"اب کچھ کچھ یاد آرہا ہے۔ پتہ نہیں مجھے کیا ہوتا جاتا ہے۔ سب کہتے ہیں کہ میں ذہنی مریض ہوں۔!"

"ضرور ہوگی۔!" جوزف بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"پھر بتاؤ میں کیا کروں....؟"

"تم جھوٹی ہو.... کوئی بڑا چکر معلوم ہوتا ہے۔!"

"کیسا چکر....؟"

"میں نہیں جانتا.... یہ سب کچھ میرا باس ہی جانتا ہوگا۔!"

"وہ کون ہے....؟"

"میں اب تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ خاموش رہو۔!" جوزف نے کہہ کر سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

اتنی دیر میں عمران واپس آگیا۔ چند لمحے عورت کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم لسلی پےٹی شیو ہو۔!"

"ہاں.... ہاں.... یہی نام ہے میرا۔!" وہ خوش ہو کر بولی۔ "کیا پاپا سے بات ہوئی ہے....؟"

"وہ تمہیں لینے کے لئے آرہے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے انہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ اپنے سفارت خانے کے فرسٹ سیکریٹری ہیں۔!"

"ثابت کردیں گے۔ ضرور ثابت کردیں گے۔ جبکہ ان کا یہی عہدہ ہے۔!"

"لیکن اس کے باوجود بھی تمہیں اس کی جوابدہی کرنی پڑے گی کہ اس وقت تم جولیانا فٹنر واٹر کے گھر کیوں گئی تھیں۔!"

"اُوہ.... تو کیا میں وہاں تھی۔ کیا اس نے تمہیں نہیں بتایا کہ میں کون ہوں۔ ارے وہ میری بہت اچھی دوست ہے۔!"

"اسے کچھ نامعلوم آدمی اٹھالے گئے ہیں۔!"

"میں یقین نہیں کرسکتی۔ وہ تو بہت اچھی ہے۔ میں صرف یہ ثابت کرنا چاہتی تھی کہ وہ اتنی دلیر نہیں ہے جتنی خود کو ظاہر کرتی ہے۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ بھی خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔

"اگر تم پہلے ہی بتادیتیں کہ مسٹر گلینی پےٹی شیو کی بیٹی ہو تو ہم اتنی زحمتوں میں کیوں پڑتے۔!"

"اُوہ.... کیا وہ تمہیں جانتے نہیں ہیں۔!"

"نہیں.... لیکن میں انہیں پہچانتا ہوں۔ اس لئے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر تمہیں ان کے سپرد کرسکوں گا۔!"

"اگر انہیں نہ جانتے ہوتے تو میرا کیا حشر ہوتا؟" وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"کسی یتیم خانے میں داخل کرادیتا۔ عورت پالنے کا تجربہ نہیں ہے مجھے۔!"

"میں نے محسوس کیا ہے کہ تم بہت اجڈ ہو۔ اتنے خوبصورت آدمی کو اجڈ نہ ہونا چاہئے۔!"

"باس! ہوشیار....!" جوزف بوکھلا کر بولا۔ "یہ تمہارے حسن کی تعریف کررہی ہے۔!"

"اچھا....!" عمران چونک کر اس کی طرف مڑا۔ "میں نے تو محسوس نہیں کیا۔!"

"تم یونہی غائب رہتے ہو۔ مجھے ہر وقت ساتھ رکھا کرو۔!" جوزف کے دانت نکل پڑے۔

"میں کہتی ہوں اسے ہٹاؤ.... یہاں سے۔!" لسلی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ ناممکن ہے۔!" جوزف گردن اکڑا کر بولا۔ "یہ عورتوں کے معاملے میں ناتجربہ کار ہیں۔ اس لئے تنہا نہیں چھوڑے جاسکتے۔!"

لسلی نے عمران کی طرف دیکھا۔

"مم.... مجبوری ہے۔!" عمران ہکلایا۔

"تم لوگ میری سمجھ میں نہیں آسکے۔ ویسے کیا ہم آئندہ بھی ملتے رہیں گے۔!"

"میری موجودگی میں....!" جوزف بول پڑا۔

"کیا تم اسے خاموش رہنے کو نہیں کہہ سکتے۔!" وہ جھنجھلا گئی۔

"مجبوری ہے۔!" عمران نے بے بسی سے ٹھنڈی سانس لی۔ چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر بولا۔

"تم پتہ نہیں کیا چیز ہو۔!"

"کیوں.... اب کیا ہوا....؟"

"ایک ہی وقت میں کئی طرح کی باتیں کرتی ہو۔ ابھی تم نے اس پر حیرت ظاہر کی تھی کہ تم جولیا کے بنگلے میں تھیں اور پھر یہ بھی کہا تھا کہ تم دراصل اس پر ثابت کرنا چاہتی تھیں کہ وہ اتنی دلیر نہیں ہے جتنی خود کو ظاہر کرتی ہے۔!"

"میرا سر چکرا رہا ہے۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ پاپا آرہے ہیں۔ انہی سے پوچھ لینا۔ میں اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔!"

عمران نے جوزف کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا.... اور وہ چپ چاپ کمرے سے نکل گیا۔

"شکر ہے۔!" لسلی نے طویل سانس لی۔

"کس بات پر شکر ادا کر رہی ہو۔!"

"یہاں میں نے کسی کے پاس بھی نیگرو ملازم نہیں دیکھا۔!"

"میں انٹر نیشنل آدمی ہوں۔!"

دفعتاً جوزف کمرے میں داخل ہوا۔

"پپ.... پولیس.... باس....!"

"کہاں....؟"

"پورچ میں ان کی گاڑی رکی ہے۔ اس کے پیچھے ایک پرائیویٹ کار بھی ہے۔!"

"نکل چلو....!" عمران نے آہستہ سے کہا اور تیزی سے بائیں جانب والے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جوزف اس سے صرف ایک قدم پیچھے تھا۔ لسلی بھی اٹھ کر اُن کی جانب دوڑی تھی۔ لیکن اس کے قریب پہنچنے سے قبل ہی دروازہ بند ہو چکا تھا۔

عمران ٹارچ روشن کئے ہوئے اس طویل اور تاریک گلیارے میں دوڑ رہا تھا۔

اور پھر وہ دونوں جلد ہی عمارت کے عقبی حصے سے گذر کر گلی میں آ نکلے۔

"گاڑی....!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "گاڑی تو اُدھر ہی رہ گئی۔!"

"پرواہ مت کرو.... گاڑی کے ذریعے وہ ہم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ رجسٹریشن آفس میں اس کا اندراج نہیں ہے۔!"

"اتنی اچھی گاڑی ضائع ہو جائے گی باس....!"

"میرے باپ نے میرے لئے نہیں خریدی تھی۔!" عمران کسی لڑاکی عورت کے سے انداز میں ہاتھ نچا کر بولا۔ "جہاں سے تعلق رکھتی ہے وہیں پہنچ جائے گی۔!"

"اپنی باتیں تم خود ہی جانو باس.... میرا تو نشہ اکھڑ رہا ہے۔ اچھا ہی ہوا کہ پولیس آگئی۔ ورنہ تو وہیں صبح کر دیتے۔!"

"خاموشی سے چلتے رہو۔!" عمران نے دوسری گلی میں مڑتے ہوئے کہا۔

وہ شاہراہوں کو نظر انداز کرتا ہوا تنگ و تاریک گلیوں ہی میں چلتا رہا تھا۔ جوزف نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔

پھر شہریار چوک بہت پیچھے رہ گیا۔



دوسری صبح عمران ناشتے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ کیپٹن فیاض کی آمد کی اطلاع ملی۔

"دیکھو!" اس نے سلیمان سے کہا۔ "جوزف سے کہہ دو کہ اپنے کمرے سے باہر نہ نکلے گا۔!"

"کیوں.... کیا ہوا صاحب۔!"

"مردود کسی کی مرغی چرا کر بھاگا تھا۔!" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔

سلیمان نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا تھا اور جوزف کے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

عمران نشست کے کمرے میں آیا۔

فیاض نے خاصی "دلآویز" مسکراہٹ کے ساتھ اس کا استقبال کیا تھا۔

"چائے پیؤ گے یا کافی۔!" عمران کے لہجے میں چہکار تھی۔

"کچھ بھی نہیں۔ صرف یہ پوچھنے آیا ہوں کہ تم دونوں پچھلی رات کہاں تھے....؟"

عمران بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"دوسرے سے مراد ہے جوزف....!" فیاض نے ابھی تک اپنے لہجے میں ناگواری نہیں پیدا ہونے دی تھی۔

"ہم دونوں....!" عمران نے حیرت سے کہا۔

"ہاں....! تم اور جوزف....!"

"قصہ کیا ہے....؟"

"پہلے تم میری بات کا جواب دو۔!"

"ہم دونوں یہیں تھے۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"تمہیں یقین ہے....؟"

"کیپٹن فیاض.... کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں دھکے مار کر یہاں سے نکال دوں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"دھکے کا مطلب معانقہ نہیں ہوتا۔!"

"تم دونوں کے خلاف ایک غیر ملکی سفارت خانے کیطرف سے رپورٹ درج کرائی گئی ہے۔!"

"جوزف اور عمران کے خلاف....!" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

"حلئے تمہی دونوں کے ہیں۔!"

"اب واقعی اٹھا کر نیچے پھینک دونگا۔ محض حلیوں کی بناء پر سیدھے یہیں دوڑے چلے آئے ہو۔!"

"سنجیدگی اختیار کرو.... معاملہ میری حدود سے آگے بڑھ گیا ہے۔!"

"کیسا معاملہ....؟"

"پہلے تم بتاؤ کہ پچھلی رات تم دونوں کہاں تھے....؟"

"وہیں.... جہاں سے متعلق رپورٹ درج کرائی گئی ہوگی۔!" عمران نے کہا اور میز کے قریب جا کر فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ ریسیور کان سے لگائے فیاض کی طرف دیکھے جارہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ تھی۔

دفعتًہ وہ ماؤتھ پیس میں بولا۔ "میں عمران بول رہا ہوں جناب۔ پچھلی رات آپ کی کوٹھی پر قوالی ہوئی تھی اس سے میں اور جوزف بے حد محظوظ ہوئے تھے۔ لیکن کیپٹن فیاض کو شکایت ہے کہ آپ نے انہیں مدعو نہیں کیا تھا۔ جی ہاں.... موجود ہیں۔ جی نہیں کوئی خاص بات نہیں ان کا خیال ہے کہ پچھلی رات ہم دونوں نے آپ کے ساتھ نہیں گذاری۔ جی...جی... بہت بہت شکریہ۔!'

عمران نے ریسیور رکھ کر طویل سانس لی اور خواہ مخواہ منہ چلاتا ہوا فیاض کی طرف دیکھنے لگا۔

فیاض کی زہر آلود نظریں پہلے ہی سے اس پر رہی تھیں۔

"کس سے بات کر رہے تھے....؟" بالآخر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"سر سلطان سے.... مجھے تو کل ہی معلوم ہوا کہ کس قدر صوفی منش آدمی ہیں۔ کیا کیا قوال اکٹھے کئے تھے۔ واہ.... بلکہ آہے واہ....!"

"ہوں....!" فیاض سانپ کی طرح پھنکارا۔

"غالباً اب تمہارا اطمینان ہو گیا ہوگا۔!"

"ہرگز نہیں۔!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم مجھے پھنسوانا ہی چاہتے ہو....؟" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

فیاض کچھ نہ بولا۔ اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے اور عمران کو گھورے جارہا تھا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "تم یہی چاہتے ہو کہ کسی نہ کسی طرح میں جیل

پہنچ جاؤں۔!"

"بکواس مت کرو.. میں تمہیں اطلاع دینے آیا تھا کہ عنقریب تم مشکلات میں پڑنے والے ہو۔!"

"جب تک مجھے رپورٹ کی نوعیت کا علم نہ ہو جائے کوئی رائے قائم کرنا بیکار ہوگا۔!"

"لسلی پے ٹی شیو کو جانتے ہو....!"

عمران نے نفی میں سر ہلایا۔

"اس نے رپورٹ درج کرائی ہے کہ تم اسے جوزف سے شادی کر لینے پر مجبور کر رہے تھے رتشدد پر اتر آئے تھے۔!"

"یہ لسلی ہے کون....؟" عمران نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

"گلینی پے ٹی شیو کی بیٹی ہے جو ایک سفارت خانے کا فرسٹ سیکریٹری ہے۔!"

"لیکن رپورٹ میں ہم لوگوں کے صرف حلئے درج کرائے گئے ہیں۔!"

"اور کیا کہہ رہا ہوں اتنی دیر سے۔!"

"بس تو پھر تلاش جاری رکھو....!"

"اگر شناختی پریڈ ہو گئی تو کیسی رہے گی۔!"

"مر گئے شناختی پریڈ کرانے والے۔!"

"اگر وہ مر گئے تو تم یتیم کہلاؤ گے۔!" فیاض طنزیہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"اوہ.... تو بات اس حد تک بڑھ چکی ہے۔!"

"جناب.... کچھ لوگوں نے رحمان صاحب کے منہ پر تمہارا اور جوزف کا نام لیا تھا۔!"

"محض حلئے کی بناء پر....!"

"جی ہاں۔ اب تو غالباً آپ کے علم ٹھنڈے ہو گئے ہوں گے۔!"

"میرے علم ہمیشہ بلند رہیں گے۔ ہونے دو شناختی پریڈ۔ کیا ابھی چلوں....؟"

"میں صرف تمہیں آگاہ کرنے آیا تھا....!"

"شکریہ....!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"تو پھر اب میں جاؤں۔!"

"ضرور.... ضرور....!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔ "تنویر مل گیا ہے۔ لیکن اس کی عجیب حالت ہے۔!"

"عجیب سے کیا مراد ہے....؟"

"کسی بات کا جواب ہی نہیں دیتا۔ چپ سادھ رکھی ہے۔ آنکھوں سے ایسا معلوم ہوتا جیسے پوری طرح بیدار نہ ہو۔!"

"کہاں ہے....؟"

"میرے ساتھ.... میں گھر سے بول رہا ہوں۔!"

"اچھا...اچھا...کچھ دیر بعد ملاقات ہو سکے گی۔!" کہہ کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

فیاض اسے معنی خیز نظروں سے دیکھتا ہوا اٹھا تھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور کھڑا دیکھتا رہا۔

فیاض مزید کچھ کہے بغیر جا چکا تھا۔



رحمان صاحب کے آفس میں دونوں باپ بیٹی موجود تھے اور اُن کے سامنے میز پر متعدد تصویریں بکھری پڑی تھیں۔ ان میں مقامی لوگوں کی تصویریں بھی تھیں اور افریقہ کے سیاہ باشندوں کی بھی عمران اور جوزف کے بھی چند پوز تھے۔

لسلی ایک ایک کر کے انہیں بغور دیکھ رہی تھی۔ لیکن اپنی درج کرائی ہوئی رپورٹ مطابق کسی کو بھی شناخت نہ کر سکی۔

"بے حد مشکل کام ہے۔!" رحمان صاحب بولے۔ "ہو سکتا ہے ملزم اس وقت تک یہ شہر چھوڑ گئے ہوں۔ لیکن مسٹر پے ٹی شیو! آپ شہریار چوک کی اس عمارت تک کیسے پہنچے تھے۔؟"

"کسی نے فون پر مطلع کیا تھا کہ لسلی وہاں موجود ہے۔ اس نے اپنا نام نہیں بتایا تھا۔ بہرحال جب میں پولیس کو لے کر وہاں پہنچا تو لسلی تنہا ملی تھی۔!"

"کیا انہیں پولیس کی آمد کی اطلاع ہو گئی تھی....؟" رحمان صاحب نے لسلی سے پوچھا۔

"نیگرو نے باہر سے آکر کچھ کہا تھا اور پھر دونوں دوسرے دروازے سے فرار ہو گئے تھے" لسلی نے جواب دیا۔

"بہرحال! ہم دیکھیں گے کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں۔!" رحمان صاحب نے طویل سانس لے کر کہا۔

پھر انہوں نے تصویریں سمیٹ کر ایک تھیلے میں ڈال دی تھیں۔

"بہت بہت شکریہ۔!" لسلی کا باپ اٹھتا ہوا بولا۔

پھر دونوں رحمان صاحب سے مصافحہ کر کے آفس سے باہر آگئے تھے۔ کمپاؤنڈ میں پہنچ کر ایک لمبی سی کار میں بیٹھے اور کار سڑک پر نکل آئی۔ گلینی خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا اور لسلی اس کے برابر بیٹھی ہوئی تھی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کرتی پھر رہی ہوں۔!" لسلی تھوڑی دیر بعد بولی۔ "ان تصاویر میں ان دونوں کے کئی پوز موجود تھے۔!"

"جو کچھ کہا جائے خاموشی سے کرتی رہو۔!" گلینی خشک لہجے میں بولا۔

"جب ان پر الزام عائد ہی نہیں کرنا تو پھر اس ڈھکوسلے کی کیا ضرورت تھی....؟"

"کرنل ہی جانے، مجھ سے کچھ نہ پوچھو....!" گلینی نے طویل سانس لے کر کہا۔

"مجھے تو وہ پاگل معلوم ہوتا ہے۔!"

"اپنے کام سے کام رکھو لڑکی۔ کیا میں تمہارا باپ ہوں....؟"

"نہیں....!" لسلی نے طویل سانس لی۔

"تو پھر یا تو میں پاگل ہوں یا تم....!"

"کچھ بھی ہو میں کرنل کے ساتھ کام نہیں کر سکتی۔!"

"تم تو اس طرح کہہ رہی ہو جیسے میں سچ مچ تمہارا باپ ہوں اور تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا دوں گا۔!"

"مجھے اس سے نفرت ہے۔!" لسلی جھنجھلا کر بولی۔ "اس سے پہلے جو شخص ہمارا انچارج تھا وہ اتنا سخت گیر اور دیوانہ نہیں تھا۔!"

"خاموش رہو۔ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ اندھیرے میں کوئی بہت بڑا کیکڑا تمہاری گردن توڑ دے۔!"

"نن.... نہیں....!" وہ ہکلائی اور پھر روہانسی ہو گئی۔

"بہرحال.... اب تم اس عمارت کا رخ نہیں کرو گی۔ جہاں کرنل مقیم ہے۔!" گلینی نے درشت لہجے میں کہا۔

"میں کب اس کی شکل دیکھنا چاہتی ہوں۔!"

"ابھی ایک بار پھر دورے کی حالت میں تمہیں عمران سے ملنا ہے اور تم پچھلی ساری باتیں

بھول چکی ہو گی۔ کیا سمجھیں....؟"

"کچھ سمجھنا تو چاہتی ہی نہیں۔ جو کچھ کہا جائے گا کروں گی۔!"

"اب دیا ہے تم نے سمجھداری کا ثبوت....!"

"فی الحال میں کہاں جا رہی ہوں....؟"

"اب تم مستقل طور پر میرے ہی ساتھ رہو گی۔!"

"غنیمت ہے۔!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "حقیقت یہ ہے کہ اب میں اپنے پیشے سے تنگ ہو گئی ہوں۔!"

"لیکن میں یہ بات تم پر واضح کر دوں کہ غداری کی سزا موت ہے۔!"

"غداری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں تو باعزت طور پر سبکدوشی چاہتی ہوں۔!"

"ابھی تو تمہارے ریٹائرمنٹ میں دو سال باقی ہیں۔!"

لسلی کچھ نہ بولی۔ تھوڑی دیر بعد انکی گاڑی ایک بڑی عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی گاڑی سے اتر کر وہ عمارت کے نشست کے کمرے میں آئے۔ یہاں ایک آدمی شائد پہلے سے ان کا منتظر تھا۔

وہ اٹھتا ہوا بولا۔ "کرنل مکمل رپورٹ چاہتا ہے۔!"

"رپورٹ ترتیب دینے میں وقت لگے گا۔!" لسلی نے عاجزانہ طور پر کہا۔

"جتنی جلد ممکن ہو۔!" اس نے ناخوش گوار لہجے میں کہا اور باہر چلا گیا۔

لسلی بے سدھ سی ہو کر ایک صوفے پر گر گئی تھی۔

گلینی اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "کیا تم کچھ پینا پسند کرو گی۔"

"ضرور....!" وہ سر اٹھائے بغیر بولی۔ "میرے اعصاب شکستہ ہو گئے ہیں۔!"

گلینی کمرے سے چلا گیا۔ لسلی جیسے پڑی تھی ویسے ہی پڑی رہی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پیر ہلانے کی سکت بھی اس میں نہ رہی ہو۔

تھوڑی دیر بعد ایک باوردی ملازم شراب کی ٹرے اٹھائے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

لسلی نے اسے اشارہ کیا تھا کہ وہ خود ہی اس کے لئے ایک گلاس بنا دے۔

ملازم حکم کی تعمیل میں لگ گیا تھا.... اور لسلی آنکھیں پھاڑے چھت کو گھورے جا رہی تھی

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور ملازم اپنا کام چھوڑ کر فون کی طرف لپکا۔

اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا تھا اور پھر بولا تھا۔ "جی ہاں.... جی.... جی ہاں.... موجود ہیں۔!"

اس کے بعد وہ ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھے ہوئے لسلی کی طرف مڑا تھا "آپ کی کال ہے۔!"

"ادھر ہی اٹھا لاؤ فون....!" لسلی نے تھکی تھکی سی آواز میں کہا۔

پھر ریسیور کان سے لگاتے ہی بُری طرح چونکی تھی۔ دوسری طرف سے کسی نے کہا تھا۔

"بہت بہت شکریہ۔!"

"کون ہے....؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"وہی جس کی تصویر کی شناخت تم نہ کر سکیں۔!"

"اوہ.... بہت زیادہ باخبر معلوم ہوتے ہو۔ کیا میں نے غلطی کی تھی....؟"

"اس کے بارے میں میں کیا کہہ سکتا ہوں.... لیکن یہ ضرور پوچھوں گا کہ ہمارے سلسلے میں غلط رپورٹ درج کرانے کا کیا مطلب تھا....؟"

"مجبوری تھی۔ فون پر نہیں بتا سکتی۔ دوبارہ ملاقات ہونے پر ہی بتاؤں گی۔!"

"کب ہو رہی ہے ملاقات....!" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"جب تم چاہو....!"

"مم.... میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ہر وقت تمہی سے ملاقات رہے۔!"

"میں بھی تم سے بہت متاثر ہوئی ہوں.... لیکن وہ نیگرو نہیں ہو گا تمہارے ساتھ....!"

"کہو تو اسے کسی کنوئیں میں دھکیل دوں....!"

"تمہارا اپنا مسئلہ ہے.... میں کیا کہہ سکتی ہوں۔!"

"تو پھر کہاں ملاقات ہو گی....؟"

"جہاں تم کہو....!"

"آج چھ بجے شام سی سائیڈ ہیون میں۔!" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ٹھیک ہے.... میں ملوں گی۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا اور اس دروازے کی طرف دیکھنے لگی جس سے گلینی باہر گیا تھا۔

ملازم نے گلاس پیش کیا اور انسٹرومنٹ کو اٹھا کر پھر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔



سی سائیڈ ہیون کے پھاٹک پر عمران کو بھیڑ نظر آئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں کوئی حادثہ ہو گیا ہو۔

وہ گاڑی روک کر نیچے اترا۔ بھیڑ کے درمیان لسلی کھڑی نظر آئی جو حیران اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک ایک کو گھورے جا رہی تھی۔

دفعتاً وہ بولی۔ "میں کہاں ہوں.... اور تم لوگ کون ہو....؟"

"کیا قصہ ہے....؟" عمران نے ایک آدمی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا تھا۔

"پتہ نہیں.... اسے کیا ہو گیا ہے۔!" جواب ملا۔ "اچھی بھلی گاڑی سے اتری تھی اور ٹھٹھک کر رہ گئی تھی۔ قریب سے گذرنے والے ایک آدمی کو روک کر اس نے یہی سوال کیا تھا جو آپ ابھی سن چکے ہیں۔!"

"خدا اس پر رحم کرے۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میرے پڑوسی کی بیٹی ہے۔ اس پر خود فراموشی کے دورے پڑتے ہیں۔!"

پھر وہ آگے بڑھا اور اس کا بازو پکڑ کر بولا۔ "لسلی.... لسلی.... تم یہاں کیا کر رہی ہو۔!"

اس نے اسے اطالوی میں مخاطب کیا تھا اور دوسرے لوگ اُسے حیرت سے دیکھنے لگے تھے۔

"اس کی مادری زبان اطالوی ہے۔!" عمران نے مجمع کی طرف مڑ کر کہا۔ کوئی کچھ نہ بولا۔

لسلی خاموش کھڑی اسے دیکھے جا رہی تھی۔ وہ اس کا بازو پکڑے ہوئے اسے سی سائیڈ ہیون کی طرف لے چلا۔

لوگ پیچھے رہ گئے تھے۔ دفعتاً لسلی آہستہ سے بولی۔ "مجھے اپنے گھر لے چلو میں ہوش میں ہوں، تمہیں پہچانتی ہوں۔ تم وہی ہو جس نے پچھلی رات مجھے۔!"

جملہ پورا کئے بغیر وہ خاموش ہو گئی۔

"اپنی گاڑی پر آئی ہو۔!" عمران نے پوچھا۔

"نہیں ٹیکسی سے۔!"

"گھر چل کر کیا کرو گی۔ گھر پر تو کل ہی پولیس کا ریڈ ہوا تھا۔ ہو سکتا ہے ان لوگوں نے نگرانی شروع کر دی ہو۔!"

"تو پھر جہاں دل چاہے چلو.... لیکن کسی ایسی جگہ جہاں ہماری گفتگو کوئی نہ سن سکے۔!"

"تب تو اس کے لئے کوئی کھلا میدان ہی مناسب رہے گا۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"جیسا تم مناسب سمجھو....!"

"واہ.... کیا بات سوجھی ہے۔ سمندر تو میدان سے بھی زیادہ سودمند ثابت ہو گا۔"

"کیا تم میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کر رہے ہو....؟"

"ہرگز نہیں.... سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ساحل پر میری موٹر بوٹ موجود ہے۔!"

"انجن کے شور سے گفتگو نہ ہو سکے گی۔!"

"چلو....!" عمران اس کا بازو پکڑ کر پھاٹک کی طرف موڑتا ہوا بولا۔ "اس کا چیمبر ساؤنڈ پروف اور ایئر کنڈیشنڈ ہے۔!"

پھاٹک سے گذر کر وہ ساحل کے اس حصے کی طرف بڑھنے لگا جہاں پرائیویٹ کشتیاں لنگر انداز ہوتی تھیں۔

"خیال رکھو.... کوئی ہمارے پیچھے تو نہیں آ رہا۔!" لسلی بولی۔

"یہ ایک بڑی تفریح گاہ ہے۔ بے شمار لوگ ہیں۔ آخر تم کس سے خائف ہو....؟"

"کشتی کہاں ہے تمہاری....!"

"بس.... قریب ہی ہے۔!"

دس منٹ بعد موٹر بوٹ ساحل چھوڑ رہی تھی۔ لسلی نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے حیرت ہے کہ تم نے مجھ پر اعتماد کیسے کر لیا۔ جبکہ پچھلی رات میری ہی وجہ سے دشواریوں میں پڑتے پڑتے بچے تھے۔!"

"تمہاری آج والی شرافت سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ ظاہر ہے کہ تمہارے باپ نے تو مجھے دیکھا نہیں تھا۔ اگر تم میری تصویر شناخت کر لیتیں تو کم از کم میرا باپ تو مجھے ہرگز زندہ نہ چھوڑتا۔!"

"تمہارا باپ....!"

"ہاں.... وہی جس نے تمہارے سامنے تصاویر رکھی تھیں۔!"

"ڈائریکٹر جنرل....!"

"ہاں.... وہی....!"

"میرے لئے یہ ایک دلچسپ اطلاع ہے۔!"

"اس قصے کو ختم کرو..... اصلی بات کیا تھی.....؟" عمران بولا۔

"اصل بات یہ ہے کہ میں تم پر مسلط کی گئی ہوں۔!"

"خدا کی طرف سے۔!" عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔!

"مذاق نہ اڑاؤ..... سنجیدگی سے سنو، جولیانا فٹنر واٹر نے تم پر شبہ ظاہر کیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ تم ہی ایکس ٹو ہو۔!"

عمران کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔

"میں نہیں سمجھا.....؟"

"ایکس ٹو کے کسی بیرونی ایجنٹ نے اسے ڈبل کراس کیا ہے۔!"

"میں بالکل نہیں سمجھ سکا کہ تم کیا کہہ رہی ہو.....؟"

"جولیا اب بھی ان کے قبضے میں ہے اور تنویر کو غالباً چھوڑ دیا گیا ہے۔ کیا یہ دونوں ایکس ٹو کی ٹیم کے ممبر نہیں ہیں.....؟"

"بالکل ہیں.....!"

"اور تم.....؟"

"میں باقاعدہ ممبر نہیں ہوں۔ مناسب اجرت پر کام کرتا ہوں۔!"

بہر حال تنویر اور جولیا نے سب کچھ اگل دیا ہے۔ اگلوانے کے طریق کار کی بناء پر تنویر کی یادداشت ایک ماہ سے قبل واپس نہیں آسکے گی۔!"

"اسکی حالت اچھی نہیں ہے۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گونگا ہو گیا ہو۔ کیا تم اس طریق کار پر بھی کچھ روشنی ڈالو گی جس نے اسے اس حال کو پہنچایا ہے۔!

"ایک مشینی عمل کے ذریعے قوتِ ارادی کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔ مشینی عمل کی ابتدا کر۔ سے قبل معمول سے اس طرح کی گفتگو کی جاتی ہے کہ وہ ذہنی الجھن کا شکار ہو جائے۔ پھر مشین اس کی قوت ارادی سلب کر لیتی ہے اور وہ ہر سوال کا جواب بالکل صحیح دیتا ہے۔ جواب کی تصدیق کمپیوٹر کرتا ہے جو اُس مشین سے اٹیچ کر دیا گیا ہے۔!"

"خدا کی پناہ..... لیکن تم نے کیوں سچ بولنا شروع کر دیا۔!"

"مم..... میں.....!" وہ ہکلا کر رہ گئی۔

عمران نے قہقہہ لگایا۔ بالکل ایسے ہی انداز میں جیسے اس کہانی پر یقین نہ آیا ہو۔

"سنو.....!" لسلی جھنجھلا کر بولی۔ "اگر یقین نہ کرو گے تو خود ہی جہنم رسید ہو جاؤ گے۔ میرا کیا جاتا ہے۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔

موٹر بوٹ جزیروں کے آس پاس ہی تیر رہی تھی جہاں بڑی بڑی لہریں نہیں اٹھتیں۔!

اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ دفعتاً وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔ "واپس چلو۔!"

"کیوں کوئی خاص بات.....؟"

"مجھے دھیان نہیں رہا تھا..... ہمیں سمندر سے دور ہی رہنا چاہئے تھا۔!"

"کیوں.....؟"

"ک..... کیکڑا.....؟"

"میں نہیں سمجھا..... تم کیا کہنا چاہتی ہو۔!"

"وہ خوفناک کیکڑا..... تم کچھ بھی تو نہیں جانتے۔!"

"کیکڑوں پر اتھارٹی ہوں۔!" عمران بُرا مان کر بولا۔

"اوہ..... کچھ نہیں۔!" وہ خوف زدہ سی ہنسی کے ساتھ بولی۔

"میرے ایک دوست نے بھی کسی کیکڑے کا ذکر کیا تھا۔!"

"کس دوست نے.....!"

"کیا تم سبھوں سے واقف ہو.....؟"

"کم از کم نام تو سبھی کے جانتی ہوں۔ کہو تو سنا چلوں..... اچھا تو سنو تنویر جولیا، صفدر، چوہان، صدیقی، نعمانی، خاور، ظفر الملک اور جیمسن۔!"

"خدا کی پناہ.....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر منہ چلانے لگا۔

"اب بتاؤ کہ کیکڑے سے کس کا سابقہ پڑا تھا۔!"

"صفدر کا..... لیکن وہ ابھی زندہ ہے۔!"

"کیکڑے زہریلے تو نہیں ہوتے۔!" وہ ہذیانی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔ "لیکن پنجوں میں جکڑ کر گلا ضرور گھونٹ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اتنے ہی بڑے ہوں۔ جتنا بڑا وہ کیکڑا ہے۔!"

"کس محلے میں رہتا ہے۔ کچھ اتا پتا بھی تو بتاؤ۔!"

"ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا.....!"

"آخر تم لوگ ہو کیا بلا....؟"

"بین الاقوامی خیر اندیش....!"

"تمہاری باتوں سے مجھے کچھ کچھ نشہ سا ہو چلا ہے۔ کہیں تم انگور کی بیٹی تو نہیں....؟"

"کیا میں خوبصورت ہوں....؟"

"بہت زیادہ.... کم از کم میں نے تو آج تک ایسی عورت نہیں دیکھی۔!"

"جولیا تمہیں چاہتی ہے۔!"

"آخاہ.... تو کیا وہ مشین میری بھی ہمدرد نکلی....!"

"تم سے متعلق بہت زیادہ گفتگو ہوئی تھی اور جولیا نے شبہ ظاہر کیا تھا کہ تم ہی ایکس ٹو ہو سکتے ہو۔!"

"میں تو ایڈورڈ ہفتم بھی ہو سکتا ہوں۔ اب تم صرف اپنے بارے میں گفتگو کرو۔ جولیا سے مجھے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں۔ میں اس کی طرح تنخواہ دار نہیں ہوں۔!"

"میں جو کچھ بھی کر رہی ہوں اس سے مجھے سخت نفرت ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ یہاں ہم سب گرفتار ہو جائیں اور تم صرف مجھے سرکاری گواہ بنا کر رہائی دلا دو اور کوشش کرو کہ مجھے بھی یہیں کی شہریت مل جائے۔ میں بنیادی طور پر ایک جرنلسٹ ہوں۔ ابتداء میں مالی مشکلات نے مجھے گھیرا تھا اور میں ان لوگوں کے چنگل میں پڑ گئی تھی۔"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ جو کچھ بھی ممکن ہو گا تمہارے لئے کروں گا۔ لیکن تمہارا باپ ز فرسٹ سیکریٹری ہے۔!"

"گلینی میرا باپ صرف میرے جعلی کاغذات میں ہے۔ ورنہ آج سے چند ماہ پیشتر میں نے اس کا نام تک نہیں سنا تھا۔!"

"اوہو.... میں سمجھا واقعی تم دشواریوں میں ہو۔!"

"وہ ایکس ٹو کو تلاش کر کے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔!"

"ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے ایکس ٹو سمجھ کر مار ڈالیں۔ لیکن یہ تو بڑی زیادتی ہو گی۔!"

"ایک ایک کر کے تمہارے ساتھیوں کے بیانات لئے جائیں گے اور جب تمہارے خلاف زیادہ تر شبہ ظاہر کیا جائے گا تو پھر شائد یہی ہو۔!"

"کیا تنویر نے بھی میرے ہی خلاف شبہ ظاہر کیا تھا....!"

"نہیں اس کے بیان کے مطابق تم لوگوں میں سے کوئی بھی ایکس ٹو نہیں ہو سکتا۔!"

"تب تو اس چاہنے والی کو خدا غارت کرے۔!" عمران دانت پیس کر بولا اور لسلی ہنس پڑی۔

"اب تم مجھے بتاؤ کہ تمہارے ساتھی کہاں مقیم ہیں اور تمہارا سرغنہ کون ہے....؟"

"مجھے صرف ایک عمارت کا علم ہے۔ جہاں ہمارا انچارج کرنل ہوریشیو رہتا ہے۔ وہیں وہ مشین بھی ہے جو اعترافات کی تصدیق کرتی ہے۔!"

"اگر انہیں تمہاری اس حرکت کا علم ہو جائے تو....؟"

"مار ڈالی جاؤں گی۔ لیکن اب مجھے رہنا ہے تمہارے ساتھ ہی۔ یہ بھی انکی اسکیم میں شامل ہے۔ مجھے حکم ملا ہے کہ جسطرح بھی ممکن ہو تمہارے گلے پڑ جاؤں۔ بقیہ ہدایات بعد میں ملیں گی۔!"

"اچھا تو اسی لئے تم نے میری ہمدردی کا ڈھونگ رچایا ہے۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"چلو فی الحال یہی سمجھ لو۔ تمہارا کیا بگڑتا ہے۔ لیکن میں نے تم سے جو کچھ بھی کہا ہے اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ شامل نہیں ہے۔ اگر زندہ رہے تو خود دیکھ لو گے۔ ویسے کرنل تمہیں اس ٹیم کا سب سے خطرناک آدمی سمجھتا ہے۔!"

"حالانکہ مجھ سے زیادہ احمق آدمی شائد روئے زمین پر کوئی دوسرا نہیں ملے گا کہ خواہ مخواہ ایکس ٹو کے جال میں پھنس گیا ہوں۔ اب اسی واقعے کو لے لو۔ جس سے اس مصیبت کی ابتداء ہوئی تھی۔!"

"غالباً تمہارا اشارہ بریف کیس کی طرف ہے۔!"

"تم جانتی ہو....؟" عمران متحیرانہ انداز میں چیخا۔

"کیوں نہیں....!"

"تم خوش قسمت ہو کہ اپنے معاملات سے اس حد تک باخبر ہو۔ ہمیں تو کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ مثال کے طور پر جولیا کے توسط سے ہدایت ملی تھی کہ ہم دونوں کو ایکرونے میں بیٹھ کر ایک مخصوص وقت میں جھگڑا کرنا ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہاں تنویر بھی موجود ہے۔ بعد میں صفدر سے معلوم ہوا کہ وہیں اسے کسی کا بریف کیس چھیننا تھا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ جھگڑا اس لئے کرنا ہے کہ ہنگامے کے دوران میں صفدر کسی نامعلوم آدمی کا بریف کیس جھپٹ لے جائے۔!"

"کمال ہے....! تمہیں اس حد تک بے خبر رکھا جاتا ہے۔!" وہ حیرت سے بولی۔

"صفدر نے بھی اس لئے ظاہر کر دیا کہ اس پر کسی بہت بڑے کیکڑے نے حملہ کیا تھا۔ اس طرح وہ بریف کیس اس کے ہاتھ سے بھی نکل گیا۔

لسلی ہنس پڑی۔ پھر بولی۔ "دراصل اسی بریف کیس کی وجہ سے تم سب روشنی میں آئے ہو۔ ورنہ ہم ایکس ٹو کے متعلقین کو کیسے جان سکتے۔!"

"اچھا تو یہ بات ہے.... گویا تمہیں علم تھا کہ بریف کیس چھینا جائے گا۔!"

"قطعی علم تھا۔ ورنہ ہم تم لوگوں کی تاک میں کیوں رہتے۔!"

"گردن کٹوائے گا یہ ایکس ٹو کسی دن....!"

"تم کیوں کرتے ہو اس کے لئے کام.... کوئی اور پیشہ اختیار کرو....!"

"نہیں کرنے دیتا۔ وہ تو اندھیرے کا تیر ہے۔ اگر کسی کام سے انکار کردیتا ہوں تو راہ چلتے سر پر غیبی چپتیں نازل ہوتی ہیں۔ ایک بار کا ذکر ہے میں نے اس کا حکم ماننے سے انکار کردیا تھا۔ رات کو اچھا خاصا اپنے فلیٹ میں سویا۔ لیکن صبح آنکھ کھلی تو ایک غلیظ اور متعفن ڈسٹ بن میں پڑا ہوا تھا اور جسم پر صرف ایک انڈرویئر تھا۔!"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو....؟"

"یقین کرو.... وہ اپنے ماتحتوں کو بھی ایسی ہی سزائیں دیتا ہے۔!"

"تب تو کرنل ہوریشیو کو دانتوں پسینہ آجائے گا۔!" وہ ہنس پڑی۔

"لیکن ہم اپنی شامتوں کو کس خانے میں فٹ کریں۔!"

"سنو....! اسی طرح وہ کیکڑا ہم پر نازل ہوتا ہے۔ اگر ہم سے کوئی غلطی سرزد ہوجائے۔ اس پر فائر کرو تو گولیاں اچٹ جاتی ہیں اور وہ اپنے شکار کا گلا گھونٹ دیتا ہے۔!"

"ہم دونوں ہی مظلوم ہیں۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"اس لئے ہمیں ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہئے۔!"

"میں تیار ہوں.... تم نے غالباً ابھی بین الاقوامی خیر اندیشوں کا تذکرہ کیا تھا۔!"

"ہاں.... ہمارے ادارے کا یہی نام ہے۔ ہیڈ آفس جنیوا میں ہے اور بظاہر ہم بین الاقوامی تجارتی گھپلوں کی چھان بین کرتے ہیں۔ ایک ایسی پرائیویٹ سراغ رسانی ایجنسی سمجھ لو جسے معقول معاوضے پر کسی بھی ملک کا کوئی تاجر اپنے لئے کام کرنے پر آمادہ کرسکتا ہے۔!"

"سمجھ گیا.... لیکن حقیقتاً بزنس کچھ اور ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اصل بزنس یہ ہے مسٹر عمران کہ ہم ایک ملک کے سرکاری راز چرا کر کسی دوسرے ملک کے ہاتھ فروخت کردیتے ہیں۔ لیکن تمہارے اس ایکس ٹو کی وجہ سے ہمارے کئی بڑے سودے

خراب ہوگئے۔!"

"اف.... فوہ.... اب سمجھ میں آئی بات.... اسی لئے وہ اسے تلاش کرکے ختم کردینا چاہتے ہیں۔!"

"تم ٹھیک سمجھے۔!"

"میں بھی ایکس ٹو سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔!"

"تب تو مجھ سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔!"

"کیا مطلب....؟" عمران چونک پڑا۔

"ایسی صورت میں تم میری مدد کسی طرح کرسکو گے۔!"

"یقین کرو.... میں بھی چاہتا ہوں کہ کسی طرح ایکس ٹو کی گردن کٹ جائے۔!"

"واپس چلو.... میں نے خواہ مخواہ اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنے کی کوشش کی تھی۔!"

"بہت زیادہ عقل مند بننے کی کوشش نہ کرو۔ تمہارا کرنل جو مجھے ٹیم کا سب سے زیادہ خطرناک آدمی قرار دیتا ہے۔ میری باتوں پر یقین کیوں کرنے لگا۔!"

"پھر بھی تمہاری اس بات سے مایوسی ہوئی ہے۔!"

"اسکے باوجود بھی میں اس عمارت کا پتہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں وہ مشین نصب ہے۔!"

"اب تم میری گردن کٹوانے کے امکانات پر غور کررہے ہو۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"اگر انہوں نے محسوس کرلیا کہ تم میں سے کوئی اس عمارت کی طرف متوجہ ہوگیا تو پھر میری خیر نہیں۔!"

"فکر نہ کرو.... ہم بھی اناڑی نہیں ہیں۔!"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر عمران کو اس عمارت کا محل وقوع بتانے لگی۔

"یہ کرنل ہوریشیو کس قسم کا آدمی ہے اور یہاں اپنی موجودگی کا کیا جواز رکھتا ہے۔!"

"میں صرف اپنے بارے میں جانتی ہوں کہ گلینی کی بیٹی بن کر یہاں آئی ہوں۔"

"خیر.... خیر.... اسے بھی دیکھ لیں گے۔!"

"اگر تمہیں دیکھنے کی مہلت مل سکی تو ضرور دیکھ لو گے۔!"



کرنل ہوریشیو نے میز پر رکھے ہوئے انسٹرومنٹ کا ایک بٹن دبایا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔

"پیٹرسن کو بھیج دو.....!"

ریسیور کریڈل پر رکھ کر وہ پھر آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک قوی ہیکل آدمی کمرے میں داخل ہو کر ایک جانب کھڑا ہو گیا۔

"آج کی رپورٹ.....!" کرنل اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"عمران کے علاوہ اور سب غائب ہو گئے ہیں کرنل۔!" پیٹرسن نے کہا۔

"سب کچھ توقعات کے مطابق ہو رہا ہے۔ تنویر کو اسی لئے چھوڑ دیا گیا تھا اس کی کیفیت دیکھنے کے بعد انہیں انڈر گراؤنڈ ہی ہونا تھا لیکن لسلی عمران کو غائب نہیں ہونے دے گی۔ وہ دونوں اب کہاں ہیں.....؟"

"روکس بے کے ایک ہٹ میں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے عمران وہیں مقیم رہنا چاہتا ہو۔ دو دن سے اپنے فلیٹ کی شکل نہیں دیکھی۔!"

"اُن دونوں پر کڑی نظر رکھو.....!"

"ایک خبر اور ہے کرنل.....!" پیٹرسن اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ کرنل اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ شاذ و نادر ہی مخاطب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا تھا۔

"کیسی خبر.....!" اس بار اُس نے پیٹرسن کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"لسلی اکتاہٹ کا شکار ہو گئی ہے۔ اس لئے اس کا علاج ضروری ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا.....؟"

"وہ گلینی سے کہہ رہی تھی کہ اسے اپنے پیشے سے نفرت ہو گئی ہے۔!"

"اُوہ.....!" کرنل سفاک سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "میرے لئے نئی بات نہیں ہے۔ جلد یا بدیر ہر شخص اپنے پیشے سے متنفر ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر پیشہ منفعت بخش ہو تو اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔!"

"عورتوں کی قوتِ فیصلہ عموماً ڈانواڈول رہتی ہے۔ کرنل... لسلی ہم سے غداری بھی کر سکتی ہے۔!"

"اس قسم کے اوہام میں نہ پڑو..... اگر اس نے غداری کی تو خود بھگتے گی۔!"

"لیکن کرنل کیا عمران اس پر اعتماد کر لے گا۔ وہ جن حالات کے تحت عمران تک پہنچی ہے ان کا تقاضا تو یہی ہونا چاہئے کہ عمران اس سے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جائے۔!"

"یہ ساری باتیں میرے سوچنے کی ہیں۔ تم لوگ صرف اپنے کام سے کام رکھو۔ جولیا کا کیا

حال ہے.....؟"

"اب تو ہوش میں ہے اور ہمیں طرح طرح کی دھمکیاں دیتی رہتی ہے۔!"

"اسے یہاں لاؤ.....!"

"بہت بہتر کرنل.....!" پیٹرسن نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

کرنل نے انسٹرومنٹ کا ایک اور پش بٹن دبایا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "ٹیپ ریکارڈر جولیانا کے ٹیپ سمیت پہنچا دو۔!"

"او کے کرنل.....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

ریسیور کریڈل پر رکھ کر وہ پھر آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد جولیا اور طلب کیا ہوا ٹیپ ریکارڈر دونوں ساتھ ہی پہنچے تھے۔

"بیٹھ جاؤ.....!" کرنل نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

جولیا نے بڑی لاپرواہی سے اس مشورے پر عمل کیا تھا۔ پیٹرسن میز پر رکھے ہوئے ٹیپ ریکارڈ کے قریب کھڑا رہا۔

کرنل خاموشی سے جولیا کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ لیکن وہ خود کہیں اور دیکھ رہی تھی۔

"ان احمقوں کیلئے کام کرنے سے تمہیں کتنی آمدنی ہو جاتی ہو گی۔" دفعتاً کرنل نے سوال کیا۔

"میں ذاتی معاملات کو زیر بحث لانا پسند نہیں کرتی۔!" جولیا نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"غالباً تم پھر اسی کرسی پر بیٹھنا چاہتی ہو.....؟"

"نن..... نہیں.....!" اچانک جولیا کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نظر آنے لگے۔

"تو پھر آدمیوں کی طرح گفتگو کرو.....!"

"مم..... معقول آمدنی ہو جاتی ہے۔!"

"عمران کو کس حد تک چاہتی ہو.....؟"

"یہ قطعی غیر متعلق سوال ہے۔!"

"نہیں..... یہ بے حد ضروری سوال ہے۔!"

"قصہ بریف کیس سے شروع ہوا تھا عمران سے نہیں۔!" جولیا تھوک نگل کر بولی۔

"تم اعتراف کر چکی ہو کہ عمران کو چاہتی ہو.....!"

"میں نے ایسی کوئی بات نہ کہی ہو گی۔!"

"پیٹرسن....!" کرنل نے ٹیپ ریکارڈر کی طرف اشارہ کیا۔

اور پیٹرسن نے ٹیپ ریکارڈر کا سوئچ آن کر دیا۔

جولیا اور اس سے سوال کرنے والے کی آوازیں کمرے میں گونجنے لگیں۔ جولیا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ زبان خشک ہو کر تالو سے جا لگی۔ دل کھوپڑی میں دھڑکنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد پھر پہلے ہی کا سا سناٹا چھا گیا۔ پھر کرنل طنزیہ لہجے میں بولا۔ "اب کیا خیال ہے؟

"میں ہوش میں نہ رہی ہوں گی۔!" جولیا نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"تم ایسی ذہنی کیفیت سے گذر رہی تھیں کہ جھوٹ بولنا ممکن نہیں ہوتا۔!"

"اچھا.... تو پھر....؟" جولیا کو شدت سے غصہ آ گیا تھا۔

"تم میری ہموطن ہو اس لئے میں تمہیں کسی فریب کا شکار نہیں ہونے دوں گا۔!"

"شکریہ.... مجھے ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔!"

"مجھے تمہاری اس بات پر غصہ نہیں آئے گا۔!" کرنل نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "کیونکہ واقعی قابل رحم حالت میں ہو۔!"

"وہ کس طرح....؟"

"لاعلمی قابل رحم ہی حالت کہلاتی ہے۔!"

"میں اب بھی نہیں سمجھی....؟"

"عمران کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتیں.... وہ روکس بے کے ایک ہٹ میں اس وقت بھی کسی لڑکی کے ساتھ موجود ہے۔!"

"تو پھر میں کیا کروں....؟"

"پیٹرسن.... اس ہٹ کا نمبر بتاؤ....!" کرنل نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اٹھانوے کرنل....!" پیٹرسن نے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے۔!" جولیا خشک لہجے میں بولی۔

"تو تمہیں اس پر تشویش نہیں ہے۔!"

"ہرگز نہیں....!"

"کیا اس لئے کہ تم اسے ایکس ٹو سمجھتی ہو....؟"

"وہ ایکس ٹو نہیں ہو سکتا۔!"

"تم اعتراف کر چکی ہو کہ تمہیں اس پر ایکس ٹو ہونے کا شبہ ہے۔!"

"یقین تو نہیں ہے۔!"

"شبے کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔ آخر تمہیں کس بناء پر شبہ ہوا تھا....؟"

"اس لئے کہ وہ دوسروں کی طرح تنخواہ دار نہیں ہے۔!"

"کچھ لوگ قطعی طور پر پابند ہونا پسند نہیں کرتے۔ وہ پولیس کیلئے بھی تو کام کرتا رہتا ہے۔!"

"بہر حال....! میرے شبے کی یہی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ اپنی متلون مزاجی کی بناء پر کسی ذمہ دارانہ عہدے کا اہل نہیں ہے۔!"

"ہو سکتا ہے یہ متلون مزاجی بھی محض دکھاوا ہو۔!" کرنل نے کہا۔

"مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں۔!" جولیا نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"مجھے تو ہے سروکار.... تم میری ہموطن ہو۔!"

"میں یہاں کی شہریت لے چکی ہوں اور اب یہی میرا وطن ہے اور پھر تمہیں مجھ سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے۔ میں تو قیدی ہوں۔!"

"ہرگز نہیں.... تھوڑی دیر بعد تم خود کو اپنے بنگلے میں پاؤ گی۔!"

جولیا کچھ نہ بولی۔

کرنل نے پیٹرسن کو اشارہ کیا.... اور وہ جولیا کو ساتھ لے کر کمرے سے چلا گیا۔



وہ دونوں بچوں کی طرح ساحل پر دوڑ لگا رہے تھے۔ لسلی اس پر ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ وہ اس سے زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتا۔

اور پھر عمران نے اسے تسلیم بھی کر لیا۔ تھک ہار کر ایک جگہ ریت پر آمنے سامنے اوندھے لیٹ گئے۔

"تم واقعی بہت زندہ دل آدمی ہو۔!" لسلی ہانپتی ہوئی بولی۔

"لیکن تمہاری طرح ہانپ نہیں رہا ہوں۔!"

"واقعی.... مجھے اس پر حیرت ہے۔!"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر عمران نے اس کے لاکٹ کو چھوتے ہوئے کہا۔ جو اس کے چہرے کے قریب ریت پر پڑا ہوا تھا۔

"تم نے تیراکی کے لباس میں بھی اسکا پیچھا نہیں چھوڑا... اگر تیرتے وقت ضائع ہو جاتا تو؟"

"نہیں.... !میں خصوصیت سے اس کی حفاظت کرتی ہوں۔!"

"کوئی خاندانی یادگار ہے....؟"

"نہیں.... یہ ہمیں اُس مافوق الفطرت کیکڑے سے بچائے رکھتا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا....؟"

"ادارے کے ہر فرد کے پاس ایسا ایک لاکٹ ہر وقت موجود رہتا ہے۔!"

"کیکڑے کے حملے سے محفوظ رہنے کے لئے۔!" عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں.... یہی بات ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کیکڑا ریڈیائی لہروں سے کنٹرول کیا جاتا ہے او
ایسے لوگوں پر حملہ آور نہیں ہوتا جن کے پاس لاکٹ موجود ہوں۔!"

"ہو سکتا ہے.... تمہارا خیال درست ہو....!"

"میں یقین کے ساتھ یہ بات کہہ سکتی ہوں۔ ہمیں یہی بتایا گیا ہے۔ وہ اپنے قریب پا۔
جانے والے ہر جاندار پر حملہ کر سکتا ہے۔ علاوہ انکے جو اس قسم کا لاکٹ اپنے پاس رکھتے ہوں۔!"

"تو تمہاری ٹیم کے ہر فرد کے پاس اس قسم کا لاکٹ ہوتا ہے....؟"

"لازماً....!" لسلی سر ہلا کر بولی۔

"اچھا اب ہمیں واپس چلنا چاہئے۔!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "لیکن مجھے حیرت ہے کہ اس دن
میری موٹر بوٹ پر اس لاکٹ کی موجودگی میں بھی اس کیکڑے سے خائف تھیں۔!"

"تمہارے لئے خائف تھی....!"

"کیا اس وقت میرے لئے خائف نہیں ہو....؟"

وہ اسے گھورتی ہوئی اٹھی اور سخت لہجے میں بولی۔ "کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے؟"

"یہ خیال کیوں کر پیدا ہوا....!"

"تم اسی طرح کے سوالات کر رہے ہو۔!"

"اچھی بات ہے.... اب ارتھمیٹک کے سوال کروں گا۔ ایک اور ایک دو، دو بھی ہوتے ہیں
اور تین بھی ہوتے ہیں۔!"

"خاموش رہو....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میرا اندازہ ہے کہ تم بکواس کرنے کے علاوہ او
کچھ بھی نہیں کر سکتے۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ انہوں نے بیدنگ گاؤن پہنے تھے اور ہٹ کی طرف چل پڑے تھے۔

"مجھے تو ذرہ برابر بھی خطرناک نہیں معلوم ہوتے۔ کرنل کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا ہے۔!"
لسلی کچھ دیر بعد بولی۔

"بے حد شریف آدمی ہوں....!"

"اتنے شریف کہ بُس کیا بتاؤں....!" وہ جھنجھلا گئی۔

"کیا میری شرافت سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے....؟"

وہ کچھ نہ بولی۔ اس کی پیشانی پر ناگواری کی شکنیں تھیں۔ ہٹ کے قریب پہنچے تو دروازہ کھلا ہوا
نظر آیا۔

"کیا تم نے دروازہ مقفل نہیں کیا تھا....؟" لسلی نے مڑ کر پوچھا۔

"دروازہ تو مقفل کیا تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہے۔!"

وہ جہاں تھے وہیں رک گئے۔ پھر دفعتاً لسلی کے حلق سے تحیر زدہ سی آواز نکلی تھی۔

جولیا دروازے میں کھڑی انہیں قہر آلود نظروں سے گھورے جا رہی تھی۔

"ارے باپ رے۔!" عمران نے اس بار اردو کو نوازتے ہوئے دوسری طرف چھلانگ لگائی اور
اس طرح دوڑتا چلا گیا جیسے ملک الموت پیچھا کر رہا ہو۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ اُن کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

"تو یہ تم ہو....!" جولیا نے زہریلے لہجے میں لسلی کو مخاطب کیا جو مڑ کر عمران کو بھاگتے دیکھ
رہی تھی۔ غالباً یہ حیرت زدگی ہی کا عالم تھا۔ جس نے خود اس کے قدم روک لئے تھے۔

وہ جھلا کر پلٹی۔ "ہاں.... میں ہوں.... تو پھر....؟"

جولیا دانت پیستی ہوئی اس کے قریب آ پہنچی تھی۔

"تم اسے کب سے جانتی ہو....؟" اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"تمہیں اس سے کیا سروکار....؟" لسلی کا لہجہ بہت بُرا تھا اور اس کی آنکھیں غصے سے سرخ
ہو رہی تھیں۔

"مجھے نہیں یاد پڑتا کہ کبھی میرے ساتھ تمہاری اور اس کی ملاقات ہوئی ہو۔!" جولیا نے کہا۔
خود اُس نے کسی حد تک اپنی حالت پر قابو پا لیا تھا۔

"کیا اس شہر میں میرے سارے جاننے والے تمہاری ہی وساطت سے جاننے والے بنے
تھے۔!" لسلی اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"تو پھر وہ اس طرح بھاگ کیوں گیا....؟" جولیا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

"جہنم میں جائے۔!" لسلی پیر پٹخ کر بولی۔ "اس میں رکھا ہی کیا ہے۔ ہم نے دو راتیں اس ہر میں اجنبیوں کی طرح بسر کی ہیں۔ مجھے تو وہ خود بھی عورت معلوم ہوتا ہے۔!"

جولیا نے قہقہہ لگایا۔

"خاموش رہو.....!" لسلی بپھر گئی۔

"وہ یوروپین مردوں کیطرح کتا نہیں ہے۔!" جولیا نے لسلی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہ

"خاموش رہو.....!" لسلی مٹھیاں بھینچ کر چیخی۔

"غصہ تھوک دو اور میرے ساتھ اندر چلو.... کیا تمہارے باپ کو معلوم ہے کہ تم یہ ہو؟ میری دانست میں وہ مقامی آدمیوں کو پسند نہیں کرتا۔!"

لسلی کا یہ رویہ فوری اشتعال کا نتیجہ تھا اور وہ کسی نہ کسی طرح نارمل ہو جانا چاہتی تھی۔ ا جولیا کے اس جملے نے اسے خاصا سہارا دیا۔ اب اسے ہچکچاہٹ کے بغیر اپنے رویے میں تبد کر لینے کا جواز مل گیا تھا۔

وہ خوف زدگی کی اداکاری کرتے ہوئے بولی۔ "نہیں.... وہ نہیں جانتے! پلیز جولیانا. انہیں اس کا علم نہ ہونے پائے۔!"

"اس صورت میں تمہیں آدمیوں کی طرح گفتگو کرنی ہوگی۔!"

"اپنے رویے پر میں نادم ہوں۔!" لسلی گلوگیر آواز میں بولی۔

"چلو اندر چلو....!" جولیانا نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔

لسلی لڑکھڑاتی ہوئی آگے بڑھی۔

"میں نے تم سے اتنا ہی پوچھا تھا کہ تم اسے کب سے جانتی ہو۔ لیکن تم نہ جانے کیوں آ سے باہر ہو گئیں۔!" جولیا نے کہا۔

"مجھے ندامت ہے۔!"

"خیر چھوڑو..... وہ ابھی گھوم پھر کر واپس آجائے گا۔ کیونکہ اس کے جسم پر صرف بیا گاؤن ہے۔!"

لسلی کچھ نہ بولی۔ اُس کی آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔

وہ دونوں بید کی کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ جولیا اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہی تھ لسلی کا سر جھکا ہوا تھا۔

"کیا اسے علم ہے کہ ہم ایک دوسرے کی شناسا ہیں.....؟" جولیا نے دفعتاً سوال کیا۔

"ہاں.....!" لسلی سر اٹھائے بغیر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "ہماری ملاقات تمہارے ہی بنگلے میں ہوئی تھی۔!"

"مجھے تو یاد نہیں پڑتا۔!"

"یہ اس رات کی بات ہے جب تم غائب ہو گئی تھیں۔!" لسلی نے کہا اور وہی قصہ دہرانے لگی جو پہلے پہل عمران کو بھی سنا چکی تھی۔

"مجھے حیرت ہے کہ تمہیں اس کی کیوں سوجھی تھی۔!" جولیا نے کہا۔

"بس حماقت..... اور پھر مجھ پر بہت جلد جلد خود فراموشی کے کئی دورے بھی پڑے تھے۔ تم تو جانتی ہی ہو کہ میں اس مرض میں مبتلا ہوں۔!"

"تم نے پہلے کبھی نہیں بتایا.....؟"

"ہو سکتا ہے۔!" اس نے رواداری میں کہا پھر جولیا کو گھورتی ہوئی بولی۔ "لیکن تم کہاں غائب ہو گئی تھیں.....؟"

"میں نے بھی اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ مذاق کیا تھا.....؟"

لسلی نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"یعنی..... تمہیں کوئی اٹھا کر نہیں لے گیا تھا.....؟"

"بھلا اٹھالے جانے کا خیال کیسے آیا تمہیں۔!" جولیا اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"مم..... میں نے کہا تھا.....!" دروازے کی طرف سے عمران کی آواز آئی۔

"کیوں کہا تھا.....؟" جولیا جھنجھلا کر اٹھتی ہوئی بولی۔

عمران کسی سعادت مند بچے کی طرح مؤدب کھڑا تھا۔

"اس نے بتایا تھا..... جو اس وقت موجود تھا تمہارے پاس.....!" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "کہہ رہا ہے کہ تمہیں کوئی کیکڑا اٹھالے گیا ہے۔!"

"بکواس ہے... میں تو اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے مین سوئچ آف کر کے نکل گئی تھی۔!"

"تو پھر یہ تین دن کہاں گذارے.....؟"

"تم سے مطلب.....!" جولیا پھر بھڑک اٹھی۔

"بالکل نہیں..... تم تیس دن بھی گھر سے غائب رہ سکتی ہو۔ میں سچ مچ تو تمہارا بھانجہ ہوں نہیں کہ مجھے تشویش ہو گی۔!"

"لباس تبدیلی کرو.....!" جولیا نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"بب.... بہت اچھا....!" عمران گڑبڑا کر بولا اور برابر والے کمرے میں گھس گیا۔

"تم دونوں کے تعلقات کچھ عجیب سے معلوم ہوتے ہیں۔!" لسلی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

جولیا اسے قہر آلود نظروں سے گھورتی رہی پھر بولی۔ "اب تم یہاں سے چلی جاؤ۔ میں تمہ دوبارہ اس کے قریب دیکھنا پسند نہیں کروں گی۔!"

"تم ہو کون....؟" لسلی کا موڈ بھی بگڑ گیا۔

"کیا تم نے دیکھا نہیں کہ وہ مجھ سے کتنا ڈرتا ہے۔!"

"کچھ بھی ہو.... میں تمہارے کہنے سے تو نہیں جاسکتی وہ خود مجھے یہاں لایا تھا۔!"

"میں تم دونوں کو یہاں سے نکال دوں گی کیونکہ یہ ہٹ میرا ہے۔!"

"ہم چلے جائیں گے۔!" لسلی اٹھتی ہوئی بولی۔

ٹھیک اسی وقت عمران پھر کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"ہم یہیں رہیں گے لسلی....!" اس نے گھمبیر آواز میں کہا۔

"کیا کہا تم نے....؟" جولیا نے اسے ایسے انداز میں کہا جیسے مار بیٹھے گی۔

"کیا تم مجھ پر کوئی بہت بڑا احسان کر کے آئی ہو۔ گردن پھنسوا دی اب وہ میرے پیچھے پڑ جا گے۔"

"کک.... کیا مطلب.... تت.... تم.... کک کیا....؟" جولیا ہکلائی۔

"مذاق کی اور بات ہے۔!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "تم نے میرے خلاف شبہ ظاہر کر میرا تو بیڑہ ہی غرق کر دیا۔!"

"تت.... تم جانتے ہو....!"

"مجھے ہر بات کا علم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے تو تم شبے میں پڑ گئی ہو۔ اچھا خیر اب مجھے بتاؤ تمہاری گلو خلاصی کیونکر ہوئی۔!"

جولیا نے لسلی کی طرف دیکھا۔

"اس کی پروا نہ کرو.... اگر یہ نہ ملتی تو میں اندھیرے ہی میں رہتا۔ تم سے زیادہ میں اِر جانتا ہوں۔!"

"یعنی کہ.... اُوہ.... میں سمجھی....!"

"کیا سمجھیں....؟"

جولیا ہنس پڑی.... اور یہ ہنسی طمانیت سے بھرپور تھی۔

"یہ بھی انہی لوگوں سے تعلق رکھتی ہے۔!" جولیا نے کہا۔ "اور تم اسے بیوقوف بنانے میں کامیاب ہو گئے ہو۔ کیوں لسلی....؟"

"نہیں.... میں خود ہی بیوقوف بنی ہوں۔!" لسلی نے خشک لہجے میں کہا۔ "یہ تو بہت بے ضرر اور بھولا بھالا آدمی ہے۔!"

"بیٹھ جاؤ....!" عمران نے دونوں سے کہا اور پھر لسلی سے بولا۔

"اور تم اپنی ٹانگیں کراس نہ کرنا۔ نہیں تو یہ پھر بُرا مان جائے گی۔!"

"شٹ اپ....!" جولیا جھینپے ہوئے لہجے میں بولی۔ پھر اس نے نظر چرا کر لسلی کے بیڈ نگ گاؤن کی طرف دیکھا تھا۔

"ہاں.... اب بتاؤ کہ تمہیں رہائی کیونکر نصیب ہوئی۔!"

"پہلے تم بتاؤ کہ لسلی کا کیا چکر ہے۔!" اس بار جولیا نے اردو میں کہا تھا۔

"ان کی طرف سے مجھ پر مسلط کی گئی ہے۔ لیکن خود اُن سے چھٹکارا چاہتی ہے۔!"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ اپنے بارے میں سچ بول رہی ہے....؟"

"تم اس کی پرواہ نہ کرو.... یہ بتاؤ کہ تم وہاں سے کس طرح نکل سکیں۔!"

جولیا نے اپنی کہانی دہراتے ہوئے کہا۔ "دوپہر کھانے کے بعد مجھ پر غفلت طاری ہو گئی تھی اور پھر جب چار بجے شام کو آنکھ کھلی تو میں نے خود کو اپنے بنگلے میں پایا۔!"

"بڑے عجیب لوگ ہیں۔ گویا تمہیں میرے اور لسلی کے خلاف ورغلا کر رہا کیا گیا ہے۔!" عمران نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"سوال تو یہ ہے کہ اس حرکت سے بھلا وہ ایکس ٹو تک کیسے پہنچ سکیں گے۔!" جولیا بولی۔

"تمہیں یہ سن کر حیرت ہو گی کہ میں اس عمارت سے واقف ہو گیا ہوں جہاں تم قید تھیں۔ لیکن تمہاری رہائی کے بعد میں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔!"

"کیوں....؟"

"وہ ایک تجارتی فرم کے نمائندے ہیں اور یہاں کمپیوٹر کو فروغ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فی الحال لسلی بھی گلینی کی بیٹی ہونے کی بناء پر ان کے خلاف کوئی شہادت نہ دے سکے گی کیونکہ اس سے سفارت خانے کی پوزیشن خراب ہو جائے گی۔!"

"تو کیا وہ فرم اُسی ملک کی ہے جس کے سفارت خانے سے لسلی کا تعلق ہے۔!"

"ہاں.... یہی پیچیدگی ہے۔!"

"تب پھر تم ہوشیار ہو جاؤ۔!" جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں سدا کا غافل ٹھہرا....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"اب بات سمجھ میں آئی۔!" جولیا سر ہلا کر بولی۔ "وہ ہمیں احساس بے بسی میں مبتلا کر کے شکار کھیلنا چاہتے ہیں۔!"

"پرواہ مت کرو.... بہر حال تم نے ایکس ٹو کو ان حالات سے مطلع کر دیا یا نہیں۔!"

"ابھی نہیں....!" جولیا اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"اسے بتاؤ کہ ہم کن مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔!"

"کیا اسے علم نہ ہوگا....؟"

عمران نے اس ریمارک پر اظہار خیال کرنے کی بجائے اُسے تنویر سے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔ "لسلی کے بیان کے مطابق وہ بھی انہی کے مظالم کا شکار ہوا ہے اور ایک ماہ سے پہلے وہ اپنے آپے میں نہیں آ سکے گا۔!"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر عمران نے لسلی کو مخاطب کر کے کہا۔ "سب سے زیادہ خطرے میں اب تم ہو۔!"

"مم.... میں کس طرح....؟"

"جولیا کا ہوش و حواس اس کے ساتھ واپس آنا ہی اس کا ثبوت ہے۔ تنویر گونگا ہو گیا ہے ظاہر ہے کہ اسے اس حال کو اس لئے پہنچایا گیا ہے کہ وہ اپنی بپتا کسی کو نہ سنا سکے۔!"

"اچھا تو پھر....!"

"پھر یہ کہ انہیں جب تمہاری آواز سنائی دینا بند ہو گئی تو انہوں نے جولیا کو رہا کر دیا۔!"

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو....!"

"کچھ نہیں.... فکر نہ کرو.... سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اب تم میری ذمہ داری ہو۔!"

"مجھے الجھن میں نہ ڈالو.... صاف صاف بتاؤ۔!"

"یہ جو تمہاری گردن میں کیکڑے سے بچاؤ کا لاکٹ پڑا ہوا ہے اس کے اندر ایک چھوٹا ٹرانس میٹر پچھلی رات تک موجود تھا۔!"

"وہ تو میں نے تمہیں بتا ہی دیا تھا۔!"

"لیکن وہ کیکڑے سے بچاؤ کا آلہ نہیں تھا۔ ٹرانس میٹر ہے اور اتنا طاقتور ہے کہ تمہاری سانسوں کی آواز تک اُن لوگوں تک پہنچا تا رہا ہو گا۔!"

"خدا کی پناہ....!"

"پچھلی رات جب تم بے خبر سو رہی تھی میں نے لاکٹ تمہارے گلے سے اتار کر اس کا بغور جائزہ لیا تھا اور اس سے ٹرانس میٹر نکال کر وزن پورا کرنے کے لئے لاکٹ میں ہلدی کی ایک گانٹھ رکھ دی تھی۔ یقین نہ ہو تو لاکٹ کھول کر دیکھ لو۔!"

"ہلدی کی گانٹھ....!" جولیا ہنس پڑی۔

"کچن میں کبھی کی موجود تھی۔ وزن میں ٹرانس میٹر کے وزن کے لگ بھگ تھی اس لئے کام چل گیا۔!"

لسلی نے اس کے بیان کی تصدیق کے لئے لاکٹ اتارا تھا اور سچ مچ اس کے اندر ہلدی کی گانٹھ ہی پائی تھی۔

اس کا چہرہ فق ہو گیا اور وہ بیہوش ہو جانے کے سے انداز میں آگے پیچھے جھولنے لگی۔

"اسے سنبھالو....!" عمران نے جولیا سے کہا اور خود ہٹ سے باہر نکل آیا۔

برآمدے میں رک کر ساحل کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے طویل انگڑائی لی تھی اور پھر آگے بڑھنے ہی والا تھا کہ پشت سے جولیا کی آواز آئی۔ "کہاں چلے....؟"

"ذرا تازہ ہوا....!" عمران نے اس کی طرف مڑے بغیر کہا۔

"وہ بیہوش ہو گئی ہے۔!"

"خود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ مجھے اس طرح رہا کر دینے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے....؟"

"کچھ نہ کچھ اثر اب بھی تمہارے ذہن پر باقی ہے۔!" عمران مڑ کر اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"کیوں....؟"

"کتنی بار سمجھاؤں کہ اگر تم اس عمارت سے برآمد ہوتیں تو ان کی گردنیں پھنس جاتیں۔ وہ علانیہ وہاں کمپیوٹر کمپنی کا بورڈ لگائے بیٹھے ہیں۔ جیسے ہی لسلی کے احوال سے آگاہی کا سلسلہ ختم ہوا انہوں نے تمہیں رہا کر دیا۔!"

"بقیہ لوگ کہاں ہیں....؟"

"اپنے گھروں پر نہیں ہیں۔!"

"اوہ.... تو کیا.... وہ بھی۔!"

"نہیں.... وہ سب ادھر اُدھر بکھرے ہوئے ہیں۔ وہ سبھوں کو پکڑنے کے بکھیڑے میں نہیں

پڑیں گے۔ تنویر اُن کی نمائندگی کر چکا ہے۔ تمہیں اپنی ایک فطری کمزوری کی بناء پر پکڑا گیا تھا۔!"

"عورتیں کھوپڑی سے باہر ہو کر بکواس کرتی ہیں اور مردوں سے زیادہ کھوجی ہوتی ہیں۔ بہر حال میری چٹنی بن جانے کا سامان کر آئی ہو۔ اب مجھے وہ اس کرسی تک پہنچانے کی کوشش ضرور کریں گے۔!"

"فضول باتیں نہ کرو.... لسلی کو شیشے میں اتارنے کی کوشش کرو۔ وہ ان کے خلاف شہادت دے گی۔!"

"وہ گدھے نہیں ہیں۔ یہ بات پولیس کے ریکارڈ میں آچکی ہے کہ لسلی خود فراموشی کے مرض میں مبتلا ہے۔ لہٰذا اس کی شہادت قانونی حیثیت سے قطعی بے وقعت ثابت ہوگی۔ اسی لئے جیسے ہی انہیں علم ہوا کہ لسلی نے مجھے عمارت کا پتہ بتادیا ہے انہوں نے تمہیں وہاں سے نکال باہر کیا۔"

"تو پھر اب کیا کیا جائے۔!"

"اب میں خود ہی جارہا ہوں اُن کے پاس....!"

"کیا مطلب....؟"

"ان سے کہوں گا بٹھاؤ مجھے کرسی پر اور ٹوپ چڑھاؤ سر پر.... میں ایکس ٹو تو ہوں نہیں کہ وہ مجھ سے اس کا اعتراف کرالیں گے۔ لیکن انہیں یہ ضرور معلوم ہو جائے گا کہ میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں یا نہیں۔!"

"فضول باتیں نہ کرو....!"

"ارے اسی چکر نے تو میرا بیڑہ غرق کیا ہے۔!" وہ جولیا کو گھونسہ دکھا کر بولا۔ "اگر میں تمہاری نظروں میں دوسروں ہی جیسا ہوتا تو تم کبھی میرے ایکس ٹو ہونے کے امکانات پر غور نہ کرتیں۔!"

جولیا نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ عمران ساحل سے ٹکرانے والی لہروں پر نظر جمائے کھڑا تھا۔ کچھ دیر بعد جولیا اس کی طرف مڑ کر بولی۔ "ہمارا تعلق پولیس سے تو ہے نہیں کہ ہمیں عدالتی شہادتوں کی پرواہ ہوگی۔ ہم اپنا طریق کار کیوں نہیں آزماتے۔!"

"جاؤ اس سلسلے میں ایکس ٹو سے احکامات حاصل کرو۔ اب میں ذاتی طور پر کچھ بھی نہ کرسکوں گا۔!"

"وہاں سے مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے میں نے اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔!"

"وہ احمق نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس نے اپنے فون کا ریسیور اٹھانے کی بھی زحمت گوارا

نہ کی ہوگی۔!"

"آخر کیوں....؟"

"اس لئے کہ چوہوں کی طرح مارا نہ جائے۔!"

"تب تو پھر تمہیں ہی ایکس ٹو ہونا چاہئے کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی سانڈوں کی طرح دندناتے پھر رہے ہو۔!" جولیا جل کر بولی۔

"یعنی تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ اپنے عہدے کا اہل نہیں ہے۔!"

"پھر کیا کہوں....!"

"کیا تم نے ٹرانس میٹر پر بھی اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی....؟"

"نہیں....!"

"لہٰذا اس پر بھی کوشش کرو.... اور میرے سامنے ہی کرو.... تاکہ تمہیں مزید اطمینان ہو جائے۔ حالانکہ تمہیں پہلے بھی اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ میری موجودگی ہی میں تمہارے پاس اس کی کالیں آئی ہیں۔ بہر حال تمہارے ذہن سے یہ خبط نکلنا چاہئے کہ میں ایکس ٹو ہوں۔! ویسے مجھے یقین ہے کہ تمہارے دوسرے ساتھی اسی کے حکم سے انڈر گراؤنڈ ہوئے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے....؟"

"جب تم ہی نہیں سمجھ سکتیں تو کیا میں سر کے بل کھڑا ہو جاؤں۔!"

"یہ کیا بات ہوئی....؟"

"ایکس ٹو کے بعد تمہارا ہی عہدہ ہے۔!"

"اونہہ.... دیکھوں.... لسلی ہوش میں آئی یا نہیں۔!" وہ مڑ کر کمرے میں چلی گئی۔

عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور برآمدے سے اتر کر ساحل کی طرف بڑھ گیا۔

سورج غروب ہوئے خاصی دیر ہو چکی تھی۔ لیکن ابھی افق میں شوخ رنگوں والی دھاریاں باقی تھیں جن کی چھوٹ ساحل پر پڑ رہی تھی۔

ایک ویران جگہ پہنچ کر اس نے زیرو تائین کا ٹرانس میٹر نکالا اور ایکس ٹو کی آواز میں بلیک زیرو کے توسط سے اپنے دوسرے ماتحتوں کو ہدایات دینے لگا۔



سیاہ رنگ کا بڑا سا سوٹ کیس احتیاط سے منی ٹرک پر رکھ دیا گیا اور وہ دونوں ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھے۔ پیٹرسن ڈرائیو کر رہا تھا اور اس کا ساتھی پشت گاہ میں ٹک کر سگریٹ سلگانے لگا۔

دن کے دس بجے تھے۔ دھوپ میں ابھی زیادہ تمازت نہیں آئی تھی۔

"اب پتہ نہیں کس کی شامت آئی ہے....؟" پیٹر سن کا ساتھی بڑبڑایا۔

"آئی ہوگی کسی کی....!" پیٹر سن لاپرواہی سے بولا۔

"کرنل کو پتہ نہیں کیا ہوگیا ہے۔ آخر اُس عورت کو یونہی کیوں نکال دیا۔ اس کا ساتھی تو اب تک ٹریٹمنٹ کے زیر اثر ہے۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ تم اپنا ذہن کیوں الجھا رہے ہو۔ ہمیں اپنے کام سے کام رکھنا ہے۔!"

"لیکن! ہم جا کہاں رہے ہیں....؟"

"شہ سواری کے کلب کے آس پاس....!"

"وہ تو شہر کے باہر ایک ویران مقام پر ہے اور مجھے نہیں یاد پڑتا کہ پہلے کبھی یہ سوٹ کیس ایسے کسی ویران مقام پر لے جایا گیا ہو۔!"

"تم پھر بہکنے لگے۔!"

"ہمارا کام خطرناک ہے پیٹر سن....!"

"جب تک لاکٹ تمہارے پاس موجود ہے تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔!" پیٹر سن نے کہا۔

اس کا ساتھی غیر ارادی طور پر اپنے کوٹ کی اندرونی جیب ٹٹولنے لگا تھا۔

گاڑی شہر سے باہر نکل کر ایک کچے راستے پر مڑ گئی۔ پیٹر سن کے ساتھی نے متحیرانہ انداز میں چاروں طرف نظر دوڑائی تھی۔

"ادھر سے کہاں....؟" اس نے پوچھا۔

"دیکھو....!" پیٹر سن جھنجھلا کر بولا۔ "میں کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کرتا۔ اگر کہیں جانا ہے تو وہی راستہ اختیار کروں گا جس کے لئے کہا گیا ہے۔!"

"تم اتنے چڑچڑے کیوں ہوگئے ہو۔!"

"کام کے دوران میں خاموش رہنا چاہتا ہوں۔!"

یہ راستہ اب دورویہ اونچی اونچی جھاڑیوں کے درمیان سے گذر رہا تھا۔ منی ٹرک کی رفتار بہت سست ہوگئی تھی۔ کیونکہ راستہ اونچائی کی طرف جارہا تھا۔

پھر ایک جگہ ٹرک روک دیا گیا۔ وہ دونوں نیچے اتر کر ٹرک کے پچھلے حصے کی طرف آئے اور پیٹر سن نے سوٹ کیس کا قفل کھول دیا۔ لیکن ڈھکنا اوپر نہیں اٹھایا تھا۔

پھر وہ ٹرک کو وہیں چھوڑ کر جھاڑیوں میں گھستے چلے گئے تھے۔

آہستہ آہستہ سوٹ کیس کا ڈھکنا اوپر اٹھا اور دو سیاہ لمبے لمبے بازو باہر آئے اور پھر یک بیک وہ پورا کا پورا اچھل کر ٹرک کے نیچے آپڑا۔

سیاہ رنگ کا یہ کیکڑا جو کسی انتہائی جسیم کتے سے بھی بڑا معلوم ہوتا تھا تیزی سے دوڑتا ہوا ٹیلے پر چڑھنے لگا۔ دور دور تک سناٹا تھا اور ہوا جھاڑیوں میں سرسرا رہی تھی۔

کیکڑا اب نشیب میں اتر رہا تھا اور اس کی رفتار سست ہوگئی تھی۔ اس کا رخ گھوڑ دوڑ کے میدان کی طرف تھا۔

ٹرک کے قریب ایک رکاوٹ سے تھوڑے ہی فاصلے پر وہ اونچی اونچی گھاس کے درمیان دبک رہا۔

تھوڑی دیر بعد دور سے کسی گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز آئی جو تیزی سے قریب ہوتی جارہی تھی۔

پھر گھوڑا، سوار سمیت دکھائی دیا تھا۔ شاید یہ کلب کا کوئی ممبر تھا اور تنہا مشق کر رہا تھا۔ گھوڑا دوسری رکاوٹیں .... پھلانگتا ہوا جب کیکڑے کے قریب والی رکاوٹ پھلانگنے لگا تو اچانک کیکڑے نے اس پر چھلانگ لگائی۔

گھوڑا بھڑک گیا اور سوار کے حلق سے ایک بے ساختہ قسم کی چیخ نکلی تھی۔ وہ گھوڑے کی زین سے اچھل کر سر کے بل دور جاگرا۔ گھوڑا اتنی دیر میں کہیں کا کہیں پہنچ چکا تھا۔

کیکڑا اب آہستہ آہستہ سوار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ بے حس و حرکت زمین پر پڑا ہوا تھا اور اس کے سر کے نیچے سے خون کی کئی لکیریں پھوٹ کر مختلف اطراف میں پھیل رہی تھیں۔

کیکڑا چند لمحے اپنے لمبے لمبے بازوؤں سے اس کا سر ٹٹولتا رہا پھر تیزی سے ٹیلے پر چڑھتا چلا گیا تھا۔

اس بار دوسری جانب والی ڈھلان پر بھی اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ منی ٹرک کے پچھلے حصے کی طرف پہنچ کر ایک ہی جست اسے سوٹ کیس تک لے آئی۔

پھر اس کے دہانے سے تیز سیٹی قسم کی آواز نکلی تھی اور اس نے اپنے لمبے بازوؤں سے خود ہی سوٹ کیس کا ڈھکنا بند کرلیا تھا۔

پیٹر سن اور اس کا ساتھی غالباً سیٹی کی آواز ہی سن کر دوڑتے ہوئے واپس آئے تھے۔ تیزی سے سوٹ کیس کو مقفل کیا تھا اور منی ٹرک کو لے بھاگے تھے۔



کھلے ہوئے دروازے سے کوئی وزنی چیز فرش پر آگری تھی۔ وہ چونک پڑے۔

یہ پتھر کا ایک ٹکڑا تھا جس کے گرد کاغذ لپٹا ہوا تھا۔ عمران اٹھ کر دروازے تک آیا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی اور پھر پتھر اٹھانے کے لئے جھکا۔

جولیا اور لسلی خاموش بیٹھی اسے دیکھے جا رہی تھیں۔

کاغذ کی تہہ کھول کر اس نے پتھر کا ٹکڑا باہر پھینک دیا۔ کاغذ پر کچھ تحریر تھا۔ جسے پڑھتے وقت اس کے چہرے کا اتار چڑھاؤ ان دونوں ہی کو تشویش آمیز لگا تھا۔

اس کے بعد اس نے کاغذ کو پرزے پرزے کر کے اس کی گولی بنائی تھی اور ایک طرف اچھال دی تھی۔!

"کیا بات ہے....؟" جولیا نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"لسلی کے باپ گلینی پے ٹی شیو کا خاتمہ ہو گیا اور اب سفارت خانے کے عملے کو لسلی کی تلاش ہے۔!"

"کک.... کیسے۔!" لسلی بوکھلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹھ جاؤ....!" عمران ہاتھ اٹھا کر نرم لہجے میں بولا۔ "کیا اسے گھوڑا سواری کا شوق تھا۔!"

"ہاں.... وہ ایک مقامی کلب کا ممبر بھی تھا۔!"

"آج گیارہ بج کر پندرہ منٹ پر مشق کے دوران میں گھوڑے سے گر کر مر گیا۔!"

"خدا کی پناہ....!" وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گئی۔

"خود کو سنبھالو....! ہو سکتا ہے کہ ایک بار پھر پولیس حرکت میں آجائے۔ اگر تم سفارت خانے کے عملے کے ہاتھ لگ گئیں تو باپ کی موت کا صدمہ تمہیں بھی باپ ہی کے پاس پہنچا دے گا۔ میں اسے حادثہ سمجھنے پر تیار نہیں۔!"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ خدا کے لئے مجھے بچالو.... میں مرنا نہیں چاہتی۔!" لسلی روہانسی ہو کر گھگھیائی۔

"تم فکر مت کرو!" جولیا پُر عزم لہجے میں بولی۔ "پہلے ہم مریں گے پھر تم پر آنچ آئے گی۔!"

"تم نہیں سمجھ سکتے.... وہ منحوس کیکڑا....!"

"میں یقین نہیں کر سکتی۔ اندھیرے میں کوئی بھی اسے نہیں دیکھ سکا تھا۔ محض اندازے بناء پر کسی اتنے بڑے کیکڑے کی کہانی عام ہو گئی۔!"

"میں نے اسے روشنی میں دیکھا ہے۔ یہاں نہیں، سوئٹزر لینڈ میں.. وہ ہمارے ہی ادارے ملکیت ہے۔ خود سوئس پولیس کو اسکی تلاش تھی۔ لیکن اسے کہیں سے بھی بر آمد نہیں کیا جا سکا تھا۔

جولیا نے عمران کی طرف دیکھ کر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ لیکن عمران اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔ لسلی کو بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں گہرے تفکر کی پرچھائیاں تھیں

"ایک بار ادارے کے ایک فرد پر اس نے حملہ کیا تھا۔ میری موجودگی میں....!" لسلی کہتی رہی۔ "اس نے اس پر فائر کئے تھے۔ لیکن گولیاں اس پر پڑ کر اچٹ گئی تھیں اور بالآخر کیکڑے نے اس کو مار ڈالا تھا۔!"

جولیا کچھ نہ بولی۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

"آخر تم لوگ کوئی احتیاطی تدبیر کیوں نہیں کرتے۔!" لسلی بدستور بولتی رہی۔ "یہاں اس ہٹ میں تو ہم بہت آسانی سے مار لئے جائیں گے۔ رات کو یہاں بلا کا سناٹا ہوتا ہے۔ جیسے ہم کسی قبرستان میں مقیم ہوں۔!"

"ہاں.... ہاں ٹھیک ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ہم کوئی احتیاطی تدبیر کر لیں گے۔!"

"اب تک کیوں جھک مارتے رہے ہو۔!" جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "وہ تمہیں سب سے زیادہ خطرناک آدمی سمجھتے ہیں اور تم یوں کھلے بندوں پھر رہے ہو.... میک اپ ہی کر لیا ہوتا۔!"

"اب میں انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ میں ہی ایکس ٹو ہوں۔!"

"یہ کیا دیوانگی ہے۔!"

"بس دیکھے جاؤ.... یہ کیکڑا یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتا۔!"

"ضروری نہیں کہ ہر بار تمہارے اندازے درست ہی نکلیں۔!"

"سنو.... مائی ڈیئر جولیا.... نہ میں اپنی مرضی سے پیدا ہوا تھا اور نہ اپنی خوشی سے مروں گا۔!"

"فضول باتیں نہ کرو....!"

"تم جاؤ یہاں سے، میں لسلی سمیت یہیں رہوں گا۔!"

"یہ ناممکن ہے.... میں تمہیں ان حالات میں تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔!"

"تم سچ مچ اس پاگل آدمی کو بے حد چاہتی ہو۔!" لسلی بول پڑی۔

"اپنے کام سے کام رکھو....!" جولیا نے سرد لہجے میں کہا۔

"مجھے معاف کرنا.... میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔!" لسلی گڑگڑائی۔

"اوہ.... کچھ نہیں۔!" جولیا ہنس کر بولی۔ "تم ٹھیک کہتی ہو، یہ پاگل ہے۔ میری ذہنی حالت بھی ٹھیک نہیں رہنے دیتا۔!"

"جب دو عورتیں تمہیں پاگل تسلیم کر لیں تو کوئی اسپیشلسٹ بھی دنیا کو یقین نہ دلا سکے گا۔!" عمران مایوسانہ انداز میں بڑبڑایا۔

"آخر تمہیں خطرے کا احساس کیوں نہیں ہے۔ یا پھر مجھے ہی جھوٹی سمجھتے ہو گے۔!" لسلی نے

ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"خواہ مخواہ سر نہ کھپاؤ.....!" جولیا بولی۔ "اس کا جو دل چاہے گا وہی کرے گا۔!"

"کم از کم دوسروں کی زندگیوں سے تو نہ کھیلے۔!"

"یک نہ شد دو شد..... بیک وقت دو عورتوں کا تجربہ نہیں تھا۔ خدا مجھے معاف کرے۔
عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

بہر حال عمران ہٹ چھوڑنے پر کسی طرح بھی آمادہ نہیں ہوا تھا۔ دن گذرا.... شا
آئی.... اور دونوں عورتوں کے چہروں کا اضمحلال بڑھ گیا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سچ مچ کسی پاگل ہی کے ہتھے چڑھ گئی ہوں۔

جولیا بھی شائد تن بتقدیر ہو گئی تھی۔

"رات کا کھانا سی سائیڈ ہیون میں کھائیں گے۔!" عمران سات بجے کے قریب چہکارا۔

"نہیں.... سیدھے جہنم میں جائیں گے۔!" جولیا جل کر بولی۔

"آہا.... یہ تو بھول ہی گیا تھا کہ دو عورتوں کے درمیان ہوں۔!" عمران متاسفانہ لہجے میں:
لمحے کھڑا کچھ سوچتا رہا.... پھر بولا۔ "میں گاڑی لیکر آتا ہوں.... پھر سی سائیڈ ہیون چلیں گے۔!"

"باہر اندھیرا ہے..... ذرا احتیاط سے.....!" جولیا بولی۔

عمران باہر نکل گیا اور وہ خاموش بیٹھی ایک دوسرے کی شکل دیکھتی رہیں۔

پورا ایک گھنٹہ گذر گیا۔ لیکن عمران کی واپسی نہ ہوئی۔

"پتہ نہیں کیا ہوا.....؟" جولیا بڑبڑائی۔

"جس حد تک میں نے خطرے کا احساس دلایا تھا کوئی اور ہوتا تو باہر قدم نہ نکالتا۔!" لسلی نے ک

"میں تمہاری جگہ ہوتی تو اُسے خطرے کا احساس دلائے بغیر مرضی کے مطابق چلاتی رہتی۔

"میں نہیں سمجھی..... تم کیا کہنا چاہتی ہو.....؟"

"اُسے خطرات سے ضد ہو جاتی ہے..... اور وہ آنکھیں بند کر کے اندھے کنوئیں میں چھلانگ
لگا دینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔!"

دفعتاً باہر سے کسی گاڑی کے رکنے کی آواز آئی۔ پھر جولیا اٹھ ہی رہی تھی کہ عمران کمرے
داخل ہوا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں دو بڑے بڑے ناشتہ دان لٹکا رکھے تھے۔

"یہیں کھائیں گے.....!" اس نے کہا۔ "سی سائیڈ ہیون میں بہت بدبو ہے۔!"

"تم نے دیکھا!" لسلی ہاتھ نچا کر بولی۔ "میں نہ کہتی تھی... اتنا بیوقوف نہیں معلوم ہوتا۔

"تمہاری تو فیورٹ ڈش لایا ہوں۔!" عمران نے جولیا سے کہا۔

جولیا کچھ نہ بولی۔ خاموشی سے اُسے دیکھے جا رہی تھی۔ پھر وہ کھانے کے کمرے میں آئے تھے
اور دونوں عورتوں نے کھانا میز پر لگایا تھا۔

کھانے کے دوران میں دفعتاً جولیا نے محسوس کیا جیسے اس کا ذہن تاریکی میں ڈوبا جا رہا ہو۔ اُس
نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران اور لسلی کو دیکھا۔ اُن دونوں کی بھی آنکھیں بند تھیں اور منہ آہستہ
آہستہ چل رہے تھے۔

اس نے بوکھلا کر اٹھنا چاہا لیکن قدم لڑکھڑائے اور پھر اُسے بالکل ہی ہوش نہ رہا۔

پھر آنکھ کھلی تو روح فنا ہو گئی۔ یہ تو وہی کمرہ تھا جہاں کچھ دنوں پہلے اسے ایک اذیت ناک
تجربے سے گذرنا پڑا تھا۔

عمران اسی کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا جس پر بٹھا کر وہ اس سے بھی اعترافات کرا چکے تھے۔

لسلی بھی اسی طرح فرش پر پڑی دکھائی دی۔ کمرے میں ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

وہ خوف زدہ نظروں سے مشین دیکھتی رہی۔ عمران کی آنکھیں بند تھیں۔

دفعتاً قدموں کی آہٹ سنائی دی اور مشین کا آپریٹر کمرے میں داخل ہوا۔

جولیا بوکھلا کر اٹھ گئی تھی۔ عمران نے بھی آنکھیں کھول دیں۔ لیکن لسلی اسی طرح پڑی رہی۔

آپریٹر مشین کے قریب کھڑا انہیں گھورے جا رہا تھا۔

پھر وہ آہستہ آہستہ لسلی کی طرف بڑھنے لگا۔ اس دوران میں شاید لسلی کو بھی ہوش آ گیا۔

آپریٹر کو اپنے قریب دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھی۔

"تمہیں کرنل نے طلب کیا ہے۔!"

آپریٹر نے اس سے آہستہ سے کہا۔

"م..... میں.....!"

"جلدی کرو.....!"

اس نے کہا اور اس کا بازو پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا۔

"آج وہ صبح ہی سے بہت غصے میں ہے اور تم اپنے مشن میں ناکام رہی ہو۔ اس لئے شائد
تمہاری خیر نہیں۔!"

"مجھے بچالو.....!"

وہ کسی ننھی سی بچی کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔!

دفعتاً جولیا اپنی جگہ سے اٹھی اور آپریٹر پر ٹوٹ پڑی۔ اس نے اس کے بائیں شانے پر کراٹے ہاتھ مارا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ جھومتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

"اول درجے کی احمق ہو۔!" اچانک عمران بولا۔

"کیوں.... کیا ہوا....!" جولیا جھلا کر پلٹی۔

"ارے تو کوئی میں بندھا بیٹھا ہوں۔!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

کرسی کے پائے سے بندھی ہوئی اس کے پیروں کی رسیاں کھلتی چلی گئیں اور وہ کرسی کے پاس سے ہٹ آیا۔ پھر اس نے جولیا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"میں یہاں کرنل ہوریشیو کو تلاش کرنے میں ناکام ہو گیا تھا۔ اس لئے خود ہی بندھ کر بیٹھ گیا دیکھو اب کیا ہوتا ہے۔ تم نے کھیل بگاڑ دیا۔ پتہ نہیں کرنل نے کہاں سے لسلی کو طلب کیا تھا۔!"

"یہ سب کیا ہو رہا ہے.... ہم یہاں کیسے پہنچے....؟"

"خاموش رہو.... اوہ....!"

یک بیک عمران اچھل پڑا.... اور جھک کر آپریٹر کا جسم ٹٹولنے لگا اور پھر اس نے اس کے کوٹ کی اندرونی جیب سے ویسا ہی لاکٹ برآمد کر لیا جیسا لسلی کی گردن میں پڑا ہوا تھا۔

اس نے اسے اپنی ایڑی کے نیچے دبا کر توڑ دیا.... اور آہستہ سے بولا۔

"اس کی وجہ سے اسے علم ہو گیا ہو گا۔"

"کس بات کا....؟"

"اسی کا جو ابھی یہاں ہوا ہے۔ اس نے ہماری گفتگو صاف سنی ہو گی۔!"

لسلی دیوار سے لگی سہمی کھڑی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گونگی ہو گئی ہو۔

"مجھے بتاؤ کہ ہم یہاں کیسے پہنچے۔!" جولیا عمران کا شانہ جھنجھوڑ کر بولی۔

"ہم اپنے ڈرائنگ روم میں نہیں ہیں۔!" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔ "اس وقت کہانی سننا چاہتی ہو۔!"

جولیا لسلی کی طرف مڑ گئی اور اس کی طرف بڑھ ہی رہی تھی کہ وہ اچانک چیخنے لگی۔ اسکے داخلے کے دروازے کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔ وہ اس جانب مڑے اور جولیا کی بھی چیخ نکل گئی دیو پیکر کیکڑا کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کی سرخ سرخ آنکھوں سے شعلے نکلتے ہوتے تھے۔ دروازے سے کسی قدر آگے بڑھ کر رک گیا۔ اسکے لمبے لمبے بازو بار بار ہل رہے۔

پھر وہ چلتا ہوا لسلی کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

"او.... کیکڑے....!" عمران دہاڑا۔ "آخر تجھ سے کس زبان میں گفتگو کی جائے؟"

پھر دفعتاً اس نے اس پر چھلانگ لگا دی تھی۔

"یہ کیا دیوانگی ہے۔!" جولیا حلق پھاڑ کر چیخی تھی۔

لیکن اتنی دیر میں وہ کیکڑے کی پشت پر سوار ہو چکا تھا۔ کیکڑے نے پلٹا کھایا اور اس کی گردن کو جکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن عمران نے اسے جھٹکا دیا.... وہ کئی فٹ پیچھے کھسک گیا تھا۔

اب کیفیت یہ تھی کہ عمران اس کے اور لسلی کے درمیان حائل نظر آ رہا تھا۔ اس کی پشت لسلی کی طرف اور رخ کیکڑے کی جانب۔ اس بار کیکڑے نے بالکل کسی کتے کی طرح اس پر جست لگائی تھی یہ ٹکر ایسی تھی کہ عمران کے پاؤں اکھڑ گئے وہ چاروں خانے چت گرا تھا اور کیکڑا اس کے سینے پر سوار ہو کر ایک بار پھر اس کی گردن جکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

عمران نے اس کے دونوں بازو پکڑ لئے تھے اور انہیں ایک دوسرے سے الگ رکھنے کے لئے زور آزمائی شروع کر دی تھی۔

جولیا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ کچھ بھی تو نہیں تھا ہاتھ میں کہ اسے پیٹ ہی کر رکھ دیتی اور پھر آگے بڑھتی بھی تو کیونکر.... لسلی اس سے بُری طرح چمٹی ہوئی تھی اور اس طرح کانپ رہی تھی جیسے برف باری کا شکار ہو گئی ہو۔

ٹھیک اسی وقت بہت سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں جو لحہ بہ لحہ قریب ہوتی جا رہی تھیں۔

اتنے میں عمران اسے ایک بار پھر پرے جھٹک چکا تھا۔ وہ پشت کے بل فرش پر گر پڑا۔ ساتھ ہی ایسی آواز کمرے میں گونجی تھی جیسے کوئی بھاری پتھر بہت اونچائی سے زمین پر گرا ہو۔

تین آدمی کمرے میں گھس آئے۔

کیکڑا ابھی سیدھا نہیں ہو پایا تھا کہ عمران نے اسے دبوچ لیا اور اس کے پیٹ پر گھونسے برسانے لگا۔ تینوں نووارد جہاں تھے وہیں رک گئے۔ یکایک عمران کے منہ سے تحیر زدہ سی آواز نکلی۔ کیکڑے کے نچلے حصے کی کھال درمیان سے پھٹ رہی تھی اور اس کے اندر سے ایک انسانی جسم برآمد ہو رہا تھا۔

عمران نے دونوں ہاتھوں سے کھال پکڑ کر جھٹکا مارا.... دوسرے ہی لمحے میں لسلی چیخی تھی۔

"کرنل ہوریشیو....!"

لیکن....! کرنل ہوریشیو کی ٹانگیں کہاں تھیں؟ خوفناک! کولہوں کے پاس سے ٹانگیں غا
تھیں....اور وہ ہتھیلیوں کے بل تنا کھڑا تھا۔ اس حالت میں اس نے پھر چھلانگ لگادی۔ اس ؛
عمران کے سینے سے ٹکرایا تھا۔ لیکن اس بار وہ عمران کو ہلا بھی نہ سکا۔ عمران نے اسے اپنے بازو
میں جکڑ لیا تھا۔

"خدا کی پناہ....!" لسلی کپکپاتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔ "یہ تو ایسا نہیں تھا۔ اس
ٹانگیں کیا ہوئیں۔ یہ ہم سبھوں سے زیادہ قد آور تھا۔!"

"کیوں بکواس کر رہی ہو۔!" عمران کرنل کو تینوں اجنبیوں کی طرف اچھالتا ہوا بولا۔ "ہو
ہے اس کی ٹانگیں دوسری جنگ عظیم میں کام آگئی ہوں۔!"

بہر حال کرنل اب قطعی بے بس تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیئے گئے۔

"اب اسکو اسی کرسی پر بٹھادو....!" عمران نے اعتراف کرانے والی کرسی کی طرف اشارہ ک

"تت....تم....کیا کرو گے۔!" کرنل بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"سب سے پہلے تمہاری مصنوعی ٹانگیں تلاش کر کے تمہیں مکمل کروں گا۔ مجھے
افسوس ہے کہ نادانستگی میں اتنی دیر تک ایک ادھورے آدمی سے لڑتا رہا۔!"

تمہارے علاوہ کوئی اور ایکس ٹو نہیں ہو سکتا۔ اب مجھے یقین آگیا ہے۔ کرنل کے ہونٹو
سفاک سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ذرا ہی سی دیر میں اس نے اپنی حالت پر قابو پالیا تھا۔

"ایکس ٹو....!" عمران نے قہقہہ لگایا۔ ایکس ٹو ذہنی جنگ کرتا ہے۔ ہم سب اس کے م
ہیں۔ تمہارے فرشتے بھی اس تک نہیں پہنچ سکتے۔ تمہیں شاید علم نہ ہو کہ اس وقت کیا ہو
تمہارا آدمی پیٹرسن میرے ہٹ کی نگرانی کر رہا تھا۔ میں باہر نکلا تو اس نے میرے سر پر ریت
بھرا ہوا تھیلا مار کر مجھے بیہوش کرنے کی کوشش کی۔ لیکن خود ہی جھونک میں آکر نیچے چلا آیا
اس سے سب کچھ اگلوا لینا مشکل کام نہیں تھا۔ نتیجے کے طور پر تم ہمیں دیکھ رہے ہو۔ میرے
ساتھی تنویر کا حشر دیکھ کر میک اپ میں ادھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے۔ لیکن تمہارے آدمیو
انہوں نے کڑی نظر رکھی تھی۔"

اچانک لسلی مضطربانہ انداز میں بولی۔ "جب پیٹرسن تمہارے قابو میں آچکا تھا تو ہم
بیہوش ہوئے تھے۔!"

"وہ حماقت مجھ سے سرزد ہوئی تھی۔!" عمران شرما کر بولا۔ "میں نے تم دونوں کی پ
ڈشوں میں سرکاری نمک ملادیا تھا اور خود بیہوش بن گیا تھا۔ پھر صفدر نے جس پر پیٹرسن کا

اپ آسانی سے ہو گیا تھا ہمیں اس عمارت میں پہنچایا تھا۔ اس طرح یہاں کسی کو کانوں کان خبر
ہوئے بغیر ہمارا کام بہ آسانی بن گیا۔ پیٹرسن بھی وہاں اسی لئے موجود تھا کہ کسی طرح ہم تینوں کو
بیہوش کر کے یہاں لایا جائے اور یہ لوگ مجھے اعترافات والی کرسی پر بٹھادیں۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ ادھورے آدمی کا سر سینے پر ڈھلک آیا تھا۔



دوسرے دن سائیکو مینشن کے ساؤنڈ پروف آڈیٹوریم میں خاصی چہل پہل تھی۔ عمران
سمیت سارے ممبر موجود تھے۔ صرف تنویر غیر حاضر تھا۔ اسے ہسپتال میں داخل کرادیا گیا تھا۔

"آج یہ پھر دولہا بنیں گے۔!" کیپٹن خاور نے عمران پر فقرہ چست کیا۔

"سال میں کئی بار بننا پڑتا ہے۔!" عمران شرما کر بولا۔ "لیکن میرے انشورنش ایجنٹ کو اس پ
ذرہ برابر بھی تشویش نہیں ہے۔!"

اچانک مائیکروفون سے آواز آئی۔ "اٹینشن....!"

یہ جولیا کی ریکارڈ کی ہوئی آواز تھی....اور ایکس ٹو کی بھرائی ہوئی آواز آڈیٹوریم میں گونجنے
لگی۔ "ہمارے ایک بیرونی ایجنٹ نے ہم سے غداری کی تھی۔ اس نے اطلاع دی تھی کہ ایک شخص
کچھ اہم کاغذات لے کر ہمارے ملک میں داخل ہو رہا ہے اور یہ کاغذات ہمارے بعض ملکی مفادات
کے خلاف ہیں۔ وہ ایئرپورٹ سے اتر کر ایکروفے میں جائے گا اور اپنا بریف کیس ایک ایسے آدمی
کے حوالے کر دے گا جو وہاں پہلے سے موجود ہوگا۔ حالانکہ وہ محض ایک سازش تھی جو میرے
ماتحتوں سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے کی گئی تھی اور جس کا بنیادی مقصد مجھ تک پہنچنا تھا۔
کرنل ہوریشیو اس سازش کی روح رواں تھا۔ لسلی محض اس لئے عمران کے پیچھے لگائی گئی تھی کہ
میرے ماتحتوں سے قریب رہ کر میری جستجو کر سکے۔ کرنل ہوریشیو جو بے حد خطرناک آدمی ہے۔
دس سال پہلے اس کی ٹانگیں ایک حادثے میں ضائع ہو گئی تھیں۔ لیکن اب وہ ہتھیلیوں کے بل
ہرنوں کی طرح چوکڑیاں بھر سکتا ہے۔ بہر حال اپنے ادھورے پن ہی کی بناء پر ایک غیر معمولی
جسامت والے کیکڑے کا روپ دھار سکتا ہے۔ کیکڑے کے اس مصنوعی خول کی پشت کے استر
میں بلٹ پروف لگے ہوئے تھے جن سے گولیاں اچٹ جاتی تھیں۔ اس روپ میں اس نے
درجنوں قتل کئے ہیں اور دنیا کے مختلف حصوں میں خاصا ہراس پھیلایا ہے۔ اس نے اعتراف کرلیا
ہے کہ گلینی بھی اسی کا شکار ہوا تھا۔ اور ہاں! اب میں صرف جولیانا فٹنر سے مخاطب ہوں۔ لیکن تم
سب کے سامنے اسے شرمندہ نہیں کرنا چاہتا۔ پھر بھی اسے یہ خبط اپنے ذہن سے نکال دینا چاہئے

کہ عمران ہی ایکس ٹو ہے۔!"

عمران اپنے دونوں کان پکڑ پکڑ کر گالوں پر تھپڑ مارنے لگا تھا۔ وہ سب خاموش تھے اور جولیا دوسری طرف منہ پھیر کر کسی ایسے بچے کی طرح منہ بنا رہی تھی جو یک بیک رو پڑنے کی خواہش کا گلا گھونٹ دینے کی کوشش کر رہا ہو۔

ایکس ٹو کی تقریر کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔

دفعتاً عمران اپنی رانیں پیٹ پیٹ کر کہنے لگا۔ "ہائے میرے کمیشن کی بات تو رہ ہی گئی۔ اب کیا ہوگا؟"

"پچاس روپے مجھ سے ادھار لو اور ریس کورس کی طرف دوڑ جاؤ۔ آج کل تمہارے ستارے عروج پر ہیں۔!" چوہان بولا۔

"ہوا کریں.... گھوڑے تو مجھے پسند نہیں کرتے۔!"

"انہیں بھی ساتھ لے جاؤ....!" خاور نے آنکھ مار کر جولیا کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھ کو کسی گھوڑے ہی کے حوالے کر کے خود گھر کی راہ لیں گی۔ خدا کی پناہ! اگر انہیں ان کے شبے پر یقین آ ہی جاتا تو کیا ہوتا۔ تم سب تو میک اپ کر کے غائب ہو گئے تھے۔!"

"تم لوگ بکواس بند کرو!" جولیا زوہانسی آواز میں چیخی اور پیر پٹختی ہوئی آڈیٹوریم سے نکل گئی۔

عمران دونوں ہاتھوں سے منہ دبائے احمقانہ انداز میں اپنی ہنسی روکنے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔!

(ختم شد)